ماہنامہ

العارف

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمبر

مع مجموعۂ نعت "مسلکُ الحرمین"



بیادگار

عاشقِ مصلحِ امت حضرت مولانا شاہ فضل الرحیم صاحب نوّر اللہ مرقدہ

بہ فیض

حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا شاہ محمد ذاکر رحیمی صاحب قدس سرہٗ

مدیر

مولانا قاری محمد عارف رحیمی صاحب

جلد ۵

شمارہ ۱۰۔۱۱۔۱۲

نومبر، دسمبر ۲۰۲۱ء، جنوری ۲۰۲۲ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خانقاہ رحیمیہ و جامعہ رحیمیہ خیر المدارس کا دینی، علمی، اصلاحی، ترجمان

ماہنامہ المعارف

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمبر

جلد ۵

شمارہ ۱۰،۱۱،۱۲

مع مجموعہ نعت "مسکُ الحرمین"

نومبر، دسمبر ۲۰۲۱ء، جنوری ۲۰۲۲ء

ربیع الاول تا جمادی الاخری ۱۴۴۳ھ

بیادگار

عاشق مصلح امت حضرت الاحضر مولانا شاہ فضل الرحیم صاحب نور اللہ مرقدہ

بہ فیض

حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا شاہ محمد ذکریا رحیمی صاحب قدس سرہ

مُدیر

مولانا قاری محمد عارف رحیمی صاحب

مُرتّب

محمد حماد عاطف رحیمی

مجلس معاونت

اساتذہ جامعہ

کمپوزنگ و ڈیزائننگ: مولانا سہیل احمد

خصوصی شمارہ: ۷۰ روپیہ

سالانہ زر تعاون: ۱۵۰ روپئے

خط و کتابت و ترسیل زر کا پتہ

AL-MAARIF

JAMIA RAHEEMIA KHAIRUL MADARIS

Beside: Masjid -e- Ashraf, Deeramathi 2nd Street, PERNAMBUT - 635810.
Vellore Dist, Tamil Nadu (India). P.O. Box No: 32
Cell: +91 9894306751, +91 9952557549, +91 9894641484.
Email: raheemitrust@gmail.com
A/c no. 1095201001113 - IFSC CODE CNRB 0001095
CANARA BANK PERNAMBUT BRANCH

طابع و ناشر محمد حماد عاطف رحیمی نے جے یم پرا سس چنئی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ المعارف جامعہ رحیمیہ خیر المدارس پرنام بٹ سے شائع کیا

مناجات بہ درگاہ قاضی الحاجات

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ذاکر رحیمی صاحب نوراللہ مرقدہ

اے مالکِ ہر ذرّہ بس تیری رضا دینا
ایمان کی لذت بھی مجھ کو اے خدا دینا
ہر کام میں میرے تو تقوے کی ادا دینا
دل میں میرے یااللہ تیری یاد بسا دینا
ہر ظلمتِ عصیاں کو میرے دل سے مٹا دینا
حق بات کو سمجھوں میں وہ نورِ صفا دینا
ہر مرض و رذیلہ سے تو مجھ کو شفا دینا
باطل سے بچا لینا حق بات سجھا دینا
با حسنِ عمل یارب میری عمر بڑھا دینا
ہاں خلق کی خدمت کی توفیق سدا دینا
یارب مجھے ہر لمحہ توفیقِ دُعاء دینا
ایمان کے کلمہ پر ہم سب کی قضا دینا
میں طالبِ رحمت ہوں مجھ کو نہ سزا دینا

آئینۂ مضامین

آئینۂ مضامین

دینی کتب و رسائل کا احترام ہر مسلمان پر فرض ہے

’’المعارف‘‘ کی توسیع واشاعت میں حصہ لے کر اشاعتِ دین کا ثواب حاصل کریں۔(ادارہ)

نگاہِ اوّلیں

حیاتِ نبوی خود ایک معجزۂ نبوی

مولانا قاری محمد عارف رحیمی صاحب

حضور پُر نور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک عالمی اُمت کے عالمی نبی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عادات و اخلاق، سیرت و پاک طینت بھی عالمگیر ہے جن کی معترف نہ صرف امت مرحومہ بلکہ سابقہ اُمم بھی ماننے پر مجبور ہیں، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ '' ترجمہ: جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ پہچانتے ہیں ان کو جیسے پہچانتے ہیں اپنے بیٹوں کو۔ یعنی اہلِ کتاب کو آپ کی ذات کا بھرپور تعارف ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب وقبیلہ، مولد و مسکن، صورت و شکل، اور اوصاف و احوال سب کو جانتے ہیں، جس کی وجہ سے ان کو آپ کا علم اور آپ کے نبی موعود ہونے کا ایسا یقین ہے جیسا کہ کوئی باپ بہت سے لڑکوں میں اپنے بیٹوں کو بلا تأمل و تردد پہچانتا ہے، یہ رہا نبی کی ذات تک ان کا متعارف ہونے کا تذکرہ، اگر کتب سماویہ کا مطالعہ کریں گے تو مزید باتیں بجا طور پر عیاں ہوتی ہیں کہ ان کی کتابوں میں جاں نثارانِ نبی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اوصاف، عادات، حتی کہ ملبوسات کا ذکر بھی موجود ہے، چنانچہ دورۂ خلافت فاروقی کا مشہور واقعہ شاہد ہے کہ یہود اپنے ہاتھ میں کتاب رکھ کر امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی سواری کی سادگی اور پیوندار پوشاک وغیرہ سے موازنہ کرتے گئے، جب ہر بات کتاب میں موجود پائی تو بغیر بحث و مباحثہ کے بیت المقدس کی ساری کنجیاں امیر المؤمنین کے حوالے کر دیئے۔

اغیار بھی تسلیم کرتے ہیں: اس واقعہ سے یہ بات بخوبی معلوم ہوئی کہ یہود و ہنود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی بلکہ صحابہؓ کی ساری زندگیوں سے واقف تھے، یہی وجہ ہے کہ آج بھی انصاف پسند اغیار اور دیگر مذاہب کے پیروکار بھی سیرت طیبہ سے متأثر نظر آتے ہیں۔ چنانچہ ماضی قریب کا ایک نامور صاحب قلم انگریز جس کا نام مسٹر گبن تھا، وہ رقمطراز ہے کہ میں نے بڑے بڑے اشخاص کی تاریخوں پر گہری نظر ڈالی ہے لیکن تاریخ انسانیت کے اندر اگر روشن باب اور سبق آموز پہلو ہے تو صرف محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی کا ہے، اور اسی طرح ایک دوسرا انگریز مائیکل ہاٹ نے اپنی کتاب میں مشہور ومعروف سو اشخاص کا تذکرہ کیا، اس میں سرفہرست محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ذکر خیر کیا، اور اس کی وجہ یہ بتائی کہ جتنے بھی حکماء، علماء، ادباء مشہور ہوئے وہ اپنے علمی صلاحیت قابلیت اور خدمات سے معروف ہوئے مگر محمد ایک ایسے شخص گذرے ہیں جو امی محض ہونے کے باوجود عالم دنیا کا نقشہ بدل دیا اور نبوت کی ۲۳ سالہ محنت میں ایسا مبارک طائفہ صحابہ کا چھوڑا جو نبی کے نقش قدم پر چل کر دنیا کے کونے کونے گوشے گوشے میں اسلام کا پرچم لہرا دیا اور دین وایمان کی روح پھونک دیئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا معجزہ: اس قلیل مدت میں یہ عظیم کارنامہ معجزۂ نبوی نہیں ہے تو پھر کیا ہے؟ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیاتِ طیبہ خود ایک عظیم معجزہ ہے کیونکہ دنیا میں جتنے انبیاء کرام علیہم السلام مبعوث ہوئے سب کو معجزے عطا کئے گئے۔

حضرت سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معجزہ عصا اور یدِ بیضاء، حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معجزہ لوہے کا نرم ہونا، حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معجزہ مادر زاد اندھے کو بصارت وبینائی دینا اور مردہ کا زندہ کرنا، اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مبعوث ہوئے تو آپ کے لئے بے شمار معجزے ظاہر ہوئے، سب سے بڑا عظیم معجزہ حیاتِ طیبہ کا دور، خواہ طفولیت کا ہو یا شباب کا، یہی وجہ تھی کہ جب کفار ومشرکین بے شمار ان گنت معجزے دیکھنے کے بعد بھی آپ کی رسالت کا انکار کرنے لگے تو آپ نے ڈنکے کی

چوٹ پر فرمایا تھا کہ ''فَقَدۡ لَبِثۡتُ فِيۡكُمۡ عُمُرًا مِّنۡ قَبۡلِهٖ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ'' یقیناً میری عمر کے چالیس سال تمہاری آنکھوں کے سامنے گذرے اس قدر طویل مدت میں تم کو میرے حالات کے متعلق ہر قسم کا تجربہ ہو چکا، میرا صدق وعفاف، امانت ودیانت، اخلاقِ حسنہ وغیرہ تم میں ضرب المثل ہے، تو یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کمال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفارِ مکہ کے سامنے اپنی زندگی کو پیش فرمایا، یہی وجہ تھی کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غارِ حراء سے سہمے اور ڈرے ہوئے آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے اُم المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے جن صفاتِ عالیہ کا ذکر فرمایا تھا وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کی سبق آموز جھلکیاں تھیں۔

پہلی وحی کی کیفیت: واقعہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غارِ حرا جو آپ کی خلوت گاہ تھی اس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلوہ افروز تھے، اچانک ایک فرشتہ آپ کے پاس آیا اور کہا اِقۡرَأۡ یعنی پڑھیے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں، میں نے کہا میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں فرشتہ نے مجھے پکڑا اور دبوچا جس سے مجھے تکلیف بھی ہوئی پھر چھوڑ دیا اور فرمایا پڑھو، میں نے پھر یہی کہا کہ میں پڑھنے والا نہیں، اس نے مجھے تیسری مرتبہ پکڑ کر دبایا اور تکلیف ہوئی پھر چھوڑ دیا اور اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الَّذِىۡ خَلَقَ سے مَا لَمۡ يَعۡلَمۡ تک پڑھا آپ ان آیات کو لئے ہوئے کانپتے ہوئے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے فرمایا زَمِّلُوۡنِیۡ زَمِّلُوۡنِیۡ مجھے چادر اوڑھا دو چنانچہ چادر اوڑھا دی گئی اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ مجھے اپنی جان کا ڈر ہے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا اللہ کی قسم! اللہ آپ کو ہرگز رسوا نہ کریگا، آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، دوسروں کا بوجھ اُٹھا لیتے ہیں مہمان نوازی کرتے ہیں اور حق پر دوسروں کی مدد کرتے ہیں۔

یہی وہ عالی صفات اور اخلاقِ حسنہ تھے جس کی وجہ سے غیر بھی آپ کی جامعیت اور

کمالات کے گن گاتے ہیں۔

نبی کا دین مکمل ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ خود ایک عظیم معجزہ ہونے کی ایک واضح دلیل یہ بھی ہے کہ دنیا میں جتنے بھی باکمال شخصیات کا گذر ہوا ہے، ان کی وفات کے بعد ان کا مشن ان کا کام اور انکا مقصد وہدف ناقص اور ادھورا رہ جاتا ہے مگر پوری کائنات کے اندر ایک واحد ذات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر اعلان فرمایا ''اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا''یعنی جو دین میں لے کر آیا وہ آج مکمل ہو گیا اور اللہ کی نعمتیں پوری ہو چکی ہیں، اب ساری اُمت پر ضروری ہے کہ اس دینِ محمدیؐ میں کچھ کمی اور زیادتی کئے بغیر سو فیصد عمل پیرا ہو جائے، تو یقیناً کامیابی و کامرانی اور فوز وفلاح ان کی مقدر ہوگی۔

اس سے معلوم ہوا کہ آپ کی حیات خود ایک معجزہ ہے کہ اس قدر قلیل مدت (یعنی تیئیس سالہ نبوی دور) میں نبوت کا فریضہ بلا کسر وکمی کے پورا فرمایا، یہ رہی آپ کی زندگی، اور آپ انہیں اخلاق وکردار کے نتیجے میں ہر ایک کے پسندیدہ وگرویدہ اور مقبول ومنظور بن گئے، اسی لئے کہا جاتا ہے کہ ''فتحت المدینۃ بالاخلاق'' جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو اس وقت وہاں یہود نہ صرف آباد تھے بلکہ وہ قبائل کے سردار تھے، مگر چند ہی مدت کے اندر سارا مدینہ اسلامی پرچم کے تلے آ گیا، اور مسلمانوں کی شان وشوکت رعب اور دبدبہ اس قدر بڑھا کہ یہود کو یہ اعلان سنایا گیا کہ جو مدینہ منورہ میں قیام پذیر ہوگا اس کا مسلمان ہونا ضروری ہے ورنہ وہ کسی اور جگہ منتقل ہو جائے، مدینہ میں ہی نہیں بلکہ سارے ہی عرب پر یہ سلطنت کا سبب بس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق تھے۔

اخلاق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پہلی مثال: بخاری و مسلم شریف میں بروایت حضرت انس رضی اللہ عنہ مروی ہے: وہ فرماتے ہیں کہ ایک روز ہم سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ایک دیہاتی آیا اور مسجد میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنے لگا یہ دیکھ کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس سے کہنے لگے ٹھہر جا! ٹھہر جا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سن کر ارشاد فرمایا کہ اُسے چھوڑ دو اور پیشاب کرنے دو کیونکہ اگر تمہارے دھمکانے سے اس کا پیشاب رُک گیا تو اس کے لئے تکلیف دہ ہوگا پھر اس طرح سے اس کا پیشاب جو ایک ہی جگہ ہے افراتفری میں کئی جگہ پھیل جائیگا، صحابہ نے اس کو چھوڑ دیا، اور اس دیہاتی نے جب پورا پیشاب کر لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس کو بلایا اور نہایت شفقت و مہربانی سے فرمایا ''ان ھذہ المساجد لا تصلح لشیئ من ھذا البول والقذر انما ھی لذکر اللہ والصلوۃ وقرأۃ القرآن۔(صحیح مسلم)'' مسجدیں پیشاب و گندگی وغیرہ کے لئے نہیں ہیں بلکہ ذکرِ الٰہی اور نماز و قرآن پڑھنے کے لئے ہیں، راویٔ حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجلس میں سے ایک آدمی کو حکم دیا اس نے ایک ڈول پانی لا کر پیشاب پر بہا دیا۔

اس سے وہ دیہاتی اس قدر متأثر ہوا کہ اپنے قریہ پہنچ کر آواز لگائی کہ میں مدینہ میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملا بخدا ان سے بڑھ کر نرم اخلاق والا پوری کائنات میں نہ ہوگا، پُر اثر انداز میں تعریفی جملے کہے کہ سب کو آپ کی ملاقات کا اشتیاق ہوا، آئے اور نبی کے عاشق ہو گئے، اور سب کے سب مشرف با سلام ہو گئے۔

اخلاق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دوسری مثال: اور اسی طرح حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے، قبولِ اسلام سے پہلے اسلام دشمن طاقت کے سربراہ تھے، خالد کی شجاعت کا ہر ایک لوہا مانتا تھا، اسلام کی

دوسری عظیم جنگ، جنگِ اُحد میں مسلمانوں کی کایہ اُلٹنے میں خالد ہی کا بڑا کردار رہا، ہر ہمیشہ مسلمانوں کے خلاف آگ بھڑکانے میں مصروف ومشغول رہتے تھے، اس کے باوجود فتح مکہ کے دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خالد بن ولید کے قریبی رشتہ دار سے فرمایا کہ مجھے حیرت ہے کہ خالد بن ولید جیسے ذہین وفطین، ہوشیار و سمجھدار انسان کو کیوں اسلام اب تک سمجھ میں نہیں آیا، وہ آدمی آپ کی بات کو من وعن خالد بن ولید کو سنایا، تو آپ کی دل کی دنیا جاگ گئی، پژمردہ قلب میں حیات کے آثار انگڑائیاں لینے لگے پھر کیا تھا دربارِ رسالت میں حاضر ہو گئے اللہ کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے اخلاق کا مظاہرہ فرمایا کہ ایک لخت ساری خطاؤں اور لغزشوں کو معاف فرمایا تو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ دائرۂ اسلام میں داخل ہو گئے۔

سبحان اللہ یہ تھے اخلاقِ نبوی، یہ تھی سیرتِ طیبہ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات وزیست کے متعلق جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس کا حق ادا نہیں ہوگا۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے کیا خوب بات فرمائی ہے ؎

وَاَحۡسَنَ مِنۡكَ لَمۡ تَرَ قَطُّ عَيۡنِيۡ

وَاَجۡمَلَ مِنۡكَ لَمۡ تَلِدِ النِّسَاءُ

خُلِقۡتَ مُبَرَّاً مِّنۡ كُلِّ عَيۡبٍ

كَاَنَّكَ قَدۡ خُلِقۡتَ كَمَا تَشَاءُ

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ حسین میری آنکھوں نے نہیں دیکھا، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ خوبصورت آج تک کسی ماں نے کوئی بچہ جنم نہیں دیا، حقیقت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر عیب سے پاک پیدا کئے گئے ہیں، ایسا لگتا ہے کہ گویا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسمِ اطہر آپ کی اپنی خواہش کے مطابق سجایا گیا ہے۔

عظیم الشان رسول ﷺ کی عظیم صفات

حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری علیہ الرحمہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

لَقَدۡ جَآءَکُمۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ اَنۡفُسِکُمۡ عَزِیۡزٌ عَلَیۡہِ مَا عَنِتُّمۡ حَرِیۡصٌ عَلَیۡکُمۡ بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ رَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَقُلۡ حَسۡبِیَ اللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ عَلَیۡہِ تَوَکَّلۡتُ وَ ہُوَ رَبُّ الۡعَرۡشِ الۡعَظِیۡمِ۔ (سورۃ التوبۃ:۱۲۸،۱۲۹)

عظیم المرتبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات: ربط: یہ آیاتِ پاک سورۂ توبہ کی آخری آیات ہیں۔ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے ارشاد کے بموجب، نزول کے اعتبار سے، قرآن پاک کی آخری آیات ہیں ان میں ایک الوداعی پیغام ہے جو تمام انسانیت کو دیا گیا ہے اور اس عظیم المرتبت رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی صفات بیان کی گئی ہیں جس کے ذریعہ انسانیت کو قرآنِ کریم جیسی لازوال دولت نصیب ہوئی ہے اور جن کے لائے ہوئے دین کے ساتھ ہمیشہ کے لئے انسانیت کی فلاح وبہبودی وابستہ کردی گئی ہے۔

اور چونکہ اس سورت میں اُمت کو ایسے اہم احکام دیئے گئے ہیں جو عام طبیعتوں کو ناگوار اور کچے مسلمانوں پر بھاری ہوسکتے ہیں اس لئے آخر سورت میں پہلے تو قرآنِ پاک کی یہ تاثیر دوبارہ بیان فرمائی گئی ہے کہ اس سے اہل ایمان کے ایمان کی بالیدگی اور تازگی نصیب ہوتی ہے اور اس کے بعد قرآن پاک لانے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات بیان کی ہیں تاکہ اُمت قرآنِ پاک، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور احکامِ الٰہی کی قدر پہچانے۔ ارشاد فرماتے ہیں --- بلاشبہ تمہارے پاس تم ہی میں سے عظیم المرتبت رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تشریف لائے ہیں --- جن کے حسب ونسب،

اخلاق و عادات اور دیانت و امانت سے تم خوب واقف ہو۔ وہ تم ہی میں پیدا ہوئے ہیں اس لئے اول سے لے کر آخر تک ان کی ساری باتیں تمہاری نگاہوں کے سامنے ہیں۔ ان کا لڑکپن بھی تم میں گذرا، ان کی جوانی کے دن بھی تم میں بسر ہوئے، پھر جب انھوں نے نبوت کا اعلان کیا تو تم سے چھپ کر زندگی بسر نہیں کی، بلکہ ان کی ساری باتیں تم اپنی کھلی آنکھوں دیکھتے رہے ہو۔ پھر جو حالات گذرنے تھے وہ بھی گذرے، ان کی مظلومی اور بے کسی کے دور بھی تم نے دیکھے اور فتح وکامرانی کو ان کے قدم چومتے بھی دیکھ لیا، غرض تم میں کوئی نہیں جو ان کی بے داغ زندگی کا شاہد نہ ہو، اور کوئی نہیں جس نے ان کی ایک ایک بات کی سچائی آزما نہ لی ہو۔

وہ صفات جو قیادت کے لئے ضروری ہیں

بلاشبہ وہ عظیم المرتبت رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں۔ وہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تمام اولاد کے سردار ہیں، انھوں نے خود اپنا مقام اس طرح واضح فرمایا ہے۔

اَنَا قَائِدُ الْمُرْسَلِیْنَ، وَلَا فَخْرَ، وَاَنَا خَاتِمُ النَّبِیِّیْنَ وَلَا فَخْرَ، وَاَنَا اَوَّلُ شَافِعٍ وَمُشَفَّعٍ وَلَا فَخْرَ۔ (دارمی عن جابر رضی اللہ عنہ)

ترجمہ: میں رسولوں کا پیشوا، میں نبیوں کا خاتم ہوں، میں سب سے پہلے سفارش کرنے والا ہوں اور میری سفارش پہلے قبول کی جائے گی۔ اور یہ باتیں فخریہ بیان نہیں کر رہا ہوں بلکہ بطورِ اظہار حقیقت کہہ رہا ہوں۔

ترجمان القرآن والسنۃ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ارشاد فرماتے ہیں کہ "اللہ پاک نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام انبیاء علیہم السلام پر اور تمام آسمانوں کے رہنے والوں پر برتری اور فضیلت بخشی ہے" لوگوں نے دریافت کیا کہ آسمان والوں پر فضیلت کیسے معلوم ہوئی؟ حضرت رض نے فرمایا کہ اللہ پاک نے آسمان والوں کے حق میں فرمایا ہے کہ:

وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّىْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ۭ كَذٰلِكَ

نَجۡزِی الظّٰلِمِیۡنَ۔ (سورۃ الانبیاء:۲۹)

ترجمہ: اور فرشتوں میں سے جو شخص کہے کہ ''میں اس کے علاوہ معبود ہوں، تو ہم اس کو جہنم کی سزا دیں گے ظالموں کو ہم ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں۔

اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں ارشاد فرمایا ہے کہ:

اِنَّا فَتَحۡنَا لَکَ فَتۡحًا مُّبِیۡنًا، لِیَغۡفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡۢبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ۔ (سورۃ الفتح:۲،۱)

ترجمہ: بے شک ہم نے آپ کو کھلی فتح بخشی، تاکہ اللہ پاک آپ کی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف فرمادیں!

لوگوں نے دریافت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت انبیاء پر کیسے معلوم ہوئی؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اللہ پاک نے دیگر انبیاء علیہم السلام کے بارے میں تو ارشاد فرمایا ہے کہ:

وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوۡمِہٖ لِیُبَیِّنَ لَہُمۡ، فَیُضِلُّ اللّٰہُ مَنۡ یَّشَآءُ۔ (سورۃ ابراھیم:۴)

ترجمہ: اور ہم نے تمام (پہلے) پیغمبروں کو ان ہی کی قوم کی زبان میں پیغمبر بنا کر بھیجا، تاکہ وہ انہیں کھول کر سمجھا دیں، پھر جس کو اللہ پاک چاہیں گمراہ کرتے ہیں۔

اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں ارشاد فرمایا ہے کہ:

وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ۔ (سورۃ سبا:۲۸)

ترجمہ: اور ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے واسطے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔

اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت تمام انس وجن کے لئے ہے۔ (لہٰذا عموم بعثت سے فضیلت ثابت ہوئی)۔ (مشکوٰۃ، ص:۵۱۵)

اور اس عظیم المرتبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) --- جنھیں تمہارا دشواری میں پڑنا شاق گذرتا ہے --- یعنی جس چیز سے تم کو تکلیف یا سختی پہنچے وہ ان پر بہت بھاری ہے وہ تمہارا دکھ برداشت نہیں کر سکتے۔ تمہاری ہر تکلیف ان کے دل کا غم بنجاتی ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ اُمت پر آسانی ہو وہ دنیا میں سرخرو ہو۔ اور آخرت میں عذاب سے محفوظ رہے۔

(۲) --- جو تمہاری فلاح کے بڑے خواہشمند ہیں --- یعنی تمہاری خیر خواہی اور نفع رسانی کی خاص تڑپ ان کے دل میں ہے۔ تم دوزخ کی طرف دوڑے جارہے ہو اور وہ تمہاری کمریں پکڑ کر روکتے ہیں۔ ان کی بڑی کوشش اور آرزو یہ ہے کہ اللہ کے بندے بھلائی اور کامیابی سے ہم کنار ہوجائیں۔ تمہاری ہدایت کے لئے ان کا دل ہمیشہ مضطرب رہتا ہے اگر ان کے بس میں ہوتا تو ہدایت وسعادت گھونٹ کر تمہیں پلادیتے۔

(۳) --- جو مسلمانوں پر بے حد شفیق، نہایت مہربان ہیں --- پس اے لوگو! ایمان لاکر ان کی شفقت ومہربانی کے سزاوار بنو!۔

بس اگر لوگ منہ موڑیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ان سے) فرمادیں کہ ''میرے لئے اللہ پاک (کا سہارا) کافی ہے۔ ان کے سوا کوئی معبود نہیں، انھیں پر میں نے بھروسہ کیا، اور وہ عرش عظیم کے مالک ہیں'' --- یعنی اگر لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفقت ومہربانی کی قدر نہ کریں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پروانہ کریں، اگر ساری دنیا بھی آپ سے منہ پھیر لے تو تنہا اللہ تعالیٰ آپ کے لئے کافی ہیں جس کے سوا نہ کسی کی بندگی ہے، نہ کسی پر بھروسہ، زمین وآسمان کی سلطنت اور عرش عظیم کا مالک وہی ہے، سب نفع ونقصان ہدایت وضلالت اسی کے ہاتھ میں ہے۔

قوم کی رہنمائی اور قیادت کے لئے تین وصف ضروری ہیں: سردار اپنی قوم کے لئے سراپا شفقت ورحمت ہو، ان کی فلاح وبہبود کی خواہش سے اس کا دل لبریز ہو، اور ان کی ہر تکلیف اس کے دل کا درد وغم بن جائے۔

خُلقِ عظیم کی ایک جھلک

حضرت مولانا محمد عبدالقیوم صاحب حقانی مدظلہ

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ الضُّبَعِيُّ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ خَدَمْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَشْرَ سِنِيْنَ فَمَا قَالَ لِيْ اُفٍّ قَطُّ وَمَا قَالَ لِشَيْءٍ صَنَعْتُهُ لِمَ صَنَعْتَهُ وَلَا لِشَيْءٍ تَرَكْتُهُ لِمَ تَرَكْتَهُ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ اَحْسَنِ النَّاسِ خُلُقًا وَلَا مَسِسْتُ خَزًّا قَطُّ وَلَا حَرِيْرًا قَطُّ وَلَا شَيْئًا كَانَ اَلْيَنَ مِنْ كَفِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَلَا شَمَمْتُ مِسْكًا قَطُّ وَلَا عِطْرًا كَانَ اَطْيَبَ مِنْ عَرَقِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ۔

ترجمہ: (امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہم کو) قتیبہ بن سعید نے یہ حدیث بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو جعفر بن سلیمان ضبعی نے ثابت کے حوالہ سے بیان کیا اور انہوں نے یہ روایت حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے دس برس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کی ہے مجھے کبھی کسی بات پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُف تک بھی نہیں فرمایا، نہ کسی کام کے کرنے میں یہ فرمایا کہ کیوں کیا اور اسی طرح نہ کبھی کام کے نہ کرنے پر یہ فرمایا کہ کیوں نہیں کیا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اخلاق میں تمام دنیا سے بہتر تھے (ایسے ہی خلقت کے اعتبار سے بھی حتی کہ) میں نے کبھی کوئی ریشمی کپڑا یا خالص ریشم یا کوئی اور نرم چیز ایسی نہیں چھوئی جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بابرکت ہتھیلی سے زیادہ نرم ہو اور میں نے کبھی کسی قسم کا مشک یا کوئی عطر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پسینہ کی خوشبو سے زیادہ خوشبودار نہیں سونگھا۔

حضرتِ انس رضی اللہ عنہ خدمتِ نبویؐ میں

قَالَ خَدَمْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ...... حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کا شرف دس سال تک حاصل رہا۔ عَشْرَ سِنِيْنَ کی تصریح ہے۔ بعض روایات میں تِسْعَ سِنِيْنَ کی تصریح ہے تو یہ کسر کے حذف اور شمار پر محمول ہوگا، جن روایات میں کسر کا حذف ہے۔ وہاں نو سال کی تصریح ہے اور جن میں کسر کو شمار کیا گیا ہے، وہاں دس سال کا ذکر آ گیا ہے۔ اس قسم کے اطلاقات مجازی ہوتے ہیں۔

بعض روایات میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ کام کاج کے لئے کوئی لڑکا تلاش کر کے لاؤ۔ یہ کام حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے حوالے کیا گیا، جبکہ بعض دوسری روایات میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کو خود اُن کی والدہ لے آئیں اور بارگاہِ نبوت میں پیش فرمایا، مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں روایات درست ہیں اور ان میں کوئی منافاۃ نہیں ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ وہ لڑکا تلاش کر کے لائیں، وہ تلاش میں ہوں کہ اس دوران حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ خود اُنہیں لا کر حاضر خدمت ہوئی ہوں یا کسی سے سنا ہو کہ آپ کو خادم کی ضرورت ہے اور تلاش جاری ہے۔ تب لائی ہوں کہ اس سے بڑھ کر موقع سعادت اور کیا ہو سکتا ہے۔

ناگوار اُمور پر اُف تک نہ کہا

فَمَا قَالَ لِيْ اُفٍّ قَطُّ...... حضرت انس رضی اللہ عنہ بارگاہِ نبوت میں اپنی خدمت وصحبت کا دس سالہ مشاہدہ بیان فرماتے ہیں کہ گھر کے خادم ہونے کے ناطے دانستہ یا نادانستہ مجھ سے فروگذاشتیں بھی ہوتی ہوں گی، کوتاہیاں تو لازمۂ بشریت ہیں، مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی ناراض نہ ہوئے اور کسی بھی ناگوار امر پر ہلکی سے ہلکی تنبیہ کرتے ہوئے اُف تک بھی نہیں کہا اور نہ کبھی یہ کہا یہ کام کیوں کیا اور نہ کبھی یہ کہا کہ یہ کام کیوں چھوڑا۔

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ، اتباعِ سنت کا کامل نمونہ

اس موقع پر مجھے اپنے شیخ ومربی، اپنے استاذ امیر المؤمنین فی الحدیث شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ بے اختیار یاد آنے لگے۔ وہ ایک سچے عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ اتباعِ سنت میں کامل تھے۔ مجھے دس سال کی خدمت، صحبت، قربت، سفر وحضر کی رفاقت کا موقع میسر آیا۔ حضرت کے ساتھ علمی ودینی کام کئے۔ تدریسی کام انتظامی اُمور، حضرت کے شب وروز کے کاموں میں معاونت کے علاوہ سیاسی رفاقتیں بھی رہیں۔ حضرت کے حینِ حیات اُن کے حکم بلکہ ان کی موجودگی میں جمعہ، عیدین، تبلیغی واصلاحی اجتماعات اور حضرت ہی کی جانب سے بعض بڑے بڑے سیاسی جلسوں میں تقریر وبیانات اور خطاب کے مواقع ملتے رہے، مگر قربان جاؤں حضرت شیخ کی اداو اندازِ تربیت پر، اس طویل عرصۂ خدمت ورفاقت میں حضرتؒ نے مجھے کبھی اُف تک نہ کہا، بلکہ تحریر وتقریر بیان وخطاب میں بھی نہ کبھی موضوع دیا، نہ عنوان، نہ مشورہ، نہ نقد وجرح، نہ اعراض بلکہ ہر موقع پر مسرت وخوشی کا اظہار فرماتے اور ڈھیروں دُعاؤں سے نوازتے اور یہ کیوں نہ ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت تھی۔ سنت پر عمل ان کی طبیعت ثانیہ بن چکی تھی۔

ابونعیم کی روایت

بہرحال یہاں تو اسی قدر نقل ہے۔ وَهٰذَا الْحَدِيْثُ رَوَاهُ اَبُوْ نُعَيْمٍ عَنْ اَنَسٍ اَيْضًا بِلَفْظِ خَدَمْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشَرَ سِنِيْنَ فَمَا سَبَّنِيْ قَطُّ وَمَا ضَرَبَنِيْ ضَرْبَةً وَلَا انْتَهَرَنِيْ وَلَا عَبَسَ فِيْ وَجْهِيْ وَلَا اَمَرَنِيْ بِاَمْرٍ فَتَوَانَيْتُ فِيْهِ فَعَاتَبَنِيْ عَلَيْهِ فَاِنْ عَاتَبَنِيْ اَحَدٌ قَالَ دَعُوْهُ وَلَوْ قُدِّرَ شَيْءٌ كَانَ ۔ (مواہب، ص:۲۵۲)

(اور یہی حدیث ابونعیم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں ذکر کی ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دس سال تک خدمت کی نہ تو کبھی مجھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بُرا بھلا کہا اور نہ کبھی مجھے معمولی طور پر مارا اور نہ مجھے ڈانٹا اور نہ میرے سامنے کوئی تیوری چڑھائی اور نہ مجھے کسی کام میں سستی کرنے پر جھڑکا۔ بلکہ اگر کوئی عتاب کرتا اور جھڑکتا تو فرماتے بھائی! اس کو جانے دو، کچھ نہ کہو جو مقدور تھا وہ ہوکر رہتا ہے)۔

رضا بالقضاء

حضرت انس رضی اللہ عنہ ہوں یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیگر خدام ومحبین اور صحابہ کرام رض، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ان کو اُف تک نہ کہنا یہ کمالِ اخلاص اور غایت تواضع کی بناء پر تھا۔خدام کے افعال، کوتاہیوں اور افراط وتفریط کو ان کا اپنا فعل نہ سمجھتے، بلکہ سب کچھ منجانب اللہ تصور کرتے تھے اور اسی پر راضی ہوتے تھے۔**فَكَانَ يَشْهَدُ اَنَّ الْفِعْلَ مِنَ اللهِ وَلَا فِعْلَ لِاَنَسٍ فِي الْحَقِيْقَةِ فَلَا فَاعِلَ اِلَّا اللهُ وَالْخَلْقُ الْآنَ وَسَائِطُ فَالْغَضَبُ عَلَى الْمَخْلُوْقِ فِيْ شَيْئٍ فَعَلَهٗ اَوْ تَرَكَهٗ يُنَافِيْ كَمَالَ التَّوْحِيْدِ كَمَا هُوَ مُقَرَّرٌ فِيْ عِلْمِهٖ مِنْ وَحْدَةِ الْاَفْعَالِ**۔(مواہب،ص:۲۵۲)(پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ شہادت ہوئی کہ یہ دراصل حضرت انس رضی اللہ عنہ کا فعل نہیں ہوا کرتا بلکہ اللہ ہی کی ذات سب کچھ کرتی ہے تو درحقیقت ہر چیز کے فاعل (کرنے والے) اللہ ہی ہیں اور ساری مخلوق صرف وسائط اور ذرائع کے درجہ میں ہے پس مخلوق پر غیظ وغضب کسی ایسے اُمور میں کہ اس نے ہی اسے کیا ہے یا چھوڑا ہے یہ کمال توحید کے منافی ہوا جیسا کہ علم خداوندی میں افعال کی وحدت مقرر اور ثابت شدہ ہے) جیسا کہ اوپر ابونعیم کی روایت میں تصریح ہے۔**ولو قدر شيئ كان** کہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے، وہی ہوتا ہے، مقدر میں ہوتا تو ہوجاتا۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں پر رضا بالقضاء کا دلچسپ مضمون لکھا ہے:

یہ محبوب کے فعل کے ساتھ غایتِ لذت ہے، اور صوفیہ کی اصطلاح میں رضا برقضا کی اصل اور سند ہے۔رابعہ بصریہ رح کا مشہور مقولہ ہے، جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اے اللہ! اگر تو میرے ٹکڑے ٹکڑے بھی کرڈالے تو میری محبت میں اس سے کچھ اضافہ ہی ہوگا اور کاملین صوفیہ کے تمام ہی حالات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے مختلف احوال سے اخذ کئے گئے ہیں، لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس جامعیت کے کمال پر تھی۔ بعد میں جامعیت کا یہ درجہ نہیں رہ سکا۔اس لئے حضراتِ صوفیہ کرام میں کسی جگہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کسی عادت کا ظہور ہوا اور کسی جگہ کسی دوسری حالت کا شیوع ہوا۔یہاں یہ بات قابل

لحاظ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ معاملہ اپنی ذات کے متعلق تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ذات کے لئے کبھی بھی انتقام نہیں لیا۔ البتہ اللہ جل شانہ کی کسی حرمت کی ہتک کی جائے (مثلاً کسی حرام چیز کا ارتکاب کیا جائے) تو اس کا بدلہ ضرور لیتے تھے۔ (خصائل، ص: ۳۰۴)

وذکر الشیخ ابراھیم البیجوری رحمہ اللہ ماقال لی لشیٔ صنعتہ لم صنعتہ ولالشیٔ ترکتہ لم ترکتہ ای لشدۃ وثوقہ ویقینہ بالقضاء والقدر ولذلك زاد فی روایۃ ولکن یقول قدر اللہ وماشاء فعل ولو قدر اللہ کان ولو قضی لکان۔ (مواہب، ص: ۲۵۲) (شیخ ابراہیم البیجوری رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خادم حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جب کبھی کوئی کام کیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے یہ نہیں کہا کہ یہ کیوں کیا ہے اور نہ جب میں نے کوئی کام چھوڑ دیا ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہو کہ یہ کیوں چھوڑ دیا (یہ اس لئے) کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قضا و قدر پر پورا یقین اور مکمل اعتماد رکھتے تھے۔ اسی لئے تو ایک روایت میں یہ زیادتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ فرمایا کرتے کہ جو اللہ نے مقدر کیا اور وہ جو بھی چاہتا ہے کرتا ہے (یا یہ فرماتے) کہ جو اللہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے، جو قضا و قدر میں مقدر ہو ویسے ہی ہو جاتا)۔

سیرت وسوانح کا ایک عظیم باب

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے چند جملے حضور اقدس کی سیرت وسوانح کا ایک عظیم باب ہیں۔ آپ کے کریمانہ اخلاق، صبر، حسنِ معاشرت، حلم وعلم، تحمل وبردباری، عفو، چشم پوشی وتسامح، زبان کی عفت وعصمت، خدام پر شفقت وتالیفِ قلوب اور وسعتِ رحمت وعنایت کی ایک خوبصورت منظر کشی ہے۔ علامہ بیجوریؒ اسی بات کا اپنے الفاظ میں تذکرہ کر رہے ہیں۔

وفی ذلك بیان کمال خلقہ وصبرہ وحسن عشرتہ وعظیم حلمہ وصفحہ وترك العقاب علی مافات وصون اللسان عن الزجر والذام للمخلوقات وتالیف خاطر الخادم بترك معاتبتہ علی کلا الحالات وھذا کلہ

فی الامور المتعلقة بحظ الانسان۔ (مواہب، ص: ۲۵۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی عظمت ومقام

نیز اس سے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی فضیلت وعظمت، خدمت واطاعت اور کمال محبت کا بھی اندازہ لگ جاتا ہے کہ وہ مکمل دس سال تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں رہ کر کسی بھی خلافِ شرع امر کے مرتکب نہیں ہوئے، کیونکہ خلافِ شرع کام پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سکوت ممکن ہی نہ تھا۔ اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیر شرعی اُمور کے ارتکاب میں تسامح نہیں فرماتے بلکہ (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت مستمرہ تھی) کہ جب کبھی اللہ تعالیٰ کے محارم (ممنوعات) کی بے حرمتی کی جاتی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غیظ وغضب بڑھ جاتا تھا۔ چنانچہ علامہ بیجوریؒ اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ فلا یتسامح فیه لانه اذا انتهك شیئ من محارم الله اشتد غضبه وهذا یقتضی ان انسا لم ینتهك شیئا من محارم الله ولم یرتكب ما یوجب المواخذة شرعا فی مدة خدمته له صلی الله علیه وسلم ففی ذلك منقبة عظیمة له وفضیلة تامة۔ (مواہب، ص: ۲۵۲)

اخلاقِ حمیدہ

وَكَانَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم مِنْ اَحْسَنِ النَّاسِ خُلُقًا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اخلاق کے لحاظ سے تمام لوگوں سے احسن وافضل تھے۔ اس سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایسے اخلاقِ حمیدہ کا بیان تھا، جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے متعلق تھا۔ یہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان اخلاقِ حسنہ کا بیان ہے، جو عام لوگوں کے ساتھ تھے۔ گویا یہ تعیم بعد تخصیص ہے۔ هذا شانه مع عموم الناس لامع خصوص انس قال تعالیٰ وَاِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ، وَقَالَ! وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِیْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ۔ (مواہب، ص: ۲۵۳) (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایسے حسن اخلاق کا یہ برتاؤ صرف حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ساتھ مخصوص نہ تھا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو عام لوگوں کے ساتھ برتاؤ میں حسن اخلاق کے پیکر تھے اللہ تعالیٰ نے وَاِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ (اور تمہارے

اخلاق بڑے عالی ہیں) میں عالی اخلاق پر ہونے کی سند عطا فرمائی اور فرمایا کہ "اگر تم بدخو اور سخت دل ہوتے تو یہ لوگ تمہارے پاس سے بھاگ کھڑے ہوتے)۔

جب مہر نمایاں ہوا سب چھپ گئے تارے   تو مجھ کو بھری بزم میں تنہا نظر آیا

مبارک ہاتھوں کی ملائمت

وَلَا مَسِسْتُ خَزًّا...... یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلندیٔ اخلاق اور عظمتِ خلق کی طرح اپنی خلقت میں بھی انتہائی لطیف اور حسین وجود رکھتے تھے۔ یہ الفاظ اس سے ماقبل بیان کردہ روایت انه شن الکف (ای غلظهما) کے منافی نہیں ہے۔ لان المراد انه کان ناعما غلیظ اللحم والعظم فاجتمع له نعومة البدن وقوته ۔(مناوی، ج:۲،ص:۱۹۲) (اس لئے کہ ان (دونوں روایات کا حاصل) اور مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بدن مبارک نرم و ملائم ہونے کے ساتھ (ہڈی اور جوڑوں کی حیثیت سے) انتہائی مضبوط اور طاقتور تھا۔ تو گویا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بدن اور اعضاء کی قوت کے ساتھ ان کے ملائم ہونے کی کیفیت مجتمع تھی)۔

حدیث مسلسل بالمصافحہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں

اس حدیث کے اخیر جزء کے متعلق ایک عجیب قصہ ہے، جس سے حضراتِ صحابہ کرامؓ اور محدثین رضی اللہ عنہم اجمعین کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غایتِ محبت اور عشق کا پتہ چلتا ہے، وہ یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ غایتِ فرحت ولذت کے ساتھ کہنے لگے کہ میں نے اپنے اِن ہاتھوں سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مصافحہ کیا۔ میں نے کبھی کسی قسم کا حریر ریشم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں سے زیادہ نرم نہیں دیکھا۔ شاگرد نے جس کے سامنے یہ حدیث بیان کی، اسی شوق سے عرض کیا کہ میں بھی ان ہاتھوں سے مصافحہ کرنا چاہتا ہوں، جن ہاتھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مصافحہ کیا۔ اُس کے بعد سے یہ سلسلہ ایسا جاری ہوا کہ آج ساڑھے تیرہ سو برس سے زیادہ تک یہ سلسلہ جاری ہے

اور مصافحہ کی حدیث سے یہ مشہور ہے کہ اس حدیث میں مسلسل مصافحہ ہوتا آیا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ مسلسلات میں بھی اس کو ذکر کیا ہے، جس کے ذریعہ سے میرے اُستاذ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ تک بھی اسی طرح پہنچی۔ (خصائل، ص:۳۰۵)

وجودِ مسعود کی مبارک خوشبو

وَلَا شَمَمْتُ مِسْكًا قَطُّ...... یعنی یہ خوشبو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود مبارک کی اپنی خوشبو تھی، کوئی عطر یا مشک وغیرہ کی خوشبو نہیں تھی۔ اسحاق بن راہو یہ فرماتے ہیں ان تلك كانت رائحته بلا طيب کہ خوشبو بدون خوشبو لگائے ہوئے کے تھی۔ گویا خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجودِ اقدس ومطہر ہی کی تھی، نہ کہ اس پر لگائی ہوئی۔ ريحه الذاتية لا المكتبة (مناوی، ج:۲،ص:۱۹۲) آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجودِ مبارک طیّب ومطیب تھا، جس راستے سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گذرتے تھے، صحابہ کرامؓ آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشبو پاکر اسی راستے پر جاتے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پالیتے۔ رئیس المحدثین امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ تاریخ کبیر میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس راستے پر سے گذرتے اور کوئی شخص آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تلاش کرتا تو وہ خوشبو سے پہچان لیتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس راستہ سے تشریف لے گئے ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا مر فى طريق من طرق المدينة وجدوا منه رائحة الطيب وقالوا مر رسول الله صلى الله عليه وسلم من هذا الطريق (اخرج البزار وابو يعلىٰ) حضور سیدِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ منورہ کے بازاروں میں سے کسی بازار میں تشریف لے جاتے تو صحابہؓ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشبو پاکر اسی راستے سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پالیتے اور کہتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی راستے سے گذرے ہیں۔

ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت انس رضی اللہ عنہ کے گھر آرام فرمارہے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پسینہ آیا، فَجَاءَتْ أُمُّهُ بِقَارُورَةٍ تَجْمَعُ فِيهَا عَرَقَهُ فَسَأَلَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ عَنْ ذَالِكَ فَقَالَتْ نَجْعَلُهٗ فِيْ طِيْبِنَا وَهُوَ اَطْيَبُ الطِّيْبِ۔ تو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ ایک شیشی لائیں اور اس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پسینہ مبارک جمع کرنے لگ گئیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پسینہ کے جمع کرنے کے متعلق پوچھا تو انہوں نے جواب میں عرض کیا ہم اس کو اپنی خوشبو میں ملا دیں گے اور یہ پسینہ مبارک اعلیٰ درجے کی خوشبو ہے۔

اور ایک روایت میں یہ بھی ہے قَالَتْ يَارَسُوْلَ اللهِ نَرْجُوْا بَرْكَتَهٗ لِصِبْيَانِنَا قَالَ اَصَبْتِ وروی البخاری نحوہ کہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم قوی اُمید رکھتے ہیں کہ ہمارے بچے اس سے بابرکت ہو جائیں گے۔ شفیق اُمت مؤمنوں پر رؤف ورحیم پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے اُم سلیم! تو نے سچ کہا۔

صاحب مرقاۃ فرماتے ہیں: وفيه استحباب التبرك والتقرب بآثار الصالحين قيل لما حضر انس بن مالك الوفاة اوصى ان يجعل فی جنوبه من ذالك الطيب یعنی اس سے ثابت ہوا کہ اولیائے کرام کی نشانیوں کا تقرب اور تبرک حاصل کرنا مستحب ہے، کہا گیا ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے وصیت کی کہ اس خوشبو سے مجھے خوشبو لگائی جائے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر کسی سے مصافحہ کرتے تو تمام دن اس شخص کو اپنے ہاتھ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست ہائے مبارک کو چھونے کی بدولت خوشبو آتی رہتی اور اگر کسی بچے کے سر پر ہاتھ پھیر دیتے تو وہ بچہ اس خوشبو کی وجہ سے دوسرے بچوں میں پہچانا جاتا۔ جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الْاُوْلٰى ثُمَّ خَرَجَ اِلٰى اَهْلِهٖ وَخَرَجْتُ مَعَهٗ فَاسْتَقْبَلَهٗ وِلْدَانٌ فَجَعَلَ يَمْسَحُ خَدَّيْ اَحَدِهِمْ وَاحِدًا وَاحِدًا وَاَمَّا اَنَا فَمَسَحَ خَدِّيْ فَوَجَدْتُّ لِيَدِهٖ بَرْدًا اَوْرِيْحًا كَاَنَّمَا اَخْرَجَهَا مِنْ جُوْنَةِ عَطَّارٍ (رواہ مسلم) وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ظہر کی نماز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ادا کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھر تشریف لے جانے کے لئے مسجد سے نکلے۔ میں بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

ساتھ چل پڑا۔ پس جو بچے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے سے آتے تو ہر ایک کے رُخسار پر دست شفقت پھیرتے، جب میری باری آئی تو میرے دونوں رُخساروں پر اپنا ہاتھ مبارک پھیرا، میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ مبارک کی ٹھنڈک کو پایا اور خوشبو بھی پائی۔ وہ خوشبو ایسی تھی گویا کہ ابھی کسی عطر فروش کے ڈبیہ سے نکلی ہے۔

ایک حدیث شریف میں ہے: وَرُوِیَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ زَوَّجْتُ ابْنَتِیْ وَاُحِبُّ اَنْ تُعِيْنَنِیْ بِشَیْءٍ فَقَالَ: مَا عِنْدِیْ شَیْءٌ وَلٰكِنْ ائْتِنِیْ بِقَارُوْرَةٍ وَاسِعَةِ الرَّأْسِ وَعُوْدِ شَجَرَةٍ. فَاَتَاهُ بِهِمَا فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْلُتُ لَهٗ فِيْهَا مِنْ عَرَقِهٖ حَتّٰى امْتَلَئَتِ الْقَارُوْرَةُ. فَقَالَ خُذْهَا وَاْمُرْ اِبْنَتَكَ اَنْ تَغْمِسَ هٰذَا الْعُوْدَ فِی الْقَارُوْرَةِ وَتَطَيَّبَ بِهٖ. فَكَانَتْ اذا تَطَيَّبَتْ يَشُمُّ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ رَائِحَةَ ذٰلِكَ الطِّيْبِ. (رواه الطبرانی وابو یعلی وابن عدی)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ میں اپنی بیٹی کی شادی کرنا چاہتا ہوں اور میری خواہش ہے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی میری امداد فرمادیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا میرے پاس تو اس وقت کچھ نہیں، مگر ہاں ایک کھلے منہ والی بوتل اور لکڑی کا ایک ٹکڑا لا، وہ لے آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مبارک بازوؤں سے پسینہ مبارک لے کر اس شیشی میں ڈالا اور فرمایا یہ لے جا اور اپنی لڑکی سے کہہ دے کہ اس شیشی سے اس لکڑی کے ذریعہ پسینہ مبارک لے کر بطور خوشبو استعمال کرے۔ چنانچہ جب کبھی وہ اس پسینہ مبارک کو بطور خوشبو استعمال کرتی تو تمام مدینہ منورہ اس خوشبو سے مہک جاتا۔

ابراہیم بن اسماعیل مزنی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے:

اَنَّهٗ اَرْدَفَنِیْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَالْتَقَمْتُ خَاتَمَ النُّبُوَّةِ بِفَمِیْ فَكَانَ يَنِمُّ عَلَیَّ مِسْكًا. یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے سواری پر اپنے پیچھے بٹھالیا۔ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مہر نبوت کو اپنے منہ کے اندر لے لیا تو اس سے مشک کی مہک اور لپٹ آرہی تھی۔

ملفوظاتِ رحیمی

عارف باللہ حضرت مولانا شاہ فضل الرحیم صاحب نور اللہ مرقدہ

وہ جدھر ہاتھ اُٹھائیں بادل اُتر آئیں

ارشاد فرمایا کہ کبھی بارش کی زیادتی بھی نقصان کا باعث بن جاتی ہے چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ دینے کیلئے منبر پر جلوہ افروز ہوئے تو ایک اعرابی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! بارش کے نہ ہونے کی وجہ سے سب کو تکلیف ہوگئی ہے جانور پیاس کی وجہ سے بے تاب ہوگئے ہیں اس لئے آپ دُعا کر دیجئے تاکہ بارش ہو جائے۔

فوراً نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دونوں دست مبارک کو اُٹھایا اور اللہ تعالیٰ سے دُعاء کی۔ نماز کے بعد لوگ گھروں کو پہنچنے نہ پائے تھے کہ بارش شروع ہوگئی یہاں تک کہ مسلسل ہوتی رہی اور ہفتہ بھر بارش ہی بارش تھی۔ پھر جب دوسرا جمعہ آیا تو وہی صحابی رضی اللہ عنہ دوبارہ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! بارش کی کثرت کی وجہ سے مکانات گر رہے ہیں مالی نقصانات ہو رہے ہیں۔ دُعاء کیجئے کہ بارش رُک جائے اس کو سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہنسی آگئی اور پھر دوبارہ دُعاء کرنے لگے ''اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا اَللّٰهُمَّ عَلَى الْاٰكَامِ وَالْاٰجَامِ وَالظِّرَابِ وَالْاَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ'' یعنی یا اللہ! برسایئے ہمارے آس پاس اور ہمارے اوپر نہیں، یا اللہ! ٹیلوں پر اور نیستانوں پر اور پہاڑوں پر اور نالوں پر اور درختوں کے موقعوں پر۔

یہ دُعاء کرنا تھا فوراً بادل ہٹنے لگے اور آسمان کھل گیا اور بارش رُک گئی۔

جو تم مسکراؤ تو سب مسکرائیں

ارشاد فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی کبھی کبھی مزاحیہ گفتگو فرمایا کرتے تھے ایک مرتبہ ایک بوڑھی عورت جارہی تھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بوڑھیاں جنت میں نہیں جائیں گی بڑھیا یہ سن کر رونا شروع کردی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں نماز پڑھتی ہوں روزہ رکھتی ہوں سب کچھ کرتی ہوں پھر جنت میں کیوں نہ جاؤں گی؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تو اس طرح بوڑھی بن کر جنت میں نہیں جائے گی بلکہ جوان ہوکر جائے گی۔ یہ سن کر بڑھیا بہت خوش ہوگئی۔

بھائی ایسا مزاح جس میں کسی کی توہین اور اذیت نہ ہو شریعت میں اس کی اجازت ہے۔

طبِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ارشاد فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں اہل مدینہ کے علاج کیلئے ایک طبیب باہر سے مدینہ منورہ کو آیا تھا کئی دن گذر گئے، مگر کوئی بیمار ہی نہیں آیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر اس نے شکایت کی کہ اتنا عرصہ گذرنے کے باوجود میرے پاس ایک مریض بھی نہیں آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہاں کے لوگوں کی یہ عادت ہے کہ جب تک اچھی بھوک نہیں لگتی کھانا نہیں کھاتے اور جب بھوک کچھ باقی رہتی ہے تو اس وقت کھانے سے ہاتھ کھینچ لیتے ہیں۔

یہ سن کر طبیب نے کہا کہ ٹھیک ہے یہاں لوگ جو تندرست نظر آتے ہیں اور کوئی بیمار ہی نہیں ہے اس کا راز بس یہی ہے اب مجھے یہاں رہنے کی ضرورت نہیں یہ کہہ کر وہ طبیب چل دیا۔

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ارشاد فرمایا: ایک مجذوب کا قول ہے کہ ظالم اگر ظلم کرے تو نہ پورا بدلہ لو نہ پورا صبر کرو بلکہ کچھ بدلہ لو تاکہ ادھر کا عذاب اس پر نہ آئے اور وہ ہلاک نہ ہوجائے۔ مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اصلی مذاق یہ تھا کہ آپ ظالموں پر بھی بددُعا نہ کرتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث کیے گئے۔

جیسا کہ حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے: وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

معجزات النبی ﷺ بعد وفات النبی ﷺ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ذاکر رحیمی صاحب نور اللہ مرقدہ

الہامی مدرسہ

مدرسۂ دارالعلوم دیوبند ایک الہامی مدرسہ ہے ۱۸۶۶ء مئی کی ۳۰/تاریخ کو اس کا آغاز کیا گیا۔ عمارت کی بنیاد رکھی گئی جب وقت آیا کہ بنیاد کو بھرا جائے اور تعمیر کا کام شروع کیا جائے تو مولانا رفیع الدین صاحب مہتمم ثانی دارالعلوم دیوبند نے خواب دیکھا کہ سرورِ کونین ﷺ اس زمین پر تشریف فرما ہیں دستِ مبارک پر عصا ہے اور فرما رہے ہیں کہ شمالی جانب جو بنیاد رکھی گئی ہے اس سے صحنِ مدرسہ چھوٹا اور تنگ رہے گا پھر آپ نے دس بیس گز شمال کی جانب ہٹ کر عصائے مبارک سے نشان لگایا کہ بنیاد یہاں ہونی چاہئے تاکہ مدرسہ کا صحن وسیع رہے (جہاں تک کہ اب صحن کی لمبائی ہے)۔

خواب دیکھنے کے بعد مولانا رفیع الدین نور اللہ مرقدہٗ علی الصبح بنیادوں کے معائنے کیلئے تشریف لے گئے تو رسول اللہ ﷺ کا لگایا نشان بدستور موجود پایا اسی کے مطابق بنیاد کھدوائی گئی اور مدرسہ کی تعمیر شروع ہوئی۔ (کتاب سیرۃ النبی بعداز وصال النبی، ج:۱ص:۱۴۰)

وسیلہ کی برکت

علامہ احمد ابن محمد قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ۸۸۵ھ میں جب مدینہ منورہ کی زیارت سے واپس آرہا تھا تو راستہ میں ایک ہرن میری خادمہ کو ٹکّر مار دیا جس سے وہ کئی دن تک سخت تکلیف میں مبتلا رہی میں نے محسن انسانیت نبی رحمت ﷺ کے وسیلہ سے اس کے لئے صحت کی دُعاء کی تو خواب میں دیکھا کہ ایک شخص کے ساتھ ایک جن ہے اور مجھے لگتا ہے کہ اسی جن نے ہرن کی صورت میں ٹکّر ماری تھی وہ شخص مجھ سے کہتا ہے کہ اس کو نبی اکرم ﷺ نے تمہارے پاس بھیجا ہے میں جن

کوڈانٹا اور قسم دی کہ آئندہ پھر ایسی حرکت نہ کرنا، اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی میں نے دیکھا کہ خادمہ پر تکلیف کا کوئی اثر نہیں تھا وہ بالکل تندرست ہوگئی تھی اس کے بعد میں نے اس کو علیحدہ کر دیا۔ (سیرتِ رسول عربیؐ، ص:۸۴۸)

آنکھوں پر دست مبارک پھیرا تو وہ ٹھیک ہوگئی

مرواح بن مقبل رحمۃ اللہ علیہ حسنی سید تھے قاہرہ میں رہتے تھے ان کی آنکھوں میں بادشاہ نے سلائی پھیر دی تھی جس کی وجہ سے دماغ نکل کر پھول گیا تھا اور بدبو دے رہا تھا آنکھیں بہہ کر بینائی بھی ختم ہو چکی تھی۔

ایک عرصہ بعد آپ مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور روضۂ اطہر کے قریب کھڑے ہو کر اپنا حال زار بیان کیا اور سو گئے خواب میں غمخوارِ اُمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائیں تو ان کی آنکھوں پر اپنا دستِ مبارک پھیرا جب بیدار ہوئے تو آنکھیں بالکل درست تھیں تمام مدینہ میں اس کا شہرہ ہو گیا جب قاہرہ واپس آئے تو بادشاہ ان کی آنکھوں کو ٹھیک پا کر بہت ناراض ہوا اس نے سمجھا جلّادوں نے شاید آنکھیں نہیں پھوڑی تھی جب لوگوں نے بتایا کہ یہ مدینہ طیبہ تک بہت تکلیف زدہ تھے اور اندھے ہی تھے وہاں پہنچ کر یہ واقعہ پیش آیا تب بادشاہ کا غصہ کافور ہوا اور وہ اپنی حرکت پر سخت نادم ہوا۔ (کتاب سیرۃ النبی بعد از وصال النبی، ج:۱ص:۱۴۰)

عجیب مہمان نوازی

محمد بن حسن التمیمی اکابر عارفین میں سے ہیں انہوں نے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ نے ان کو ایک روٹی عنایت فرمائی ہے اور وہ کھا رہے ہیں آنکھ کھلی تو باقی روٹی موجود ہے۔ (کتاب سیرۃ النبی بعد از وصال النبی، ج:۱ص:۱۵۴)

لمبی عمر کی خوشخبری

احمد بن حسن انقروی چھٹویں صدی کے عالم تھے روم کے شہر ''انقرا'' میں پیدا ہوئے اسّی سال کی عمر میں مصر تشریف لائے اور سخت بیمار ہوگئے اس وقت آپ کو نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بشارت دی کہ تو بڑی عمر کا ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا اس بیماری سے صحت یاب ہوگئے اور ایک سو بیالیس (۱۴۲) سال کی عمر پائی۔ (کتاب سیرۃ النبی بعداز وصال النبی، ج:۱ص:۱۶۵)

آنکھوں کی بینائی بحال ہوگئی

ایک بزرگ بینائی سے محروم ہوگئے تھے انہوں نے ایک رات رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا آپ ارشاد فرمارہے ہیں کہ تیری آنکھیں اچھی ہوجائیں گی اس خواب کے بعد پندرہ روز گذر گئے اور آنکھیں ویسی ہی رہی پھر جب دوبارہ زیارت ہوئی تو انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ میری آنکھیں اچھی ہوجائیں گی لیکن اب تک ویسی ہی ہیں اس پر طبیبِ اُمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ساہی یعنی خارپشت جانور کا خون اور لومڑی کا پتہ اپنی آنکھوں پر لگا جب انہوں نے بیدار ہوکر یہ عمل کیا تو آنکھوں کی بینائی بحال ہوگئیں۔

(کتاب سیرۃ النبی بعداز وصال النبی، ج:۳ص:۴۶)

ایک ہندی بزرگ کو محل کی خوشخبری

دہلی کے مشہور بزرگ حضرت شاہ حسن رسول نما اویسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بمقام قدم گاہ شریف پہاڑ گنج دہلی کے دروازے کے کنکروں پر ایک محل تعمیر فرماتے ہوئے دیکھا آپ فرمارہے ہیں کہ یہ محل تمہارے لئے ہے یعنے تمہارا مزار ہوگا میں نے عرض کیا میری کیا مجال کہ آپ کا قدم شریف نیچے ہوں اور میں اونچے مقام پر ہو آپ نے پھر وہی الفاظ دوہرائے میں نے پھر وہی عرض کیا بیدار ہوا تو شرمندگی ہوئی کہ میں آپ کی مرضی کے خلاف کیوں عرض کرتا رہا۔

حضرت رسول نما کا انتقال دہلی ہی میں ہوا اور اسی مقام پر دفن کئے گئے جہاں خواب میں نبی صادق ومصدوق نے محل تیار فرمایا تھا۔ آپ بہت اونچے مقام کے ولی تھے خواہشمند حضرات کو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کرایا کرتے تھے اسی لئے رسول نما کے لقب سے مشہور ہوئے۔ (کتاب سیرۃ النبی بعد از وصال النبی، ج:۳ص:۲۶۹)

تاریخ کی پہلی نعت خواں

حضرت شیماؓ کا نام سنتے ہی ایک پوری تاریخ نظروں میں گھومتی ہے، میرے لئے بے قابو اشکوں پر بند باندھنا ممکن نہیں رہتا۔ حضرت شیماؓ کو تاریخ کی پہلی نعت خواں خاتون ہونے کا اعزاز حاصل ہے، جو اس وقت بارگاہِ رسالت میں عقیدت کے پھول نچھاور کرتی رہیں، جب سرورِ کونین فداہ اَبی واُمی، سیدہ حلیمہؓ کی گود میں ایام رضاعت گذار رہے تھے۔ ان کے نعتیہ اشعار یا منظوم لوری کتب سیر میں یوں منقول ہے:

يَا رَبَّنَا أَبْقِ لَنَا مُحَمَّدًا — اے پروردگار! محمد کو ہمارے لئے باقی رکھ

حَتّٰى أَرَاهُ يَافِعًا وَأَمْرَدَا — تاکہ میں اسے لڑکپن اور جوانی میں دیکھوں

ثُمَّ أَرَاهُ سَيِّدًا مُسَوَّدَا — پھر آقا اور سردار بھی دیکھوں

وَاكْبِتْ أَعَادِيهِ مَعًا وَالْحُسَّدَا — اس کے دشمنوں اور حاسدوں کو ایک ساتھ کچل دے

وَأَعْطِهِ عِزًّا يَدُومُ أَبَدًا — اسے ایسی عزت دے جو ہمیشہ باقی رہے

ذرا اندازہ لگائیے کہ شیماؓ نے ان جذبات کا اظہار اس وقت کیا تھا، جب کسی کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ مکہ کے دُرِ یتیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مستقبل میں کیا شان ہونے والی ہے۔ (الاستیعاب۔ البدایہ والنہایہ)

اثر انگیز نصائح

طبیب الامۃ مرجع العلماء حضرت شاہ حکیم محمد کلیم اللہ صاحب دامت برکاتہم

اپنے نفس کو سُنت کے عوض بیچ دینا

فرمایا: احسان وسلوک میں مروجہ بیعت کا مطلب ہے، اپنے نفس کو سُنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عوض بیچ دینا۔ گویا مرید نے اپنے عزم وارادہ اور نفس کو شیخ کی ہدایت کے سامنے بیچ دیا۔ اور اپنی اَنا کو فنا اور پامال کردیا۔ اُس کے بدلے میں شیخ نے اُس کو اِتباعِ شریعت اور سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دولت عطا کی۔

متابعت میں کوتاہی ہو رہی ہے

فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احسانات ہم سب اُمتیوں پر بہت ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقوق بھی بہت ہیں۔ لیکن وہ سب حقوق تین کلی کے احاطے میں آئے ہوئے ہیں۔

(۱) محبت (۲) عظمت (۳) متابعت۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت اور عظمت تو ہر مسلمان کو ہے۔ متابعت میں کوتاہی ہو رہی ہے۔ ظاہر اور باطن (دونوں) میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکموں پر چلنا متابعت کہلاتا ہے۔ ہم لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم سُنّی ہیں۔ آپ جانتے ہیں سُنّی کس کو کہتے ہیں؟ بڑی موٹی سی بات ہے۔ جو (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی) سُنّتوں پر عمل کرے گا، وہ سُنّی کہلائے گا۔ آج ہم لوگ نام کے سُنّی ہو گئے ہیں۔ کام کے نہیں رہے۔

باطن بھی درست ہوجائے گا

فرمایا: حضرت والا شاہ ہردوئی نور اللہ مرقدہ زور دیا کرتے تھے سُنَنِ عادیہ پر۔ کیونکہ جب ظاہر میں سنت پر عمل کروگے، تو باطن بھی درست ہوجائے گا۔ باطن اچھا ہو، اور ظاہر کیسا بھی ہو، یہ بھی ٹھیک نہیں ہے۔ اور حضرت والاؒ اُس کی مثال دیا کرتے تھے کہ ایک عمدہ گھڑی ہے۔ اُس کا مشین بہت ہی اعلیٰ قسم کا ہے۔ اُس کا ڈائل بھی بہت اعلیٰ قسم کا ہے۔ لیکن اُس گھڑی میں سوئی نہیں ہے۔ صرف ایک سوئی کی کمی کی وجہ سے کتنی عمدہ اور قیمتی گھڑی کا کوئی مصرف نہیں ہے۔ وہ بے فائدہ ہے۔ وہیں دوسری جانب ظاہر میں تو گھڑی بہت عمدہ ہے۔ سب کچھ ہے، لیکن گھڑی کے اندر مشین نہیں ہے۔ تب بھی فائدہ نہیں ہوگا۔ دونوں چیزیں درست ہوں گی، تب ہی فائدہ ہوگا۔ اِسی لئے ظاہر و باطن، دونوں کو سنت کے مطابق بنانے کو کہا جاتا ہے۔

یہ کیسا عشق ہے ؟

فرمایا: مومن کے لئے ضروری ہے کہ ظاہر بھی ٹھیک ہو، اور باطن بھی ٹھیک ہو۔ آج اِن دونوں سے غفلت ہورہی ہے۔ ظاہر میں بھی خرابی اور باطن میں بھی خرابی۔ ظاہر کو کیسے بنایا ہے؟ یہود و نصاریٰ کے طریقے کو اختیار کیا ہے، جو ملعون قوم ہے۔ یاد رکھو! ایسا شخص مجرم ہے۔ فقہاء تو کہتے ہیں ٹھیک ہے، لیکن تقویٰ کے اعتبار سے بالکل درست نہیں ہے۔ ہم کس کے اُمّتی ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وضع قطع کیوں نہیں بنائی؟ نام سُنّی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عاشق ہیں۔ اور سُنّت سے اعراض ہورہا ہے۔ یہ کیسا عشق ہے؟ یاد رکھو! یہ عشق قابلِ قبول نہیں ہے۔

حلیہ مبارک

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

آگے جو شمائل مندرج ہیں وہ مندرجہ ذیل صحابہؓ سے مروی ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ، حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ، حضرت اُمّ معبد رضی اللہ عنہا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت معرض بن معیقیب رضی اللہ عنہ، حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ، حضرت عداء بن خالد رضی اللہ عنہ، حضرت خریم بن فاتک رضی اللہ عنہ، حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ، ہم بھی ثواب حاصل کرنے کی غرض سے مختصر سا اس میں ذکر کرتے ہیں۔

ان سب حضرات سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رنگ مبارک چمکتا ہوا تھا آپ کی آنکھیں بڑی بڑی تھیں اور ان کی دونوں پتلیاں انتہائی سیاہ تھی۔ آنکھوں میں سُرخ ڈورے تھے۔ آپ کی پلکیں دراز (لمبی) تھیں۔ دونوں ابروؤں کے درمیان کچھ فاصلہ تھا ابرو خم دار تھی ناک مبارک بلندی مائل تھی دندان (دانت) مبارک میں کچھ فاصلہ تھا چہرہ مبارک گول تھا جیسے چاند کا ٹکڑا۔ ریش مبارک گھنی تھی کہ سینہ مبارک کو بھر دیتی تھی شکم (پیٹ) اور سینہ برابر تھا (یعنی پیٹ بڑھا ہوا نہ تھا) سینہ چوڑا تھا اور دونوں شانے کلاں (بڑے) تھے استخواں (ہڈیاں) بھاری تھیں۔

دونوں کلائیاں اور بازو اور نیچے کا بدن (پنڈلی وغیرہ) بھرے ہوئے تھے۔ دونوں کف دست (ہتھیلیاں) اور قدم کشادہ تھے۔ سینہ سے ناف تک بالوں کی ایک باریک لکیر تھی۔ قد مبارک درمیانہ تھا نہ تو بہت زیادہ دراز (لمبا) اور نہ بہت چھوٹا کہ اعضاء ایک دوسرے میں دھنسے ہوئے ہوں۔ رفتار میں کوئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نہ چل سکتا تھا (یعنی رفتار میں ایک طرح کی تیزی تھی مگر

بے تکلف) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قد کچھ لمبائی کی جانب مائل تھا (یعنی لمبے تو نہ تھے مگر دیکھنے میں اونچے قد والے لگتے تھے۔ بال کچھ بل دار تھے۔ جب ہنستے تو دانت مبارک ظاہر ہوتے جیسے برق (بجلی) کی روشنی نمودار (ظاہر) ہوتی ہے اور جیسے بارش کے اولے ہوتے ہیں۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کلام فرماتے تو سامنے کے دانتوں کے درمیان سے ایک نور سا نکلتا معلوم ہوتا تھا۔ گردن بہت خوبصورت تھی۔ چہرہ مبارک نہ پھولا ہوا تھا اور نہ بالکل گول تھا۔ (بلکہ گولائی کی طرف مائل تھا) بدن گھٹا ہوا (مضبوط قوی) تھا۔ گوشت ہلکا تھا۔ (اس سے مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسم مبارک گوشت سے بھرا ہوا تھا اتنا کم نہیں تھا کہ لاغر ہوں اور نہ اتنا زیادہ تھا کہ گوشت زیادہ ہونے کی وجہ سے لٹکنے لگے جو بہت ہی خراب اور بھدا معلوم ہوتا ہے) دوسری روایتوں میں ہے کہ آنکھوں میں سفیدی کے ساتھ سرخی تھی۔ جوڑ بند کلاں (بڑے) تھے۔ جب زمین پر پاؤں رکھتے تو پورا رکھتے تھے۔ تلوے میں زیادہ گڑھا نہ تھا۔

ترمذی نے اپنے شمائل میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہمارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں کف دست (ہتھیلیاں) اور دونوں قدم گوشت سے بھرے ہوئے تھے۔ سر مبارک کلاں (بڑا) تھا جوڑ کی ہڈیاں بڑی تھیں۔ نہ تو بہت لمبے قد تھے اور نہ چھوٹے قد تھے کہ بدن کا گوشت ایک دوسرے میں دھنسا ہوا ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ مبارک میں ایک طرح کی گولائی تھی۔ رنگ گورا تھا اس میں سرخی چمکتی تھی سیاہ آنکھیں تھیں۔ پلکیں لمبی تھیں۔ شانے کی ہڈیاں اور شانے بڑے بڑے تھے۔ بدن مبارک پر بال نہ تھے (یعنی سارے بدن پر بال نہ تھے البتہ سینہ سے ناف تک بالوں کی باریک دھاری تھی جب کسی (پہلو) کی طرف دیکھنا چاہتے تو پوری طرح گھوم کر دیکھتے۔ آپ کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین تھے۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ کا دہن (منہ) مبارک (اعتدال کے ساتھ) فراخ (چوڑا) تھا۔ ایڑیوں کا گوشت ہلکا تھا (یعنی زیادہ گوشت نہیں تھا) آنکھوں میں سرخ ڈورے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف نظر کرو تو یوں لگتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں میں سرمہ لگا ہوا ہے حالانکہ سرمہ لگا ہوا نہ ہوتا تھا۔ حضرت ابو الطفیل لیثی رضی اللہ عنہ نے کہا ہے: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گورے ملیح (نمکین لئے ہوئے) درمیانہ قد تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درمیانہ قامت (قد) خوش اندام (بدن) گندمی رنگ تھے سر کے بال کان کی لو تک لمبے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایک سرخ (دھاری دار) جوڑا تھا۔

شمائل ترمذی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ بہت زیادہ گورے تھے (جو کہ بُرا لگتا ہے) اور نہ سانولے تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چالیس سال کے ختم پر نبی بنایا پھر مکہ میں دس برس مقیم رہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول پر تیرہ برس رہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی ہوتی تھی۔ مدینہ میں دس سال رہے پھر ساٹھ سال کی عمر میں اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول پر تریسٹھ سال کی عمر میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو وفات دی اور امام بخاری نے فرمایا کہ تریسٹھ سال کی زیادہ روایتیں ہیں۔

(باوجود اتنی عمر کے) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر اور ریش (داڑھی) مبارک میں سفید بال بیس بھی نہ تھے۔ علماء محققین نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر اور داڑھی میں کل سترہ بال سفید تھے۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے مہر نبوت کو آپ کے دونوں شانوں کے درمیان میں کبوتر کے انڈے جیسا سرخ اُبھرا ہوا گوشت دیکھا۔ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ مسہری کی گھنڈی کے جیسی تھی حضرت عمرو بن اخطب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کچھ

بال جمع تھے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی کمر پر ایک ابھرا ہوا گوشت کا ٹکڑا تھا اور ایک روایت میں ہے کہ مٹھی کے مثل تھی اس کے گرد اگرد تل تھے جیسے مسے ہوتے ہیں (روایت میں کچھ تنافی نہیں سب اوصاف کا جمع ہونا ممکن ہے)۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کوئی بالوں والا سرخ جوڑا (یعنی سرخ دھاری دار چادر) پہنے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ حسین نہیں دیکھا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے کسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ حسین نہیں دیکھا گویا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے میں آفتاب (سورج) جل رہا ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنستے تھے تو دیواروں پر چمک پڑتی تھی۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرۂ مبارک مثل تلوار کے (شفاف) تھا۔ انہوں نے کہا: نہیں بلکہ آفتاب اور ماہتاب کے مثل مدوّر (گول) تھا (تلوار کی تشبیہ میں یہ کمی تھی کہ وہ گول نہیں ہوتی)۔

حضرت اُمّ معبد رضی اللہ عنہا نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دُور سے سب سے زیادہ جمیل (خوبصورت) اور نزدیک سے سب سے زیادہ شیریں (میٹھے) اور حسین معلوم ہوتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہلی مرتبہ دیکھتا تھا مرعوب ہوجاتا تھا اور جو شخص ملتا رہتا تھا وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتا تھا۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا (صاحب جمال وصاحب کمال) نہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے کسی کو دیکھا اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی کو دیکھا۔

جو شرعی ہدایات ہیں سب رب کی عنایات ہیں
جس ملک میں قانون نہ ہو ہر آن فسادات ہیں
(شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ذاکر رحیمی صاحب نور اللہ مرقدہ)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعض اخلاق جمیلہ وطرزِ معاشرت

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر نہ کوئی شجاع (بہادر) دیکھا اور نہ کوئی مضبوط دیکھا اور نہ فیاض دیکھا اور نہ (دوسرے اخلاق کے اعتبار سے) پسندیدہ دیکھا۔ ہم جنگِ بدر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آڑ میں پناہ لیتے تھے اور بہت بہادر وہ شخص سمجھا جاتا تھا جو (میدانِ جنگ میں) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب اس وقت ہوتا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دشمن کے قریب ہوتے کیونکہ اس کو بھی دشمن کے قریب رہنا پڑتا تھا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شرم وحیا میں اس کنواری لڑکی سے بھی زیادہ تھے جو پردہ میں ہوتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہایت لطیف الجلد نرم اندام (بدن) تھے۔ کسی شخص کو ناگوار بات نہ فرماتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عادتاً سخت تھے نہ جان بوجھ کر سخت گو بنتے تھے۔ نہ بازاروں میں خلاف وقار باتیں کرنے والے تھے۔ برائی کا بدلہ برائی سے نہ دیتے تھے بلکہ معاف فرما دیتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ انتہائی حیاء کی وجہ سے آپ کی نگاہ کسی شخص کے چہرہ پر نہیں ٹھہرتی تھی (یعنی آنکھوں میں آنکھیں نہیں ڈالتے تھے) اگر کسی نامناسب چیز کا کسی ضرورت کی وجہ سے ذکر کرنا ہی پڑتا تو اشارے میں بیان فرماتے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ کھلے دل کے تھے، بات کے سچے اور طبیعت کے نرم تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں سے میل جول میں بہت ہی کریم تھے۔

جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کرتا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی دعوت قبول فرماتے۔ ہدیہ قبول فرماتے اگر چہ وہ (ہدیہ دعوت کا کھانا) گائے یا بکری کا پایا ہی کیوں نہ ہوتا اور ہدیہ کا بدلہ بھی دیتے تھے۔ دعوت سب کی قبول فرماتے خواہ دعوت دینے والا غلام، آزاد اور باندی اور غریب ہی کیوں نہ ہوتا۔ مدینہ کے آخری کنارے پر بھی کوئی مریض رہتا آپ اس کی عیادت فرماتے اور معذرت کرنے والے کا عذر قبول فرماتے اور اپنے اصحاب سے مصافحہ میں پہل فرماتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کبھی اپنے اصحاب میں پاؤں پھیلا کر بیٹھے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔ جس کی وجہ سے دوسروں کے لئے جگہ تنگ ہوجائے۔ جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آتا اس کا خیال فرماتے اور اس کی خاطر کرتے اور بعض اوقات اپنا کپڑا (اس کے بیٹھنے کے لئے) بچھا دیتے اور گدّا تکیہ خود چھوڑ کر اس کو دیتے۔ کسی شخص کی بات بیچ سے نہ کاٹتے۔ اگر وحی نازل ہونے یا وعظ و خطبہ کا وقت نہ ہوتا تو آپ سب سے زیادہ تبسم فرمانے والے اور خوش مزاج ہوتے، (کیونکہ ان حالتوں میں آپ کو ایک جوش ہوتا تھا جس میں تبسم، خوش مزاجی ظاہر نہیں ہوتی تھی) بعض اوقات وفود کی خود خدمت فرماتے تھے۔ جیسا کہ نجاشی بادشاہ کا وفد آیا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت میں آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تمام اولاد کے سردار ہوں گے، سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کی زمین شق ہوگی اور آپ باہر تشریف لائیں گے۔ سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی شفاعت فرمائیں گے اور سب سے پہلے آپ ہی کی شفاعت قبول ہوگی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انتہائی تواضع سے دراز گوش پر بھی سوار ہوتے تھے۔ کبھی اپنے پیچھے بھی کسی کو بٹھا لیتے تھے۔ غریبوں کی عیادت فرماتے اور محتاجوں کے پاس بیٹھا کرتے تھے۔ اپنے کپڑے میں (خود) جوں دیکھ لیتے تھے (کسی خادم کے دیکھنے کیلئے رُکے نہ رہتے، دیکھنا اس خیال سے

تھا کہ کسی اور کی نہ چڑھ گئی ہو) اپنی بکری کا دودھ خود نکال لیتے اور اپنے کپڑے میں خود پیوند لگا لیتے۔ اپنے جوتے کو اگر ضرورت ہوتی خود سی لیا کرتے اپنا اور اپنے گھر والوں کا کام کرلیا کرتے تھے۔ گھر میں جھاڑو بھی دے لیا کرتے اور خدمت گار کے ساتھ کھانا کھا لیتے اور اس کے ساتھ آٹا گندھوا لیتے۔ اپنا سودا بازار سے خود لے آتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ احسان کرنے والے عدل کرنے والے، عفیف پاکدامن اور سچ بولنے والے تھے، حتیٰ کہ ابوجہل بن ہشام باوجود اس کے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کامل دشمن تھا مگر اخنس بن شریق نے بدر کے دن جب اس سے پوچھا: اے ابوالحکم! یہاں تو میرے اور تیرے سوا اور کوئی موجود نہیں جو ہماری بات کو سن لے گا۔ تو مجھے یہ بتا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سچے ہیں یا جھوٹے ہیں۔ ابوجہل نے کہا: واللہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سچے ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔

اپنی ذات کے لئے کبھی انتقام نہیں لیا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ذات کیلئے کبھی انتقام نہیں لیا حتیٰ کہ سیرت ابن ہشام میں ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بھائی عتبہ بن ابی وقاص نے اُحد کے دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پتھر چلایا۔ جس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دائیں جانب کے نیچے کے چار دانت ٹوٹ گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرۂ مبارک زخمی ہوگیا۔ لوگوں نے عرض کیا: آپ ان کے لئے بددُعا کیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے میرے اللہ! میری قوم کو ہدایت دیجئے کہ وہ نہیں جانتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی کسی چیز کو (یعنی آدمی یا جانور) کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا البتہ اللہ کی راہ میں جو جہاد کیا وہ اور بات ہے نہ کسی عورت کو مارا نہ کسی خادم کو مارا۔

بے مثال بچپن

مفتیٔ اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ رضاعت وطفولیت

سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کی والدہ ماجدہ نے اور چند روز کے بعد ابولہب کی کنیز ثوبیہ نے دودھ پلایا۔ اس کے بعد یہ دولت خداداد حلیمہ سعدیہ کو نصیب ہوئی۔

شرفائے عرب کی عام عادت تھی کہ بچوں کو دودھ پلانے کے لئے وہ نواح کے دیہات میں بھیج دیتے تھے جس سے بچوں کی جسمانی صحت بھی اچھی ہوجاتی تھی اور وہ خالص عربی زبان بھی سیکھ جاتے تھے اور اسی لئے گاؤں کی عورتیں اکثر شہروں میں شیر خوار بچے لینے کے لئے جایا کرتی تھیں۔ حضرت حلیمہ سعدیہ کا بیان ہے کہ میں (طائف) سے بنی سعد کی عورتوں کے ہمراہ دودھ پینے والے بچوں کی تلاش میں مکہ کو چلی۔ اس سال قحط تھا، میری گود میں ایک بچہ تھا مگر (فقروفاقہ کی وجہ سے) اتنا دودھ نہ تھا جو اس کو کافی ہوسکے۔ رات بھر وہ بھوک سے تڑپتا تھا اور ہم اس کی وجہ سے بیٹھ کر رات گذارتے تھے۔

ایک اونٹنی بھی ہمارے پاس تھی مگر اس کا بھی دودھ نہ تھا۔ مکہ کے سفر میں جس دراز گوش پر سوار تھی وہ بھی اس قدر لاغر تھا کہ سب کے ساتھ نہ چل سکتا تھا۔ ہمراہی بھی اس سے تنگ آرہے تھے۔ بالآخر مشکل سے یہ سفر طے ہوا۔ مکہ پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو عورت دیکھتی تھی اور یہ سنتی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یتیم ہیں تو کوئی قبول نہ کرتی (کیونکہ زیادہ انعام واکرام کی توقع نہ تھی) اِدھر حلیمہ کی

قسمت کا ستارہ چمک رہا تھا، ان کے دودھ کی کمی ان کے لئے رحمت بن گئی کیونکہ دودھ کم دیکھ کر کسی نے ان کو اپنا بچہ دینا گوارا نہ کیا۔ حلیمہ فرماتی ہیں کہ میں نے اپنے شوہر سے کہا کہ یہ تو اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ خالی ہاتھ واپس ہوں۔ خالی ہاتھ سے بہتر ہے کہ اس یتیم کو لے چلوں۔ شوہر نے منظور کر لیا اور یہ اس دریتیم کو لے آئیں جس سے آمنہ اور حلیمہ کے گھر میں نہیں بلکہ مشرق و مغرب میں اُجالا ہونے والا تھا۔

خدا کا فضل تھا کہ حلیمہ کی قسمت جاگی اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی گود میں آ گئے۔ فرودگاہ پر لا کر دودھ پلانے بیٹھی تو برکات کا ظہور شروع ہو گیا۔ اس قدر دودھ اُترا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رضاعی بھائی نے بھی خوب سیر ہو کر پیا اور آرام سے سو گئے۔ ادھر اونٹنی کو دیکھا تو اس کے تھن دودھ سے لبریز تھے۔ (حلیمہ فرماتی ہیں کہ) میرے شوہر نے اس کا دودھ نکالا اور ہم سب نے سیر ہو کر پیا اور رات بھر آرام سے گذاری۔ مدتوں بعد یہ پہلی رات تھی کہ ہم اطمینان کے ساتھ رات بھر سوئے۔ اب تو میرا شوہر بھی کہنے لگا کہ حلیمہ تم تو بڑا ہی مبارک بچہ لائی ہو۔ میں نے کہا مجھے بھی یہی توقع ہے کہ یہ نہایت مبارک لڑکا ہے۔ اس کے بعد ہم مکہ سے روانہ ہوئے۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گود میں لئے اسی دراز گوش پر سوار ہوئی مگر اس مرتبہ خدا کی قدرت کا یہ تماشا دیکھتی ہوں کہ اب تو وہ اتنا تیز چلتا ہے کہ کسی کی سواری اس کی گرد کو نہیں پہنچتی۔ میری ہمراہی عورتیں تعجب سے کہنے لگیں کہ یہ وہی ہے جس پر تم آئی تھیں۔

الغرض راستہ قطع ہوا ہم گھر پہنچے وہاں سخت قحط پڑا ہوا تھا۔ تمام دودھ کے جانور دودھ سے خالی تھے لیکن میرا گھر میں داخل ہونا تھا اور میری بکریوں کا دودھ سے بھرنا۔ اب روز میری بکریاں دودھ سے بھری آتی ہیں اور کسی کو اپنے جانوروں میں ایک قطرہ دودھ نہیں ملتا۔ میری قوم کے لوگوں

نے اپنے چرواہوں سے کہا کہ تم بھی اپنے جانور اسی جگہ چراؤ جہاں حلیمہ کی بکریاں چرتی ہیں مگر وہاں تو چراگاہ اور جنگل کی خصوصیت نہ تھی بلکہ کسی اور ہی لعل کی خاطر منظور تھی اس کو وہ لوگ کہاں سے لاتے؟ چنانچہ ایک ہی جگہ چرنے کے بعد ان کے جانور دودھ سے خالی اور میری بکریاں بھری ہوئی آتی تھیں۔ اسی طرح ہم برابر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکات کا مشاہدہ کرتے رہے یہاں تک کہ دو سال پورے ہوگئے اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دودھ چھڑا دیا۔ (سیرت، ص:25 تا 28)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سب سے پہلا کلام

حلیمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دودھ چھڑایا تو یہ کلمات مبارک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانِ مبارک پر جاری ہوئے: ’’اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا وَسُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا‘‘ اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سب سے پہلا کلام تھا۔ (اخرجہ البیہقی عن عباس کذا فی الخصاص، ج:1، ص:55)

حلیمہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بچپن کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نشو ونما اور سب بچوں سے اچھا تھا کہ دو سال ہی میں اچھے بڑے معلوم ہونے لگے۔ اب ہم حسبِ قاعدہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کی والدہ کے پاس لائے مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکات کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑنے کو جی نہ چاہتا تھا۔ اتفاقاً اس سال مکہ میں طاعون پھیل رہا تھا ہم وبا کا بہانہ کرکے پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ساتھ واپس لے آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس رہے، باہر نکلتے اور لڑکوں کو کھیلتے ہوئے دیکھتے تھے مگر خود علیحدہ رہتے تھے۔ ایک روز مجھ سے فرمانے لگے کہ میرے دوسرے بھائی دن بھر نظر نہیں آتے، وہ کہاں رہتے ہیں؟ میں نے کہا بکریاں چرانے جاتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے ان کے ساتھ بھیجا کرو اور اس کے بعد سے اپنے رضاعی بھائی (عبداللہ) کے ساتھ جایا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ دونوں مواشی میں پھر رہے تھے کہ عبداللہ دوڑتے اور ہانپتے ہوئے گھر پہنچے اور اپنے باپ سے کہا کہ میرے قریشی بھائی کو دو سفید کپڑے والے آدمیوں نے پکڑ کر لٹایا اور شکم چاک کر دیا۔ میں نے ان کو اسی حال میں چھوڑ کر آیا ہوں۔ ہم دونوں گھبرائے ہوئے جنگل کو دوڑے، دیکھا کہ آپ ﷺ بیٹھے ہیں مگر رنگ (خوف سے) متغیر ہے۔ میں نے پوچھا کہ بیٹا کیا بات ہے؟ فرمایا دو شخص سفید کپڑے پہنے ہوئے آئے اور پیٹ چاک کر کے اس میں سے کچھ ڈھونڈ کر نکالا، معلوم نہیں کیا تھا۔ ہم آپ ﷺ کو گھر لائے۔

اس کے بعد میں آپ کو ایک کاہن کے پاس لے گئی، وہ آپ ﷺ کو دیکھتے ہی اپنی جگہ سے اُٹھا اور آپ ﷺ کو اپنے سینہ پر اُٹھا لیا اور چلانا شروع کر دیا کہ اے آلِ عرب دوڑو! جو بلا تم پر عنقریب پہنچنے والی تھی اس کو دفع کرو، جس کی صورت یہ ہے کہ اس لڑکے کو قتل کر دو اور اگر تم نے اُسے چھوڑ دیا تو یاد رکھو کہ یہ تمہارے دین کو مٹا دے گا اور ایسے مذہب کی طرف تمہیں دعوت دے گا جو تم نے اب تک کبھی نہیں سنا۔ حلیمہ یہ سن کر جھنجھلا اُٹھی اور آپ ﷺ کو اس بدبخت کے ہاتھ سے کھینچ لیا اور کہا کہ تو دیوانہ ہو گیا ہے۔ تجھے خود اس پر آمادہ کر دیا کہ آپ ﷺ کو آپ کی والدہ ماجدہ کے سپرد کر دیں کیونکہ حلیمہ کماحقہ تحفظ نہ کر سکتی تھیں۔

جب مکہ پہنچ کر آپ ﷺ کو آپ کی والدہ شریفہ کے سپرد کیا تو انہوں نے حلیمہ سے پوچھا کہ باوجود خواہش کر کے واپس لے جانے کے اس قدر جلد واپس لے آنے کی کیا وجہ ہے؟ اصرار کے بعد حلیمہ کو تمام واقعہ عرض کر دینا پڑا۔ انہوں نے سن کر فرمایا کہ بے شک میرے بیٹے کی ایک خاص شان ہے اور پھر ایام حمل اور وقتِ ولادت کے تمام حیرت انگیز واقعات سنائے۔ (سیرتِ رسول اکرم ﷺ)

عباداتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ

فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَبْ۔ ''اے محمد! جب تمہیں فرصت ملے عبادت کے لئے کھڑے ہوجاؤ اور اپنے رب سے دل لگاؤ''۔

دنیا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا اور کوئی پیغمبر ایسا نہیں گذرا جس کے متعلق صحیح طور پر معلوم ہوسکے کہ اس کا طریقہ عبادت کیا تھا؟ اس کے کون کونسے اوقات اس کیلئے مخصوص تھے؟ اور اس کی عبادتوں کی نوعیت کیا تھی؟ گذشتہ انبیاء علیہم السلام میں حضرت نوح علیہ السلام بلکہ آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام تک جن کے حالات تورات میں مذکور ہیں ان کی زندگی کا یہ باب صحائف بنی اسرائیل سے قطعاً مفقود ہے۔ انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کہیں کہیں صرف اس قدر ملتا ہے کہ وہ کبھی کبھی دُعائیں مانگا کرتے تھے لیکن جب کہ ان مذاہب کے پیروؤں نے اپنے پیغمبروں کے ساتھ اس قدر بے اعتنائی برتی ہے کہ یہ ضروری اُمور بھی، جن پر دین وشریعت کا دارومدار ہے وہ محفوظ نہیں رکھ سکتے۔ پیروان اسلام کو یہ فخر ہے کہ انہوں نے اول سے آخر تک اپنے پیغمبر کے اوقات عبادات، اس کے طریقے، اس کے انواع، اس کی کیفیات غرض اس کے ایک ایک جزئیات کو محفوظ رکھا ہے۔

دُعا اور نماز: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبوت سے پہلے بھی عبادتِ الٰہی میں مصروف رہتے تھے اور غارِ حرا میں جا کر مہینوں قیام اور مراقبہ کرتے تھے۔ (صحیح بخاری شریف)

نبوت کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز کا طریقہ بھی بتایا گیا لیکن چونکہ کفار قریش کا ڈر تھا اس لئے چھپ کر نماز ادا کرتے تھے۔ نماز کا وقت جب آتا، کسی پہاڑ کی گھاٹی میں چلے جاتے اور

وہاں نماز پڑھ لیتے، ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کسی درہ میں نماز پڑھ رہے تھے، اتفاق سے ابوطالب آ نکلے، انہوں نے دیکھا تو پوچھا ''بھتیجے! یہ تم کیا کر رہے ہو؟'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اسلام کی دعوت دی۔ (مسند احمد)

چاشت کی نماز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب کے سامنے حرم میں ادا کرتے تھے کیونکہ یہ نماز قریش کے مذہب میں بھی جائز تھی۔ (ابن اثیر)

صحیح بخاری میں ہے کہ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حرم میں نماز پڑھ رہے تھے اور رؤسائے قریش بیٹھے تمسخر اُڑا رہے تھے ابوجہل نے کہا'' کاش اس وقت کوئی جاتا اور اونٹ کی اوجھ نجاست سمیت اُٹھالاتا اور محمد جب سجدہ میں جاتے تو وہ ان کی گردن پر ڈال دیتا''۔ چنانچہ اس تجویز کے مطابق یہ فرض عقبہ نے انجام دیا۔

نماز میں جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جہر سے قرأت فرماتے تو کفار بُرا بھلا کہتے۔ (صحیح بخاری)

ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حرم میں نماز ادا کر رہے تھے، بعض اشقیاء نے چاہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ گستاخی سے پیش آئیں۔ (ابن ہشام ذکر قبل ہجرت)

ایک دفعہ ایک شقی القلب نے گلے میں پھانسی ڈال دی لیکن بایں ہمہ مزاحمت، لذت شناس یادِ الٰہی اپنے فرض سے باز نہیں آتا تھا۔ (صحیح بخاری)

راتوں کو اُٹھ اُٹھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمازیں پڑھا کرتے تھے، اس عبادت شبانہ کے متعلق مختلف صحابہ سے مختلف روایتیں ہیں۔ ایک راوی کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات بھر نماز میں کھڑے رہتے، ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کچھ دیر سوتے پھر کچھ دیر اُٹھ کر نماز میں مصروف ہوتے پھر سو جاتے پھر اُٹھ بیٹھتے اور نماز ادا کرتے غرض صبح تک یہی حالت قائم رہتی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ آدھی رات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُٹھتے تھے اور ۱۳ رکعتیں ادا کرتے تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ۹ رکعت کی ہے، محدثین نے ان سب میں تطبیق دی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان طریقوں میں سے ہر ایک طریقہ سے نماز ادا کرتے تھے، ہر راوی نے اپنا مشاہدہ بیان کیا ہے۔

عام طور پر آخر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طرز عمل وہی تھا جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کی زبانی عبادت شبانہ کے عنوان میں گذر چکا ہے۔

فرائض پنج گانہ کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کم از کم سنن ونوافل کی ۳۹ رکعتیں روزانہ معمولاً ادا کرتے تھے۔ دو صبح، چار چاشت، چھ ظہر، چھ عصر، چار پہلے اور دو بعد نماز (حسب روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) دو مغرب، چھ عشاء تیرہ تہجد و وتر، ان کے علاوہ صلوٰۃ الاوابین، سنت تحیۃ المسجد وغیرہ الگ تھیں، تمام سنن میں سب سے زیادہ صبح کی دو رکعتوں کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سختی سے پابند تھے۔ (صحیح بخاری ابواب نوافل وسنن) کسی وقت کی سنت خلاف معمول اگر چھوٹ جاتی تو اس کی قضا پڑھتے، حالانکہ اصل شریعت کی رو سے اس کی ضرورت عام امت کے لئے نہیں، ایسا واقعہ حضر میں صرف ایک ہی دفعہ پیش آیا، ظہر وعصر کے درمیان ایک وفد خدمت اقدس میں باریاب ہوا جس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظہر کے بعد کی دو رکعت نہ پڑھ سکے، نماز عصر کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعض ازواج مطہرات کے حجروں میں جا کر دو رکعت نماز ادا کی، چونکہ یہ نماز بالکل خلاف معمول تھی اس لئے ازواج مطہرات نے استفسار کیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واقعہ بیان فرمایا، عام اُمت کے لئے ایک نماز کی قضا ایک دفعہ کافی ہے لیکن چونکہ آپ جس کو شروع کرتے تھے پھر اس کو ترک کرنا پسند نہیں فرماتے تھے اس لئے اُم المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا اور اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ آپ نے اس قضا کو تمام عمر ادا کیا۔ (مسند احمد وابوداؤد وصحیح مسلم)

رمضان کا مہینہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبادتوں کے لئے سب سے زیادہ ذوق افزا تھا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فیاض تو تھے ہی لیکن جب رمضان کا مہینہ آتا اور جبرئیلؑ قرآن سنانے آتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فیاضی کی کوئی حد نہ رہتی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فیاضی ہوا سے بھی آگے نکل جاتی۔ (صحیح بخاری کتاب الصوم)

رمضان کے آخری عشرہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور زیادہ عبادت گذار ہو جاتے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب رمضان کا آخری عشرہ آتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات رات بھر بیدار رہتے تھے، ازواج سے بے تعلق ہو جاتے تھے، اہل بیت کو نماز کے لئے جگاتے تھے۔ (ابوداؤد باب الصوم)

اس اخیر عشرہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عموماً اعتکاف میں بیٹھا کرتے تھے یعنی ہمہ وقت مسجد میں بیٹھ کر یادِ الٰہی اور عبادت گذاری میں مصروف رہتے تھے۔ قرآن مجید کی تلاوت روزانہ فرماتے تھے، ابوداؤد کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ تلاوت کا وقت نماز عشاء کے بعد تھا۔ (ابوداؤد)

روزانہ سورتوں کی تعداد مقرر تھی اسی تعداد کے موافق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تلاوت کرلیا کرتے تھے۔ رمضان میں پورے قرآن کا دورہ کرتے تھے، پچھلی رات کو اُٹھ کر کوئی موثر سورہ یا چند آیات تلاوت کرتے تھے۔ (صحیح بخاری)

کبھی گھر کے لوگ جب سو جاتے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چپ چاپ بستر سے اُٹھتے اور دُعا ومناجات الٰہی میں مصروف ہو جاتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ایک رات میری آنکھ کھلی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بستر پر نہ پایا، سمجھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی اور بیوی کے حجرے میں تشریف لے گئے۔ اندھیرے میں ہاتھ سے اِدھر اُدھر ٹٹولا تو دیکھا کہ پیشانی اقدس خاک پر ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سر بسجود دُعا میں مصروف ہیں۔ یہ دیکھ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ مجھ کو اپنے شبہ پر ندامت ہوئی

اور دل میں کہا، سبحان اللہ! ہم کس خیال میں ہیں، اور آپ کس عالم میں۔ (سنن نسائی)

کبھی کبھی راتوں کو اُٹھ کر آپ تن تنہا قبرستان میں تشریف لے جاتے تھے اور دُعا و زاری کرتے تھے ایک دفعہ آپ کے پیچھے پیچھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا گئیں تو دیکھا کہ آپ جنت البقیع میں داخل ہوئے اور دُعا مانگی۔ (سنن نسائی)

دُعا اور نماز کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سو جاتے یہاں تک کہ خراٹے کی آواز سنائی دیتی کہ دفعتاً سپیدہ صبح نمودار ہوتا، آپ بیدار ہوتے، صبح کی سنت ادا کر کے مسجد کو تشریف لے جاتے اور اس وقت یہ الفاظ زبان مبارک پر ہوتے ''اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا وَفِیْ لِسَانِیْ نُوْرًا وَاجْعَلْ فِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا وَاجْعَلْ فِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا وَاجْعَلْ فِیْ خَلْفِیْ نُوْرًا وَمِنْ اَمَامِیْ نُوْرًا وَاجْعَلْ مِنْ فَوْقِیْ نُوْرًا وَتَحْتِیْ نُوْرًا وَاَعْطِنِیْ نُوْرًا'' (صحیح مسلم)

''خدایا میرے دل میں نور پیدا کر، اور میری زبان میں اور میری قوت سامعہ میں نور پیدا کر، آنکھوں میں نور پیدا کر اور میرے پیچھے اور میرے آگے نور پیدا کر، میرے اوپر اور میرے نیچے نور پیدا کر، اور مجھے نور عطا کر''۔

ارکانِ نماز میں سب سے کم وقفہ رکوع کے بعد قیام میں ہوتا ہے لیکن حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رکوع کے بعد اتنی دیر تک کھڑے رہتے کہ ہم لوگ سمجھتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سجدہ میں جانا بھول گئے۔ (مسند ابن حنبل)

جو چیز نماز کی حضوری میں خلل ڈالتی تھی اس سے احتراز فرماتے تھے، ایک دفعہ چادر اوڑھ کر نماز ادا فرمائی جس میں دونوں طرف حاشیے تھے، نماز میں اتفاق سے حاشیوں پر نظر پڑ گئی نماز سے فارغ ہو کر فرمایا کہ یہ لے جا کر فلاں شخص (ابوجہم) کو دے آؤ اور ان سے انبجانی مانگ لاؤ

حاشیوں نے نماز کی حضوری میں خلل ڈالا۔ (صحیح بخاری شریف)

روزہ: انبیاء علیہم السلام اور داعیان مذہب نے تکمیل روحانیت کے لئے تقلیل غذا بلکہ ترک غذا (روزہ) کو اسباب ضروری میں شمار کیا ہے، ہندوستان کے ریاضت کش اور مرتاض داعیان مذاہب تو اس راہ میں حدِ افراط سے بھی آگے نکل گئے ہیں لیکن داعی اسلام کا طرز عمل اس باب میں افراط اور تفریط کے بیچ میں تھا۔ اسلام سے پہلے اہل عرب عاشورا کے دن روزہ رکھا کرتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی معمولاً اس دن روزہ رکھتے تھے، بعض حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مکہ کے قیام کے زمانہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم متواتر کئی کئی مہینوں تک روزہ رکھتے تھے لیکن مدینہ آکر اس معمول میں فرق آگیا، مدینہ میں یہود بھی عاشورا کا روزہ رکھتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی رکھا بلکہ تمام مسلمانوں کو اس دن روزہ رکھنے کی تاکید فرمائی لیکن جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو عاشورا کا روزہ نفل رہ گیا۔

رمضان کے علاوہ پورے مہینہ کا روزہ مدینہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی نہیں رکھا، صرف ایک شعبان مستثنیٰ ہے، اس میں قریب قریب پورے مہینہ بھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روزہ سے رہتے اس طرح سال میں دو مہینے شعبان اور رمضان تو پورے روزوں میں گذرتے تھے، سال کے بقیہ مہینوں میں یہ کیفیت رہتی تھی کہ روزہ رکھنے پر آتے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ اب آپ کبھی روزہ نہ توڑیں گے، پھر روزہ توڑ دیتے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ اب کبھی روزہ نہ رکھیں گے، مہینہ کے نصف اول میں جن کو ایام بیض کہتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر روزوں سے رہتے تھے، مہینہ میں تین دن دو دو شنبہ اور ایک جمعرات کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معمولاً روزے رکھا کرتے تھے بعض روایتوں میں ہے کہ جمعہ کا روزہ بھی معمولات میں سے تھا ان کے علاوہ محرم کے دس دن یکم سے عاشورہ تک اور شوال کے آغاز

میں چھ دن، دوسری روایت سے ساتویں تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روزوں میں گذارتے تھے۔ (صحیح مسلم)

اتفاقی روزے ان کے علاوہ تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی گھر میں تشریف لاکر پوچھتے تھے کہ کچھ کھانے کو ہے؟ جواب ملتا کچھ نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تو میں آج روزہ سے ہوں۔ (ابوداؤد)

کبھی کبھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صوم وصال بھی رکھتے تھے یعنی متواتر کئی کئی دن تک ایک روزہ رکھتے تھے بیچ میں مطلق افطار نہیں کرتے تھے یا برائے نام کچھ کھا لیتے تھے لیکن جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تقلید کرنی چاہی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا، بعض لوگوں نے اس ممانعت کو صرف اس معنی پر محمول کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حکماً نہیں بلکہ شفقت سے منع فرماتے ہیں، اس لئے اس ممانعت کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ انہوں نے بھی اس قسم کے روزے رکھنے شروع کئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خبر معلوم ہوئی تو دو دن متصل روزہ رکھا تیسرے دن اتفاق سے چاند ہو گیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اگر مہینہ بڑھ سکتا تو میں اتنے دن تک افطار نہ کرتا کہ ان مذہب میں غلو کرنے والوں کا سارا غلو جاتا رہتا'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! پھر حضور کیوں کئی کئی دن تک افطار نہیں کرتے؟ ارشاد ہوا تم میں مجھ سا کون ہے؟ مجھ کو تو ایک کھلانے والا ہے جو کھلاتا ہے اور ایک پلانے والا ہے جو پلاتا ہے بعض روایتوں میں یہ الفاظ اس طرح وارد ہوئے ہیں تم میں مجھ جیسا کون ہے میں شب بسر کرتا ہوں تو میرا خدا مجھ کو کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔ (صحیح مسلم)

زکوٰۃ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسلام سے پہلے بھی بہت کچھ خیرات اور مبرات کیا کرتے تھے، جیسا کہ آغاز اسلام میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے شہادت دی۔

اسلام کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ کیفیت تھی کہ کوئی چیز نقد اپنے پاس رہنے نہیں دیتے تھے جو کچھ آتا مستحقین میں تقسیم فرما دیتے لیکن بایں ہمہ زکوٰۃ کا ادا کرنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت نہیں اس

سے بعض فقہانے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ انبیاء علیہم السلام پر زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی لیکن اصل یہ ہے کہ زکوٰۃ کے دو مفہوم ہیں۔ ایک مطلق صدقہ وخیرات اور اس باب میں جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کیفیت تھی وہ کس سے مخفی ہے؟ دوسرا یہ کہ چاندی سونے یا جانور وغیرہ کی مخصوص مقدار وتعداد پر جو حاجت اصلیہ سے زیادہ ہو اور سال بھر تک مالک کے قبضہ میں رہی ہو ایک خاص شرح رقم ادا کی جائے۔ یہ مصطلحہ زکوٰۃ کبھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر فرض ہی نہیں ہوئی۔ کاشانہ نبوت میں کوئی قابل زکوٰۃ چیز سال بھر تک تو کیا رہتی یہ بھی پسند خاطر نہ تھا کہ شب گذر جائے اور مال ودولت کا کوئی نشان گھر کے اندر رہ جائے۔ ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ خراج کی رقم اس قدر زیادہ آگئی کہ وہ شام تک ختم نہ ہوسکی، آپ نے رات بھر مسجد میں آرام فرمایا، اور کاشانہ اقدس میں اس وقت تک قدم نہیں رکھا جب تک حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آکر یہ اطلاع نہ دی کہ یارسول اللہ! خدا نے آپ کو سبکدوش کیا۔ (ابوداؤد)

حج: اسلام سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جس قدر حج کئے ان کی صحیح تعداد متعین نہیں کی جاسکتی۔ ابن الاثیر نے لکھا ہے کہ چونکہ قریش معمولاً ہر سال حج کیا کرتے تھے اس لئے قرینہ غالب یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی ہر سال حج ادا کرتے ہوں گے۔ (باب کم حج النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میں ہے کہ قیام مکہ کے زمانہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دو حج کئے تھے اور ابن ماجہ اور حاکم میں ہے کہ تین حج کئے تھے لیکن یہ سب روایتیں مرسل ہیں۔ مدینہ کے زمانہ قیام میں متفقہ ثابت ہے کہ صرف ایک حج ۱۰ھ میں کیا۔ (صحیح مسلم)

حج کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے عمرے بھی ادا کئے ہیں، ہجرت کے بعد چار عمرے ثابت ہیں۔ ایک عمرہ ذیقعدہ کے مہینہ میں، ایک حدیبیہ کے سال، ایک غزوۂ حنین کے بعد، اور چوتھا حجۃ الوداع کے ساتھ۔ (جامع ترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حجۃ الوداع والے عمرہ کے سوا تمام عمرے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ذیقعدہ کے مہینہ میں ادا کیئے۔ایک دفعہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کسی نے پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کتنے عمرے کیئے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا ''چار عمرے'' ان میں سے ایک ماہ رجب میں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ سنا تو کہا ''خدا ابو عبدالرحمٰن پر رحم فرمائے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کوئی عمرہ ایسا نہیں کیا جس میں وہ شریک نہ ہوں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے رجب میں کوئی عمرہ نہیں کیا''۔ (بخاری و مسلم)

محبتِ الٰہی: دنیا میں دو قسم کے پیغمبر آئے ہیں ایک وہ جن کی آنکھوں کے سامنے صرف خدا کے جلال و کبریائی کا جلوہ تھا اور اس لئے وہ صرف خدا کے خوف وخشیت کی تعلیم دیتے تھے مثلاً حضرت نوح وحضرت موسیٰ علیہما السلام دوسرے وہ جو محبتِ الٰہی میں سرشار تھے اور وہ لوگوں کو اسی خم خانہ عشق کی طرف بلاتے تھے۔ مثلاً حضرت یحییٰ وعیسیٰ علیہما السلام لیکن یہ دونوں افراط وتفریط کے راستے تھے۔پہلی راہ اخلاص ومحبت کی منزل تک پہنچاتی، اور دوسری عبودیت اور آداب واحترام کی منزل سے دور پھینک دیتی ہے جیسا کہ عیسائی تعلیم اور موجودہ انجیل کی سیرت مسیح میں ہر شخص کو نظر آسکتا ہے لیکن اسلام دونوں جلوؤں کو یکساں نمایاں کرنا چاہتا ہے یہی سبب ہے کہ حامل شریعت اسلامیہ کی ذات مبارک میں یہ دونوں پہلو بہ یک دفعہ نظر آتے ہیں قرآن مجید نے کمال ایمان کا وصف یہ بیان کیا ہے ''وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ'' جو ایمان لائے ہیں ان کو سب سے زیادہ خدا پیارا ہے۔

صحیح روایتوں میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم راتوں کو اتنی دیر تک نماز میں کھڑے رہتے کہ پائے مبارک پر ورم آجاتا تھا یہ دیکھ کر بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ''یارسول اللہ! آپ کی مغفرت تو خدا کر چکا ہے آپ یہ زحمت کیوں اُٹھاتے ہیں؟'' ارشاد ہوا کہ ''کیا میں شکر گذار بندہ نہ بنوں؟'' اربابِ باطن کہتے ہیں کہ لوگ سمجھتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی یہ عبادت خشیتِ الٰہی سے ہے اور چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم گناہوں سے پاک کر دیئے گئے تھے اس لئے آپ کو ریاضات شاقہ کی ضرورت نہ تھی

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے جواب میں اسی شبہ کو دفع فرمایا اور بتایا کہ ان کا مقتضا محبتِ الٰہی ہے خشیتِ الٰہی نہیں، اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے ''**وجعلت لی قرة عینی فی الصلوة**'' میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

صبر و شکر: رنج و غم کے متعاقب دور کس کی زندگی میں نہیں آتے لیکن انسان کے روحانی کمال کا جوہر یہ ہے کہ ایک طرف حصول مقصد اور کامیابی کے نشہ میں سرشار اور از خود رفتہ نہ تو دوسری طرف مصائب و آلام کی تلخی کو خندہ جبینی اور کشادہ دلی کے ساتھ گوارا کرلے اور یہ یقین رکھے کہ انسان کا فرض صرف عمل ہے کامیابی و ناکامی دونوں کا سررشتہ کسی بالاتر ہستی کے ہاتھ میں ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ: ''جتنی مصیبتیں زمین پر اور خود تم پر نازل ہوتی تھیں وہ ان کے وجود سے پہلے دیوان قضا میں لکھ لی گئی ہیں، یہ بات خدا کے لئے آسان ہے، یہ اس لئے کیا گیا تاکہ تم ناکامی پر غم اور حصول مقصد پر فخر نہ کرو، خدا مغرور اور فخار کو دوست نہیں رکھتا''۔ (حدید: ۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی زندگی میں وہ بڑی سے بڑی کامیابی حاصل ہوئیں جو اس آسمان کے نیچے نوع انسان کے کسی فرد کو حاصل ہو سکتی تھیں تاہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آئینہ دل میں کبھی فخر و غرور نے اپنا عکس نہیں ڈالا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میں آدمؑ کے بیٹوں کا سردار ہوں، لیکن مجھے اس پر فخر نہیں''۔

ابن اسحاق نے روایت کی ہے کہ فتح مکہ میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذی طویٰ میں پہنچے اور دیکھا کہ خدا نے آپ کو فتح کی عزت عطا کی ہے تو آپ نے اپنی سواری پر توقف کیا ''جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذی طویٰ میں پہنچے اور دیکھا کہ خدا نے آپ کو فتح عطا کی ہے تو آپ نے اپنی سواری پر توقف کیا تاکہ اپنا سر خدا کے سامنے جھکالیں پھر یہاں تک آپ جھکے کہ آپ کی ٹھوڑی قریب تھی کہ کجاوہ کی لکڑی سے لگ جائے''۔ (سیرت ابن ہشام ذکر فتح مکہ)

اخلاق کریمانہ کی چند جھلکیاں

مفسر قرآن حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

حلم اور مسکین نوازی

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا اور آپ بحران (مقام کا نام ہے) کی چادر اوڑھے ہوئے تھے جس کے کنارے موٹے تھے۔ راستہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک دیہاتی ملا جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چادر پکڑ کر اس قدر سختی سے اپنی طرف کھینچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے سینے کے قریب کھچ کر آ گئے۔ میں نے دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چادر کے کنارے نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گردن پر نشان ڈال دیا پھر اس دیہاتی نے کہا: اے محمدؐ! اللہ کا وہ مال جو تیرے پاس ہے مجھے اس میں سے دلا۔ آپ اس طرف متوجہ ہوئے پھر ہنسے پھر آپ نے اس کو کچھ دیئے جانے کا حکم دیا۔

بے مثال بردباری

کہاں سید الانبیا علیہم السلام اور کہاں ایک جاہل، آداب سے ناآشنا دیہاتی! اور پھر یہ بے ادبی کہ زبان سے تو عرض نہیں کرتا اور پچھلی طرف چادر مبارک اس قدر شدید جھٹکا دے کر کھینچتا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی چھاتی سے آ کر لگ جاتے ہیں اور اتنا شدید جھٹکا دیا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چادر مبارک کے سخت کناروں کی رگڑ سے حضور کے کندھے پر نشان پڑ گئے۔ اس کے علاوہ یہ بے ادبی کہ روکھا نام یا محمد کہہ کر پکارتا ہے۔ اتنی شدید بے ادبی کرنے کے بعد امر کے لفظ سے مطالبہ کرتا ہے۔ جس طرح کوئی شخص اپنے ماتحت کو حکم دیتا ہے کہ مجھے وہ مال دلا جو تیرے پاس

ہے۔ بے ادبی وہ اور مطالبہ یہ۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے دیکھ کر ہنس پڑے گویا چہرے پر رنجیدگی کا ذرا اثر بھی ظاہر نہیں ہونے دیا اور ایسے بے ادب گنوار کی شفقت سے فرمائش پوری کر دی۔

برادرانِ اسلام! اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر دیکھئے اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھئے پھر فیصلہ کیجئے کہ ہم میں سے کتنے کھرے محمدی ہیں؟ اور کتنے جھوٹے اور کتنے اصلی محمدی ہیں؟ اور کتنے نقلی اور کتنے سچے محمدی ہیں؟ اور کتنے جھوٹے۔

بے نظیر سخاوت

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اتنی بکریاں مانگیں کہ جو دو پہاڑوں کے درمیانی نالہ کو بھر دیں۔ آپ نے اس کو اتنی ہی بکریاں دے دیں پھر وہ شخص اپنی قوم میں آیا اور کہا اگر مسلمان ہو جاؤ تو خدا کی قسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنا دیتے ہیں کہ پھر افلاس کا ڈر نہیں رہتا۔

کیا حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا کوئی شخص اتنے مال سے محض حسبۃ للہ دستبردار ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں! کیونکہ مال میں دنیادار کی جان ہوتی ہے۔ یہ پیغمبر ہی کی شان ہو سکتی ہے کہ سب کچھ راہِ خدا میں دے کر خالی ہاتھ محض اپنے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے مطمئن ہو کر بیٹھ جائے۔

دوسروں کی خاطر مشقت اُٹھانا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح کی نماز سے فارغ ہوتے تھے تو مدینہ کے (لوگوں) خادم اپنے برتن لے کر آجاتے تھے جن میں پانی ہوتا تھا پھر جو برتن بھی لاتے تھے آپ اس میں اپنا ہاتھ ڈبو دیتے تھے پھر بعض اوقات سردی کی (موسم کی) صبح کو آپ کے پاس آتے پھر بھی ان پانی کے برتنوں میں ہاتھ ڈبو دیتے تھے۔

باوجود یہ کہ سردی کے موسم میں ٹھنڈے پانی میں ہاتھ ڈبونے سے کتنی تکلیف ہوتی ہوگی؟ اور یہ بھی پتا نہیں کہ وہ برتن کتنے ہوتے تھے؟ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم محض خلق اللہ کے دل خوش کرنے کے لئے اپنی جان کو یہ تکلیف پہنچاتے تھے۔

امور خانہ میں ہاتھ بٹانا

حضرت اسود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں کیا کرتے تھے؟ انہوں نے جواب میں کہا: گھر کے کام میں ہاتھ بٹایا کرتے تھے یعنی اپنے گھر والوں کی خدمت کیا کرتے تھے اور جب نماز کا وقت آجاتا تو نماز کو چلے جاتے۔

حاصل یہ ہے کہ باوجود اس مقام اعلیٰ پر پہنچنے کے جس کے متعلق یہ کہا جائے تو صحیح ہوگا ''بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر'' پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزاج میں کوئی تعلّی و تکبر نہیں ہے کہ اپنے گھر والوں کی کسی خدمت کو اپنے حق میں کسر شان سمجھیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے اہل و عیال کے ساتھ ایسے ہی حُسن سلوک سے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔ ورنہ یاد رکھیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد سن لیجیے: تم میں سے بھلا وہ آدمی ہے جو اپنے بال بچوں کے حق میں بھلا ہو۔ یعنی اپنے بال بچوں کے ساتھ جس کا حُسن سلوک اچھا نہیں وہ شریف یا بھلا انسان کہلانے کا مستحق نہیں ہوسکتا۔

ماتحتوں کو ملامت کرنے سے گریز

حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق اتنے بلند تھے کہ اگر خادم سے نقصان بھی ہوجاتا تو بھی اسے کچھ نہ کہتے بلکہ یوں فرماتے کہ جب کوئی بات ہونے والی ہوتی ہے تو ہو کر رہتی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آٹھ سال کی عمر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کی ہے اور

دس سال تک آپ کی خدمت کرتا رہا ہوں لیکن آپ نے کبھی کسی چیز کے ضائع ہونے پر بھی مجھ کو ملامت نہیں کی اور آپ کے گھر والوں میں سے کوئی بھی اگر مجھ کو ملامت کرتا تو آپ فرما دیتے اس کو چھوڑ دو (ملامت نہ کرو) جب کوئی بات ہونے والی ہے ضرور ہو کر رہتی ہے۔

لوگوں کی غمی خوشی میں شرکت

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات اس طرح بیان کرتے تھے کہ آپ بیمار پرسی کرتے، جنازہ کے ساتھ جاتے، غلام کی دعوت قبول فرما لیتے اور گدھے پر سوار ہوتے تھے۔ خیبر کے دن میں نے آپ کو ایک گدھے پر سوار دیکھا جس کی باگ کھجور کے پوست کی تھی۔

حاصل یہ ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزاج میں نہ فخر تھا، نہ کبر تھا، نہ مغلوب الغضب تھے بلکہ تمام مسلمانوں کے ساتھ نشست و برخاست رکھنا اور ان کی ہر ممکن خدمت کرنا یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عام معمول تھا۔

جب تیرا کرم ہو مولا پھر ہم ان کی ادائیں دیکھیں گے
طیبہ کی فضائیں دیکھیں گے روضہ کی ضیائیں دیکھیں گے

آقا کے درِ رحمت پر جب ہم کو بلایا جائے گا
پھر اہلِ مدینہ کی ہم پُر لطف وفائیں دیکھیں گے

پُر شوق نگاہوں سے اب جی بھر کے زیارت کرلینا
معلوم نہیں پھر ذاکرؔ ہم کب یہ فضائیں دیکھیں گے

(شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ذاکر رحیمی صاحب نور اللہ مرقدہ)

بعثت نبوی انسانیت کی صبح صادق

مفکرِ اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس وقت اپنی عمر کے چالیس سال پورے کئے، اس وقت دنیا آگ کی ایک خندق کے بالکل کنارے بلکہ یہ کہنا صحیح ہوگا کہ لب بام کھڑی تھی۔ پوری نسل انسانی تیزی کے ساتھ خودکشی کے راستہ پر گامزن تھی، یہ وہ نازک وقت تھا جب انسانیت کی صبح صادق طلوع ہوئی۔ محروم وبدنصیب دنیا کی قسمت جاگی اور بعثتِ محمدیؐ کا مبارک وقت قریب ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی سنت بھی یہی ہے کہ جب تاریکی بہت بڑھ جاتی ہے اور قلوب سخت اور مردہ ہونے لگتے ہیں تو اس کی رحمت کا کوئی جاں نواز جھونکا چلتا ہے اور انسانیت کے خزاں رسیدہ چمن میں پھر بہار آجاتی ہے۔

دنیا میں اس وقت جس جہالت اور جاہلیت کی حکمرانی تھی، خرافات واوہام اور شرک وبت پرستی کی وبا عام تھی، اس کو دیکھ کر آپ کی بے چینی خالق کائنات اور خالق ارض وسماوات کی ہدایات اور اس کے احکام کا انتظار انتہا تک پہنچ چکا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی غیبی طاقت اور غیبی آواز آپ کو چلا رہی ہے اور آپ کی رہنمائی کر رہی ہے اور اس بڑے منصب کے لئے آپ کو تیار کر رہی ہے۔

اس زمانہ میں تنہائی اور خلوت پسندی آپ کا شیوہ اور معمول بن گئی تھی۔ اور آپ کو سب سے علیحدہ ہوکر تنہا بیٹھنے سے بڑا سکون ملتا تھا۔ آپ مکہ سے بہت دور نکل جاتے یہاں تک کہ شہر کے مکانات بھی آپ کی نظروں سے اوجھل ہوجاتے۔ آپ مکہ کی گھاٹیوں اور اندر کی وادیوں سے گذرتے تو شجر وحجر سے آواز آتی کہ: ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللهِ'' آپ اپنے داہنے بائیں اور پیچھے مڑ کر دیکھتے تو درختوں یا پتھروں کے سوا کچھ نظر نہ آتا۔

غارِ حراء میں

آپ زیادہ تو غارِ حراء میں قیام فرماتے اور متواتر کئی کئی راتیں وہاں گذرتیں۔ اس کا انتظام پہلے سے آپ کر لیتے تھے۔ یہاں آپ ابراہیمی طریقہ پر اور فطرتِ سلیم کی رہنمائی سے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہتے۔

بعثتِ مبارکہ

اسی طرح آپ ایک بار غارِ حراء میں تشریف فرما تھے کہ منصب نبوت سے آپ کو سرفراز کرنے کی مبارک ساعت آپہنچی۔ یہ 17 رمضان آپ کی ولادت کے اکتالیسویں سال کا واقعہ ہے (مطابق 16 اگست 610ء) جو حالت بیداری اور شعور کی حالت میں پیش آیا۔ آپ کے سامنے غارِ حراء میں فرشتہ آیا اور کہا کہ پڑھیے! آپ نے جواب دیا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس کے بعد اس نے مجھے پکڑ کر دبایا یہاں تک کہ میں نے اس کی تکلیف محسوس کی پھر چھوڑ دیا اور کہا پڑھیے! میں نے جواب دیا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ اس نے پھر مجھے پکڑا اور اتنی زور سے لپٹایا کہ مجھ پر اس کا سخت دباؤ پڑا پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہا پڑھیے! میں نے کہا میں پڑھا نہیں ہوں۔ اس نے پھر مجھے پکڑ کر دوبارہ اسی طرح دبایا اور کہا:

”اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ (۱) خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ (۲) اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ (۳) الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ (۴) عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ (۵)۔ [سورۃ العلق]“

(اے محمدؐ!) اپنے پروردگار کا نام لے کر پڑھو جس نے عالم کو پیدا کیا، جس نے انسان کو خون کی پھٹکی سے بنایا، پڑھو اور تمہارا پروردگار بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعہ سے علم سکھایا اور انسان کو وہ باتیں سکھائیں جن کا اس کو علم نہ تھا۔

حضرت خدیجہؓ کے گھر میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس عجیب واقعہ سے خوف زدہ ہو گئے۔ اس لئے کہ ایسا نہ کبھی آپ کے ساتھ ہوا تھا اور نہ آپ نے اس طرح کی بات کبھی سنی تھی۔ نبوت اور انبیاء علیہم السلام کے عہد پر ایک طویل عرصہ گذر چکا تھا چنانچہ آپ کو اپنے لئے خطرہ محسوس ہوا اور آپ اپنے گھر تشریف لے گئے۔ شدتِ خوف سے آپ کے شانہ مبارک پر کپکپی طاری تھی۔ آپ نے پہنچتے ہی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ مجھے جلد اوڑھا دو، مجھے کچھ خطرہ محسوس ہو رہا ہے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے اس کا سبب پوچھا تو آپ نے سارا ماجرا بیان کیا۔ وہ ایک عقلمند اور ذی شعور خاتون تھیں۔ نبوت، انبیاء اور فرشتوں کے بارے میں انہوں نے بہت کچھ سن رکھا تھا۔ وہ اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس (جنہوں نے عیسائیت قبول کر لی تھی، صحف سماویہ کا مطالعہ کیا تھا اور اہل توریت اور اہل انجیل سے ان کی نشست و برخاست تھی) کبھی کبھی جایا کرتی تھیں اور اہل مکہ کی نامناسب باتوں اور عادتوں کو پسند نہ کرتی تھیں جن کو فطرت سلیم اور ذہن مستقیم رکھنے والا کوئی شخص طبعاً پسند نہ کرے گا۔

وہ آپ کے رشتہ زوجیت، شب و روز کی رفاقت اور آپ کی ہر ظاہر و پوشیدہ چیز سے واقفیت نیز اس خصوصی اعتماد و تعلق کی وجہ سے جو ان کو حاصل تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق عالیہ سے سب سے زیادہ واقف تھیں۔ آپ کے شمائل و خصائل کو دیکھ کر ان کو اس کا پورا یقین ہو گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی تائید و توفیق ہر لمحہ آپ کے شامل حال ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ کے منتخب و مقبول بندے ہیں اور آپ کی سیرت بھی محبوب و پسندیدہ سیرت ہے اور جو شخص ایسے اخلاق اور ایسی سیرت اور ایسے اعلیٰ و پاکیزہ خصائل کا حامل ہو گا اس پر کسی شیطان یا جن اور آسیب کا اثر ہرگز نہیں ہو سکتا۔ یہ بات اللہ تعالیٰ کی حکمت اور رحمت و شفقت سے بعید اور اس کی سنتِ جاریہ کے منافی ہے۔ انہوں نے بڑے یقین و اعتماد کے لہجہ میں اور پوری قوت کے ساتھ کہا۔

ہرگز نہیں، خدا کی قسم اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی ذلیل ورسوا نہ کرے گا۔ آپ صلہ رحمی اور رشتہ داری کا پاس ولحاظ کرتے ہیں۔ دوسروں کا بوجھ ہلکا کرتے ہیں۔ محتاجوں کے کام آتے ہیں۔ مہمان کی ضیافت وخاطر مدارات کرتے ہیں۔ راہِ حق کی تکلیفوں اور مصیبتوں میں مدد کرتے ہیں۔

ورقہ بن نوفل کی مجلس میں

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات عقل سلیم اور فطرت صحیحہ نیز اپنی زندگی کے تجربوں اور لوگوں سے واقفیت کی بنیاد پر کہی تھی لیکن یہ معاملہ بہت بڑا تھا۔ اور اس میں کسی ایسے شخص کے مشورہ کی ضرورت تھی جو مذاہب اور ان کی تاریخ، نبوت اور اس کے مزاج نیز اہل کتاب سے اچھی طرح واقف ہو جن کے پاس انبیاء کے واقعات اور ان کے علم کا کچھ اندوختہ موجود ہو۔

انہوں نے سوچا کہ اپنے عالم وفاضل چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل سے مدد لینی چاہئے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ساتھ لے کر ان کے پاس گئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ورقہ کو پورا واقعہ سنایا۔ ورقہ نے سنتے ہی کہا: ''قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے آپ اس اُمت کے نبی ہیں اور آپ کے پاس وہی ناموسِ اکبر آیا تھا جو حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کے پاس آیا تھا اور ایک زمانہ آئے گا کہ آپ کی قوم آپ کو جھٹلائے گی اور ایذاء پہنچائے گی، آپ کو نکالے گی اور آپ سے جنگ کرے گی''۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ جملہ سنا کہ قوم آپ کو نکال دے گی تو آپ کو تعجب ہوا۔ اس لئے کہ آپ قریش میں اپنی حیثیت ومرتبہ سے واقف تھے، جانتے تھے کہ صادق وامین کہتے ان کی زبان نہ تھکتی تھی۔ آپ نے تعجب کے ساتھ پوچھا کہ کیا وہ مجھے نکال دیں گے؟ ورقہ نے جواب دیا کہ: ''ہاں! جب بھی کوئی وہ پیغام لے کر آیا جو آپ لائے ہیں تو لوگوں نے اس کی دشمنی پر کمر باندھ لی اور اس سے جنگ کی۔ یہ برابر ہوتا آیا ہے اگر مجھے وہ دن نصیب ہوگا اور میری زندگی وفا کرے گی تو میں آپ کی پوری قوت کے ساتھ مدد کروں گا''۔

محبت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری شہید رحمۃ اللہ علیہ

سورۂ توبہ میں ہے ''آپ فرمادیجئے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیبیاں اور تمہارا کنبہ اور تمہارے وہ اموال جو تم نے کمائے اور وہ تجارت جس میں تمہیں خسارے کا اندیشہ ہو اور وہ گھر جن کو تم پسند کرتے ہو، تم کو اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیارے ہوں تو تم منتظر رہو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم بھیجیں۔ اس آیتِ کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک مسلمان کو سب سے زیادہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت ہونی چاہئے، اگر ایسا نہ ہو تو اندیشہ ہے کہ کہیں ہم اللہ کے عذاب کی گرفت میں نہ آجائیں۔ ایک حدیث میں خود سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ''تم میں سے کوئی شخص مؤمن نہیں بن سکتا جب تک اُسے میرے ساتھ اپنے ماں باپ اور اولاد اور سارے انسانوں سے بڑھ کر محبت نہ ہو''۔

دنیا میں محبت کے تین بڑے اسباب شمار ہوتے ہیں: کمال، جمال، احسان۔ یہ تینوں اسباب سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس میں بدرجہ اتم پائے جاتے ہیں لہٰذا آپ سے محبت رکھنا دنیا کے چلے ہوئے قانون اور رسم کے مطابق بھی ضروری ہے۔

اگر کمالات کے اعتبار سے دیکھا جائے تو حقیقت یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام تک تمام انبیاء کرام کو جو کمالات فرداً فرداً عطا کئے گئے وہ سارے کمالات، ربِ کائنات نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس میں جمع فرمادیئے تھے۔ وہ کونسا خلق اور کمال ہے جو آپ کو عطا نہیں کیا گیا تھا، آپ کے علم کا حال یہ ہے کہ آپ کی مبارک زبان سے نکلے ہوئے ارشادات کی آج تک تشریحات کی جارہی ہیں، مگر حق ادا کرنے کا کوئی بھی دعویٰ

نہیں کر سکا، ان شارحین میں کوئی محدث ہے اور کوئی فقیہ، کوئی مفسر ہے اور کوئی سیرت نگار جبکہ فرمانے والے اُمّی محض تھے۔

خوش اخلاقی کا یہ عالم تھا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں دس برس تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں رہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے کبھی اُف تک نہیں کہا اور نہ کبھی یہ فرمایا کہ تو نے یہ کام کیوں نہیں کیا۔ عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کسی شخص کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ خوش خلق اور خوش مزاج نہیں دیکھا، خود باری تعالیٰ نے آپ کے بارے میں گواہی دی ہے کہ آپ خلق عظیم کے منصب پر فائز تھے۔ ''خلق عظیم'' اخلاق کے سب سے بلند مرتبہ کا نام ہے ظاہر ہے جب آپ کو سب سے اونچا مقام عطا کیا گیا تو نیچے کے سارے مقامات اس میں جمع ہو گئے۔

محبت کے اعتبار سے دوسرے سبب یعنی جمال کے اعتبار سے دیکھا جائے تو بھی آپ بے مثال ثابت ہیں صحابہ گواہی دیتے ہیں کہ ہم نے آپ سے زیادہ حسین چہرہ کسی کا نہیں دیکھا، یوں محسوس ہوتا تھا کہ آپ کے چہرۂ انور میں سورج رواں دواں ہے، حضرت حسّان رضی اللہ عنہ سارے اہل اسلام کے جذبات کی نمائندگی کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''میری آنکھ نے آپ سے زیادہ حسین کبھی دیکھا ہی نہیں (اور دیکھتی بھی کیسے جبکہ) آپ سے زیادہ جمیل کسی ماں نے کوئی جنا ہی نہیں، آپ کو ہر عیب سے پاک پیدا کیا گیا ہے، یوں معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو ویسا ہی پیدا کیا گیا جیسا کہ آپ چاہتے تھے''۔

ایسے صحابہ بھی تھے جنہوں نے صرف آپ کا چہرہ دیکھ کر اسلام قبول کر لیا۔ یہود کے بہت بڑے عالم حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بھی انہی لوگوں میں شامل تھے وہ کہتے ہیں کہ میں نے چہرہ دیکھتے ہی پہچان لیا تھا کہ یہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں، حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ قریش کے پیغامبر بن کر آئے تھے وہ فرماتے ہیں ''جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو میرے دل میں اسلام کا چراغ روشن ہو گیا''۔

محبت کا تیسرا سبب احسان ہے، انسان کی فطرت ہے کہ وہ اپنے محسن سے محبت کرتا ہے، عربی کا محاورہ ہے ''**الانسان عبد الاحسان**'' (انسان احسان کا غلام ہوتا ہے) اور ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ ہم پر ربِ کائنات کے بعد سب سے زیادہ احسانات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہیں، آپ ہی تو ہیں جنہوں نے ہمیں خدا سے ملایا، توحید کا سبق پڑھایا، علم و معرفت کے دریا بہائے، بیواؤں کو سہارا دیا، یتیموں کے سر پر دستِ شفقت رکھا، حیوانوں کو انسان بنایا، عورتوں کو حقوق دیئے، انسانوں میں ذات پات کے تفاوت کو ختم کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی تو تھے جو انسانیت کے لئے غمزدہ اور دُعاء گو رہتے تھے، آپ سے محبت کرنے والا حقیقت میں انسانیت سے اور اخلاق حسنہ کے عظیم ترین پیکر سے محبت کرتا ہے، یہ بات عام انسانوں کے حوالے سے کی جارہی ہے، ورنہ خود مسلمان کا حال یہ ہے کہ محبت نبوی اس کے ایمان کا حصہ ہے، اس کے ایمان کا اعتبار ہو ہی نہیں سکتا اگر اس کے دل میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت نہ ہو۔

مسلمانوں کے دل میں حضور کی جو محبت ہے اس کا اندازہ دشمنانِ اسلام کو بھی ہے اور وہ مختلف حربوں کے ذریعے مسلمان کے دل سے اس محبت کو کھرچنے کی کوشش کررہے ہیں، توہین رسالت کے حالیہ واقعہ کو بھی اسی پس منظر میں دیکھنا چاہئے، اس موقع پر محبت مصطفوی کا تقاضا یہ ہے کہ اتباع واطاعت کا حق ادا کر کے ہم دشمنوں کی مذموم کوششوں کو ناکام بنادیں، آپ کے لائے ہوئے دین کی اشاعت کے لئے اپنی ساری توانائیاں لگادیں، آپ کی توہین جیسے ناقابل معافی جرم کا ارتکاب کرنے والے ممالک کی مصنوعات کا بائیکاٹ شروع کردیں، اس سلسلہ میں ہمیں حکومت یا او آئی سی (O.I.C) کی طرف دیکھنے کی ضرورت نہیں بلکہ ہم میں سے ہر ایک کو اپنے اپنے دائرہ میں بائیکاٹ کا آغاز کردینا چاہئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی استعمالی اشیاء

امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ

لباس:

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عادت شریفہ تھی کہ آپ اپنی ہر چیز کا نام رکھ دیا کرتے تھے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس ایک عمامہ تھا جس کا نام ''سحاب'' تھا۔عمامہ کے نیچے آپ گول بغیر دیوار کی ٹوپیاں پہنا کرتے تھے۔جس وقت حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات ہوئی،تو ازقسم لباس آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حسب ذیل اشیاء چھوڑیں۔

۱۔دو چادریں یمن کی بنی ہوئی۔

۲۔دو کپڑے صحاری اور دو قمیص ایک صحاری اور ایک سحولی۔

۳۔اور ایک تہبند۔

۴۔اور ایک جُبہّ یمنی۔

۵۔اور ایک چادر دھاری دار۔

۶۔ اور ایک سفید کمبل اور تین یا چار ٹوپیاں۔

۷۔اور ایک لحاف ورس (زعفرانی کی طرح بوٹی) کا رنگا ہوا۔

۸۔بستر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا چمڑے کا تھا،جس میں بجائے روئی کے،درختِ خرما (کھجور) کی چھال بھری ہوئی تھی۔

۹۔ایک چمڑے کی تھیلی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس تھی،جس میں آئینہ اور کنگھی اور سرمہ دانی

اور مقراض (قینچی) اور مسواک رہتی تھی۔ کنگھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھی کے دانت کی بھی رکھی ہے۔

۱۰۔ دو پیالے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھے۔ ایک میں مضبوطی کے لئے تین جگہ چاندی کے پترے لگے ہوئے تھے۔ اور دوسرا پیالہ پتھر کا تھا، ایک کا نام ''دیان'' تھا اور دوسرے کا نام ''مُضَبَّب''۔

۱۱۔ اور ایک طشت (ٹرے) پیتل کا تھا۔

۱۲۔ اور ایک آبخورہ (گلاس) تھا جس کا نام ''صادر'' تھا۔

۱۳۔ اور ایک خیمہ تھا۔ جس کا نام ''رَکی'' تھا۔

۱۴۔ اور ایک آئینہ تھا جس کا نام ''مدلہ'' تھا۔

۱۵۔ اور ایک مقراض (قینچی) تھی جس کا نام ''جامع'' تھا۔

۱۶۔ اور موزے چرمی (چمڑا) آپ کے پاس تھے جو بادشاہ حبش نے ہدیۃً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھیجے تھے۔

۱۷۔ اور ایک صاع اور ایک مُد بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھا۔

یہ دونوں پیمانوں کے نام ہیں۔

۱۸۔ اور ایک جوڑی جوتوں کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھی جس کا نام ''ممشوق'' تھا۔

[زاد المعاد فی ھدی خیر العباد، فصل فی ملابسہ، جلد: ۱، ص: ۱۳۰]

دواب (چوپائے):

چوپایوں کی قسم سے گائے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس نہیں رہی، اونٹ، گھوڑے، خچر،

گدھے، بکری، مرغ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سرکار میں رہے ہیں۔ چنانچہ ایک زمانہ میں دس گھوڑے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھے۔

۱۔ایک کا نام ''سکب'' تھا، جس پر آپ غزوۂ اُحد میں سوار تھے۔

۲۔اور ایک کا نام ''لزاز'' جس کو مقوقس شاہ اسکندریہ نے ہدیہ میں بھیجا تھا۔

اور باقیوں کے نام یہ ہیں۔

۳۔ظَرب۔

۴۔وَرَد

۵۔ضَرِیس۔

۶۔مُلاوِح۔

۷۔سُبُحہ۔

۸۔بَحَر۔

اور تین خچر تھے۔

۱۔ایک کا نام ''دلدل'' تھا جو بادشاہ حبش نے ہدیۃً بھیجا تھا، یہ پہلا خچر تھا جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعد نبوت کے سوار ہوئے، دلدل نے بڑی عمر پائی تھی، حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اس پر علی المرتضی رضی اللہ عنہ، ان کے بعد حسنین رضی اللہ عنہما اس پر سوار ہوتے تھے۔ پھر حضرت محمد بن حنفیہ کے پاس رہا۔ ایک دن وہ کسی کے مطبخ میں چلا گیا اور کسی نے تیر مار دیا اور وہ مر گیا۔

۲۔دوسرے خچر کا نام ''فِضّہ'' تھا جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہدیہ دیا تھا۔

۳۔تیسرے کا نام ''اَیلیّہ'' تھا جو شاہ ایلہ نے ہدیہ بھیجا تھا۔

اور ایک گدھا تھا۔جس کا نام ''یعفُور'' تھا۔

اور ایک زمانہ میں بیس اونٹنیاں دودھ والی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں تھیں اور دو سواری کی اونٹنیاں تھیں۔ایک کا نام ''قصوا'' تھا، اور دوسری کا ''عضباء'' بوقت ہجرت قصوا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواری میں تھی، اور ایک زمانہ میں سو بکریاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہاں تھیں، جن میں دو بکریاں خاص دودھ کے لئے تھیں۔ایک کا نام ''غوثہ'' تھا اور دوسری کا نام ''یمن'' اور ایک مرغ سفید رنگ کا تھا، جس کا نام منقول نہیں۔ [زاد المعاد فی ھدی خیر العباد، فصل فی دوابہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

ہتھیار:

نو تلواریں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں تھیں۔

۱۔ایک کا نام ''ذوالفقار'' تھا، جو غزوۂ بدر کے مالِ غنیمت میں آئی تھی۔

اور باقیوں کے نام یہ ہیں۔

۲۔قلعی۔

۳۔بَتار

۴۔حَتف۔

۵۔مِخذم۔

۶۔رَسُوب۔

۷۔عَضب۔

۸۔قَضِیب۔

۹۔اورایک تلوار آپ نے اپنے والد ماجد سے میراث پائی تھی،اس کا نام منقول نہیں۔

اور چند نیزے آپ کے پاس تھے ایک کا نام ''مثوی'' تھا۔

اور ایک بڑا حربہ تھا جس کا نام ''بیضاء'' تھا۔

اور ایک ڈنڈا تھا گز بھر لمبا۔

اور ایک خم دار لاٹھی جس کا نام ''عُرجون'' تھا۔

اور چار کمانیں تھیں، جن میں سے ایک کا نام ''کتوم'' تھا، اور ایک ترکش تھا، جس کا نام ''کافور'' تھا۔ اور ایک ڈھال تھی۔ نام اس کا ''زَلوق'' اور ایک خود تھا، جس کا نام ''ذوالسَّبوع'' تھا۔

بوقتِ شب کبھی روپیہ پیسہ کی قسم سے کوئی چیز آپ کے دولت خانہ میں نہ رہنے پاتی، احیاناً اگر کبھی کوئی مستحق نہ ملا، اور رات ہوگئی تو جب تک وہ چیز کسی مستحق کو نہ دی جاتی، آپ گھر کے اندر تشریف نہ لے جاتے تھے، بیت المال سے صرف اس قدر لیتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل وعیال کے لئے کوئی ارزاں (سستی سے سستی) چیز جو سال بھر کے لئے کافی ہوجائے، خریدی جاسکے، پھر اس میں بھی اکثر غرباء ومساکین کو دے دیتے، یہاں تک کہ سال ختم ہونے سے پہلے فاقہ کشی کی نوبت آجاتی۔ [زاد المعاد فی ھدی خیر العباد، فصل فی ذکر سلاحہ واثاثہ جلد:۱،ص:۱۲۶]

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارك وسلم

جسے ڈھونڈے ہے شوق سے چشمِ تر وہ مدینہ مدینہ مدینہ ہے
مرے دل کی تڑپ جو نبی کا شہر وہ مدینہ مدینہ مدینہ ہے
غمزدوں کی جائے پناہ ہے وہ فقیروں کا ماویٰ ہے ملجا ہے
جس کی دُھن میں تڑپتے ہیں قلب وجگر وہ مدینہ مدینہ مدینہ ہے
(شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ذاکر رحیمی صاحب نوراللہ مرقدہ)

سیرۃ طیبہ اور لباس

حضرت حافظ محمد اسحاق صاحب ملتانی مدظلہٗ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عادت کریمہ لباس شریف میں وسعت اور ترک تکلف کی تھی۔ مطلب یہ ہے کہ جو پاتے زیب تن فرماتے اور تعین کی تنگی اختیار نہ فرماتے اور کسی خاص قسم کی جستجو نہ فرماتے اور کسی حال میں عمدہ نفیس کی خواہش نہ فرماتے اور نہ ادنیٰ وحقیر کا خیال فرماتے جو کچھ موجود میسر ہوتا پہن لیتے اور جو لباس ضرورت کو پورا کردے اسی پر اکتفا کرتے۔ اکثر حالتوں میں آپ کا لباس چادر اور اِزار (یعنی تہبند) ہوتا۔ جو کچھ سخت اور موٹے کپڑے کا ہوتا اور کبھی پشمینہ بھی پہنا ہے۔ منقول ہے کہ آپ کی چادر شریف میں متعدد پیوند لگے ہوئے تھے جسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اوڑھا کرتے تھے اور فرماتے میں بندہ ہی ہوں اور بندوں ہی جیسا لباس پہنتا ہوں۔ (شیخین نے روایت کیا ہے)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک مؤمن کی تمام خوبیوں میں لباس کا ستھرا رکھنا اور کم پر راضی ہونا پسند ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میلے اور گندے کپڑوں کو مکروہ اور ناپسند جانتے تھے۔ (مدارج النبوۃ)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تہبند کو سامنے کی جانب لٹکاتے اور عقب میں اونچا رکھتے۔ (مدارج النبوۃ)

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تکبر وغرور کی مذمت فرماتے تو صحابہ رضی اللہ عنہم عرض کرتے یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) آدمی پسند کرتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں اور اس کی جوتیاں عمدہ ہوں اس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ”اِنَّ اللہَ جَمِیْلٌ یُحِبُّ الْجَمَالَ“ ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے۔ (الکبر بطر الحق)

ایک اور حدیث شریف میں ہے:

''اِنَّ اللہَ لَطِیۡفٌ یُحِبُّ اللَّطَافَۃَ'' ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ لطیف ہے اور لطافت کو پسند کرتا ہے۔

چنانچہ خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفود کے آنے پر ان کے لئے تجمل فرماتے اور جمعہ وعیدین کیلئے بھی آرائش فرماتے اور مستقل جدا لباس محفوظ رکھتے تھے۔ (مدارج النبوۃ)

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا محبوب ترین لباس قمیص (کرتہ) تھا۔ اگرچہ تہبند اور چادر شریف بھی بکثرت زیب تن فرماتے تھے لیکن قمیص کا پہننا زیادہ پسندیدہ تھا۔ (شمائل ترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیراہن مبارک سوتی اور تنگ دامن وآستین والا ہوتا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قمیص مبارک میں گھنڈیاں لگی ہوئی تھیں اور قمیص مبارک میں سینہ کے مقام پر گریبان تھا اور یہی قمیص کی سنت ہے۔ (مدارج النبوۃ)

ایک صحابی فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اس حال میں دیکھا کہ میرے جسم پر کم قیمت کے کپڑے تھے تو فرمایا کہ کیا تیرے پاس از قسم مال ہے؟ میں نے عرض کیا کہ ہاں! اللہ تعالیٰ نے مجھے ہر قسم کے مال و دولت سے نوازا ہے۔ پھر فرمایا: خدا کی نعمت اور اس کی بخشش کو تمہارے جسم سے ظاہر ہونا چاہئے۔

مطلب یہ ہے کہ تونگری کی حالت کے مناسب کپڑے پہنو اور خدا کی نعمت کا شکر ادا کرو اور ایک اُلجھے ہوئے بالوں والے پریشان حال کے بارے میں پوچھا کہ کیا یہ شخص کوئی ایسی چیز نہیں پاتا جس سے اپنے سر کو تسکین دے۔ (یعنی بالوں کو کنگھا کرے) اور ایسے شخص کو دیکھا جس پر میلے اور غلیظ کپڑے تھے۔ فرمایا: کہ یہ شخص کوئی ایسی چیز نہیں پاتا جس سے اپنے کپڑوں کو دھولے۔ (یعنی صابن وغیرہ) (مدارج النبوۃ)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفید لباس پہننے کو پسند فرماتے تھے اور کہتے تھے کہ حسین ترین لباس سفید کپڑوں کا ہے۔ چاہئے کہ تم میں سے زندہ لوگ بھی پہنیں اور اپنے مردوں کو بھی سفید کفن دیں۔ (مدارج النبوۃ)

اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کالی کملی اوڑھا کرتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مرتبہ صبح کے وقت باہر تشریف لے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدن مبارک پر ایک سیاہ بالوں کی چادر تھی۔ (شمائل ترمذی)

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن مکہ میں داخل ہوئے تو سر مبارک پر سیاہ عمامہ تھا۔ (مدارج النبوۃ)

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پشمینہ یعنی اونی کپڑے بھی پہنے ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر چادر لپیٹا کرتے تھے۔ (مدارج النبوۃ)

چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام لوگوں میں اطیب ولطیف تھے اس لئے اس کی علامت آپ کے بدن مبارک میں ظاہر تھی کہ آپ کے جسم اطہر سے لگنے کی وجہ سے آپ کے کپڑے میلے نہ ہوتے تھے اور نہ آپ کے لباس مبارک میں جوں پڑتی تھی اور نہ کپڑوں پر اور نہ آپ کے جسم اطہر پر مکھی بیٹھتی تھی۔ (مدارج النبوۃ)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چمڑے کے موزے پہنے ہیں اور ان پر مسح فرمایا ہے۔ (مدارج النبوۃ)

لباس کے معاملہ میں سب سے بہترین طریقہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ ہے جس کا آپ نے حکم دیا ہے یا ترغیب دی یا خود اس پر مسلسل عمل فرمایا۔ آپ کا طریقہ (سنت) لباس یہ ہے کہ کپاس کا بنا ہوا یا صوف کا کتان کا بنا ہوا کوئی سا بھی ہو اور جو بھی لباس میسر آئے پہن لیا جائے۔ آپ نے یمنی چادریں، جبہ، قبا، قمیص، تہبند، چادر (سادہ)، موزہ، جوتا، ہر چیز استعمال فرمائی ہے۔ آپ نے دھاری دار سیاہ کپڑا بھی پہنا ہے اور سادہ کپڑا بھی پہنا ہے۔ سیاہ لباس اور سبز ریشم کی آستین والا لبادہ بھی پہنا ہے۔ (زادالمعاد)

پاجامہ:- آپ نے ایک پاجامہ بھی خریدا ہے اور ظاہر ہے کہ پہننے ہی کے لئے خریدا ہوگا اور صحابہ کرامؓ آپ کی اجازت سے پہنا بھی کرتے تھے۔ (زادالمعاد)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے صحیح روایت میں ہے کہ انہوں نے ایک پرانا کمبل اور

موٹے سوت کی ایک چادر نکالی اور فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کپڑوں میں رحلت فرمائی۔ (زادالمعاد)

قمیص مبارک:- ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے دمیاطی سے نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کُرتہ (قمیص) سوت کا بنا ہوا تھا جو زیادہ لمبا نہ تھا اور اس کی آستین بھی زیادہ لمبی نہ تھی۔ بیجوری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ آپ کے پاس صرف ایک ہی کُرتہ تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ کا معمول صبح کے کھانے میں سے شام کے لئے بچا کر رکھنے کا نہ تھا۔ نہ شام کے کھانے میں سے صبح کیلئے بچانے کا تھا اور بعض اوقات کوئی کپڑا، کُرتہ، چادر، لنگی یا جوتا دو عدد نہ ہوتے تھے۔ مناوی نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ آپ کا کُرتہ (قمیص) زیادہ لمبا نہ ہوتا تھا نہ اس کی آستین لمبی ہوتی تھی۔ دوسری حدیثوں میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ آپ کا کُرتہ ٹخنوں سے اونچا ہوتا تھا۔ (شمائل ترمذی)

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کُرتہ کی آستین پہونچے تک ہوتی تھی۔ (شمائل ترمذی، خصائل نبویؐ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قمیص کا گریبان سینہ پر ہوتا تھا۔ کبھی آپ اپنے کُرتہ کا گریبان کھول لیا کرتے اور سینہ اطہر صاف نظر آتا اور اسی حالت میں نماز پڑھ لیتے۔ (شمائل ترمذی)

جب آپ قمیص زیب تن فرماتے تو پہلے سیدھا ہاتھ سیدھی آستین میں ڈالتے اور پھر بایاں ہاتھ بائیں آستین میں۔ (زادالمعاد)

ایاس بن جعفر الحنفی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ایک رومال تھا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وضو کرتے تو اسی سے پونچھ لیتے۔ (ابن سعد)

عمامہ:- عمامہ کا باندھنا سنت مستحب ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عمامہ باندھنے کا حکم بھی نقل کیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ عمامہ باندھا کرو اس سے حلم میں بڑھ جاؤ گے۔ (فتح الباری)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کسی نے پوچھا کیا عمامہ باندھنا سنت ہے؟ انہوں نے فرمایا ہاں! سنت ہے۔ (عینی)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب عمامہ باندھتے تھے تو (شملہ) دونوں شانوں کے درمیان چھوڑ لیتے تھے اور کبھی بے شملہ عمامہ باندھتے تھے۔ (نشر الطیب، شمائل ترمذی)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمامہ کا شملہ ایک بالشت کے قریب چھوڑتے۔ شملہ کی مقدار ایک ہاتھ سے زیادہ بھی ثابت ہے۔ عمامہ تقریباً سات گز کا ہوتا تھا۔ (خصائل نبویؐ)

عمامہ کے نیچے ٹوپی رکھنا سنت ہے۔

سیرۃ طیبہ......تہبند اور پاجامہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادتِ شریفہ لنگی باندھنے کی تھی پاجامہ پہننا مختلف فیہ ہے۔ بعض احادیث سے اس کا پہننا ثابت ہے اور اپنے اصحاب کو پہنے دیکھا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ آپ سے پوچھا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پاجامہ پہنتے ہیں؟ تو فرمایا کہ پہنتا ہوں۔ مجھے بدن کے ڈھانکنے کا حکم ہے اس سے زیادہ پردہ اور چیزوں میں نہیں ہے۔ (خصائل نبویؐ، زاد المعاد)

آپ کی تہبند چار ہاتھ اور ایک بالشت لمبی تھی اور تین ہاتھ ایک بالشت چوڑی تھی۔ (شمائل ترمذی)

بعض احادیث میں ہے چادر چار ہاتھ لمبی اور اڑھائی ہاتھ چوڑی اور تہبند چار ہاتھ اور ایک بالشت لمبی اور دو ہاتھ چوڑی۔

تہبند ہمیشہ نصف پنڈلی سے اونچی رکھتے۔ تہبند کا اگلا حصہ پچھلے حصہ سے قدرے نیچا رہتا۔ (خصائل نبویؐ)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمانوں کی لنگی آدھی پنڈلی تک ہونی چاہئے اور اسکے نیچے ٹخنوں تک بھی کچھ مضائقہ نہیں لیکن ٹخنوں سے نیچے جتنے حصہ پر لنگی لٹکے گی وہ آگ میں جلے گا اور جو شخص متکبرانہ کپڑے کو لٹکائے گا قیامت میں حق تعالیٰ شانہ اس کی طرف نظر نہیں کریں گے۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ، زاد المعاد)

کبھی آپ چادر کو اس طرح اوڑھتے کہ چادر سیدھی بغل سے نکال کر اُلٹے کاندھے پر ڈال لیتے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نیا لباس پہنتے تو جمعہ کے دن پہنتے۔ سفید لباس تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محبوب تھا ہی مگر رنگین لباس میں سبز رنگ کا لباس طبیعت پاک کو بہت زیادہ پسند تھا۔ (زاد المعاد)

خالص و گہرا سرخ رنگ طبیعت پاک کو بہت زیادہ پسند تھا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نیا لباس زیب تن فرماتے تو کپڑے کا نام لے کر خدا تعالیٰ کا شکر ان الفاظ میں ادا فرماتے۔

''اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ کَمَا کَسَوْتَنِیْہِ اَسْئَلُکَ خَیْرَہٗ وَخَیْرَ مَا صُنِعَ لَہٗ، وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّہٖ وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَہٗ''

ترجمہ: اے اللہ! تیرے ہی لئے سب تعریف ہے جیسا کہ تو نے یہ کپڑا مجھے پہنایا میں تجھ سے اس کی بھلائی کا اور اس چیز کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں جس کیلئے یہ بنایا گیا ہے اور میں تجھ سے اس کی بُرائی اور اس چیز کی برائی سے پناہ چاہتا ہوں جس کیلئے یہ بنایا گیا۔

نیز یہ دُعا فرماتے:

''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ کَسَانِیْ مَا اُوَارِیْ بِہٖ عَوْرَتِیْ وَاَتَجَمَّلُ بِہٖ فِیْ حَیَاتِیْ''

ترجمہ: سب تعریف اللہ ہی کیلئے ہے جس نے مجھے کپڑا پہنایا۔ جس سے میں اپنی شرم کی چیز چھپاتا ہوں اور اپنی زندگی میں اس کے ذریعے خوبصورتی حاصل کرتا ہوں اور جو کپڑا پرانا ہو جاتا اسے خیرات کر دیتے۔ (زاد المعاد)

آپ اکثر اوقات سوتی لباس زیب تن فرماتے کبھی کبھی صوف اور کتان کا لباس بھی پہنا ہے۔ (زاد المعاد)

آپ چادر اوڑھنے میں بہت اہتمام فرماتے تھے کہ بدن ظاہر نہ ہو غالباً لیٹنے کی حالت میں یہ معمول تھا۔ حضرت ابو رمثہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دو سبز چادریں اوڑھے ہوئے دیکھا ہے۔ (شمائل ترمذی)

مرغوباتِ محبوب کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

حضرت مولانا مفتی محمد عتیق الرحمٰن صاحب ارشد رشادی مدظلہم، الکلیۃ السعودیۃ، بنگلور

ایمان کا انحصار جن چیزوں پر ہے ان میں سے نمایاں اور انتہائی اہم محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے۔

محبت اس قلبی میلان کو کہتے ہیں جس میں دل اپنے محبوب کے تصور و تعلق سے لبریز و متلذذ ہو۔اوراس کے مقابل سارے تصورات وتخیلات سے بیزار ہو۔اس کیفیت کے مکمل اظہار و تشریح سے زبان وقلم عاجز ہیں ۔نہ کوئی تقریر اسے اپنے احاطہ میں لاسکتی ہے نہ کوئی تحریر۔اس کیفیت کو وہی محسوس کرسکتا ہے جس کا دل اس لطیف کیفیت سے معمور ہو۔محبت کرنے والوں نے رہتی دنیا تک کے لیے اپنی داستانوں کے انمٹ نقوش ثبت کیے ہیں۔جن کا تذکرہ زباں زدعام و خاص ہے۔محبت کے اس جنون میں محبت کرنے والا جہاں اپنے محبوب کی ذات سے اس کے صفات سے پیار کرتا ہے وہیں اپنے محبوب کے پسند کواپنی پسند بنالیتا ہےاور پھر محبوب کے مرغوبات ومحبوبات اسکے مرغوب ومحبوب بن جاتے ہیں۔

ہم میں سے ہر ایک رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا دعویدار ہے اور ہونا بھی چاہئے لیکن اس دعویٔ محبت کے تقاضوں میں سے ایک تقاضا محبوب کے محبوبات ومرغوبات سے واقفیت اوراسے اپنانے کا ہے۔جس سے عموماً مدعیان محبت ناواقف ہیں۔ان محبوبات ومرغوبات کا احاطہ اس مضمون میں کم علم راقم کے لیے نہ صرف مشکل بلکہ ناممکن ہے البتہ مشتے ازخروارے کی کوشش راقم کے لیے سعادت اورقارئین کے لیے باعث ازدیادعلم ومحبت ہے۔

محبوب حقیقی کے ان مرغوبات ومحبوبات کا تذکرہ انھیں اپنے مرغوب ومحبوب بنانے کے

لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہمارے دل میں جاگزیں فرمائے اور ان کی محبت کے ذریعہ ہمیں اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت عطا فرمائے۔

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی ابتداء اور انتہاء ذات رب العالمین ہے جس کی محبت کے بغیر نہ صلاح دارین ہے نہ فلاح دارین۔ جو رحمن و رحیم ہے مالک ارض وسماء ہے خالق این وآں ہے جو مکون کن فکاں ہے۔ جس کی رضامندی باعث نجات ہے جس کی ناراضی وجہ خسران ہے۔ قدم قدم لحظہ لحظہ لمحہ لمحہ پل پل آپ علیہ الصلوۃ والسلام کا مقصد اس ذات یکتا احد وصمد کی رضامندی کا حصول اور اس کی ناراضگی سے بچنا ہی تھا۔ اس کے بعد دوسری پسند کا تعلق بھی محبت خداوندی ہی سے ہے اسی کی طلب ہے اسی کی دعاء ہے اللهم ارزقني حبك وحب ما ينفعني حبه عندك اے محبوب تیری محبت عطا ہو اور ہر اس چیز کی محبت بھی عطا ہو جس کی محبت تیری محبت میں نفع بخش (اضافہ کا سبب) ہو۔ اپنی ذات، بیویاں، بچے، نواسے، نواسیاں، مال و دولت وغیرہ تو پسند ہیں ہی (جن کی تفصیل ایک بڑی تصنیف کی متقاضی ہے) لیکن ٹھنڈے پانی کی لذت اور اس کا مزہ اپنی جگہ۔ اے اللہ مجھے ٹھنڈے پانی کی محبت سے زیادہ تیری محبت عطا فرما۔

اللهم اجعل حبك احب الى من نفسي واهلي ومالي وولدي ومن الماء البارد على الظماء۔

آیئے اب آگے چلتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام کی پسند کیا کیا ہیں۔ آپ داہنی جانب سے کام کو پسند فرماتے یہاں تک کہ جوتے پہننے اور کنگھی کرنے میں۔ کسی بدبخت نے آپ کے سامنے بائیں ہاتھ سے کھانا کھایا آپ نے فرمایا کہ سیدھے ہاتھ سے کھاؤ اس نے کہا کہ میں داہنے ہاتھ سے کھا نہیں سکتا آپ نے فرمایا کہ تو کبھی داہنے ہاتھ سے کھا نہ سکے پھر وہ کبھی زندگی بھر اپنے داہنے ہاتھ سے کھا نہیں سکا۔ اسی طرح پانی بھی سیدھے ہاتھ سے پینے کا حکم

ہے۔ آج کل کھاتے ہوئے جو لوگ بائیں ہاتھ سے پیالہ (گلاس) لے کر سیدھا ہاتھ ہلکا سا لگا کر پیتے ہیں اس کی صحت پر راقم کو کوئی دلیل نہیں مل سکی۔ پیالہ اور گلاس کی آلودگی کی مخالفت حکم شرعی کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی ہے۔ کھانے میں آپ کو شہد، حلوا، ٹھنڈا پانی، جس پانی میں کھجور کو بھگویا گیا ہو (نبیذ)، کدو، بکرے کا دست (شولڈر) بہت پسند تھے۔ علامہ امانی آپ کے مرغوبات کا تذکرہ فرماتے ہوئے گلشن سیرت میں رقم طراز ہیں ؂

پسند طیب خاطر جو کدو تھا
تو دست بز بھی حسب آرزو تھا

آپ ککڑی پسند فرماتے پھلوں میں تربوز سب سے زیادہ پسند تھا ککڑی اور تربوز کھجور کے ساتھ تناول فرماتے۔ کھجور داہنے ہاتھ میں پکڑتے اور تربوز بائیں ہاتھ میں۔ آپ نے ایک مرتبہ روٹی اور گھی کھانے کی خواہش کا اظہار بھی فرمایا۔ میٹھا اور ٹھنڈا پانی بہت زیادہ پسند فرماتے۔ باوجودیکہ آپ کا بدن خوشبودار اور آپ کا پسینہ معنبر و معطر تھا آپ خوشبو پسند فرماتے۔ عورتوں کو مہندی لگانے کی ترغیب دیتے مگر آپ کو مہندی کی بو پسند نہیں تھی۔ نیک فالی کو پسند فرماتے چنانچہ ناموں میں جس نام میں اچھے معنی نہیں ہوتے آپ انہیں بدل دیتے۔ معرکہ خیبر کے موقع پر ایک ایسا موڑ آیا جہاں سے خیبر تک پہنچنے کے چار راستے تھے آپ نے ہر راستے کا نام پوچھا جواب میں پہلے راستے کا نام حزن بتایا گیا آپ نے اس راستے سے جانا پسند نہیں فرمایا دوسرے کا نام پوچھا تو کہا گیا شاس آپ نے اسے بھی پسند نہیں فرمایا تیسرے کا نام حاطب بتایا گیا آپ نے اسے بھی ناپسند فرمایا۔ ان تینوں راستوں کو ان کے نام کی خرابی کی وجہ سے چھوڑا گیا۔ چوتھے کا نام مرحب بتایا گیا تو آپ نے اس راستے کا انتخاب فرمایا۔ اسی طرح اچھے نام آپ پسند فرماتے اور نامناسب ناموں کو تبدیل بھی فرماتے۔

اخیر میں خود آپ علیہ الصلوۃ والسلام کی جانب سے اپنی پسندیدہ چیزوں کے اظہار اور اس پر حضرات صحابہ کے تاثر کا تذکرہ مضمون کی اہمیت وافادیت میں اضافہ کا حسین سبب ہوگا۔

ایک مرتبہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے تمہاری دنیا کی تین چیزوں کو محبوب ومرغوب بنایا گیا ہے حبب الی من دنیا کم ثلاث بیویاں، خوشبو اور میرے آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے بھی دنیا کی تین چیزیں پسند ہیں یارسول اللہ آپ کے چہرہ کو دیکھنا آپ پر اپنے مال کو لٹانا اور آپ کی رشتہ داری سے وسیلہ پانا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے بھی دنیا کی تین چیزوں کو پسندیدہ بنایا گیا بھلائی کا حکم، برائیوں سے روکنا اور اللہ کے حکم پر قائم رہنا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے بھی دنیا کی تین چیزیں پسند ہیں بھوکوں کو کھلانا پیاسوں کو پلانا اور ننگوں کو پہنانا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا یارسول اللہ مجھے بھی تین چیزیں (الضرب بالسیف، والصوم بالصیف، وقری الظیف) ہتھیار زنی، گرمی کا روزہ، مہمان نوازی پسند ہیں۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام اسی لمحہ حاضر ہوئے اور کہا میرے لیے بھی دنیا کی تین چیزیں مرغوب بنائی گئیں نبیوں کی خدمت میں حاضری رسولوں تک پیغامات پہنچانا اور اللہ رب العالمین کی تعریف۔ پھر حضرت جبرئیل نے آسمانوں کی طرف پرواز فرمایا اور فوراً لوٹ آئے اور کہا کہ اللہ کو بھی اپنے بندوں کی تین چیزیں پسند ہیں ذکر کرنے والی زبان شکر کرنے والا دل آزمائشوں پر صبر کرنے والا بدن۔ یہ ہے محبوب کے مرغوبات اور محبوب کے محبوبوں کی محبوبات کا کچھ حصہ۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان سب چیزوں کی محبت نصیب فرمائے اور ان کے ذریعہ سے محبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں اضافہ فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

دہر میں اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اُجالا کردے

مولانا عبد المالک صدیقی

محمد ایک پیارا، حسین، قابلِ فخر، ہر دل عزیز، باعثِ خیر و برکت، پسندیدہ، دل رُبا، ذخیرۂ حسنِ دو جہاں، عطر ریز، عنبر بار، دل کش مقبول و پر کشش نام۔ ایک ایسا نام جو کسی کو نہ سوجھا، کسی پہ نہ جچا، کوئی اس کے قابل نہ تھا، سیدہ آمنہ کے حسین وخوبصورت صاحبِ جمال وکمال بیٹے کی وجہ سے انسانیت تک اس نام کی رسائی ہوئی۔ اس نام کے نغموں کی کائنات میں گونج ہے، افقِ عالم میں اس کا چرچا وشہرت ہے، اس نام میں رحمت واپنائیت ہے۔ عرب جو بدنظمی اور پراگندگی کے عادی تھے اسمِ محمد نے ان سب کو ایک دائرہ میں لاکر ایک سلسلہ میں منضبط کردیا، ایک ہی لڑی میں پرو دیا، پوری دنیا کے باشندوں کو رنگ ونسل، قوم وقبائل کے امتیاز کے بغیر یک راہ و یکجا کردیا۔ عالمِ اسلام کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ہر جگہ ہر مقام پہ یہ نام ایک قدرِ مشترک ہے، ہر کلمہ گو نامِ محمد سے وابستہ ہے۔ قوم ولسانیت کے اختلاف کے باوجود سب کے سب مسلمان اگر کسی بات پر متفق ہیں تو وہ نام محمد ہے۔

یہ نام عظیم قوت ہے۔ اس نام سے دشمنوں پر ہیبت ورعب ہے۔ یہ روشنی ہے، ایک ایسی روشنی جس نے جہالت وتاریکیوں کے سارے پردے چاک کر کے کائنات کو منور کردیا۔ یہ نام نامِ عظمت ہے جس نے اپنے چاہنے والوں کو عظیم کردیا۔ یہ نام بہت ہی ارفع وبلند ہے۔ یہ نام پاکیزہ ومقدس ہے جس کے دم سے دھرتی کفر وشرک سے پاک ہوگئی۔ سورج، چاند، ستارے، آسمان وزمین، فرشتے، جنات اور انسان سب اس نام کے گُن گاتے ہیں۔ اس نام سے کلیوں کا تبسم، پھولوں کا ترنم،

دھرتی کی بقا و جگمگاہٹ، ہر شئی کی نقل و حرکت گویا کہ کائنات کا حُسن، رنگ و رونق، خوشبو و تازگی سب کچھ اسی نام سے ہے۔ اسی عقیدت کا اظہار علامہ محمد اقبال مرحوم اشعار کی دنیا میں یوں کرتے ہیں ؎

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کردے
دہر میں اسم محمدؐ سے اُجالا کردے
ہو نہ یہ پھول تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو
چمن دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو
یہ نہ ساقی ہو تو پھر مے بھی نہ ہو، خم بھی نہ ہو
بزمِ توحید بھی دنیا میں نہ ہو، تم بھی نہ ہو
خیمہ افلاک کا ایستادہ اسی نام سے ہے
نبضِ ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے محمد کا نام چھپایا گیا

جس طرح ہزار کفر و شرک کے باوجود بھی ''اللہ'' کا نام ذاتِ خداوندی کے لئے مخصوص رہا بعینہٖ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے نامِ محمد و احمد کو بھی چھپائے رکھا۔ کسی کو بھی نہ سوجھا کہ یہ نام بھی رکھا جائے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کا زمانہ قریب آیا کاہنوں، نجومیوں اور اہل کتاب نے نام و صفات کی وضاحت کے ساتھ آمد کی بشارتیں دیں تو پھر لوگوں کی توجہ اس نام کی طرف گئی اور اُمید نبوت پر محمد و احمد رکھنا شروع کئے۔ چند گنے چنے ایسے اشخاص ملتے ہیں جن کا یہ نام رکھا گیا لیکن مشیتِ الٰہی دیکھئے کہ ان میں سے کسی نے بھی دعوائے نبوت نہ کیا۔ ان میں چند کے نام یہ ہیں:

محمد بن احيحة، محمد بن مسلمة الانصاری، محمد بن البراء البکری، محمد بن سفيان بن مجاشع، محمد بن حمران الجعفی، محمد بن خزاعی السلمی، محمد بن عدی، محمد بن يزيد بن عمرو، محمد بن اسامة بن مالك۔

ز صد ہزار محمد کہ در جہاں آید
یکے بمنزلت و فضل مصطفیٰ نرسد

اس دنیا میں لاکھوں محمد آئے لیکن ان میں سے کوئی بھی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند مقام کو نہ چھو سکا۔

محمد بن عدی سے پوچھا گیا کہ آپ کا نام جاہلیت میں کیسے رکھا گیا؟ انہوں نے کہا کہ: میں نے بھی ایک دن جب اپنے والد سے یہی پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ: میں، سفیان بن مجاشع، یزید بن عمرو، اُسامہ بن مالک شام گئے، وہاں ایک راہب نے آخری نبی کی آمد کا بتایا، ہم نے پوچھا اس کا نام کیا ہوگا؟ کہا: محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پھر ہم واپس آئے، ہم میں سے ہر ایک کے ہاں لڑکا ہوا، سب نے اپنے بیٹے کا نام محمد رکھا۔

ہم نے ہر دور میں تقدیس رسالت کے لئے
وقت کی تیز ہواؤں سے بغاوت کی ہے
توڑ کر سلسلہ رسم سیاست کا فسوں
فقط اک نام محمد سے محبت کی ہے

نام رکھا گیا، محمد

دادا عبد المطلب ایک عجیب خواب دیکھتے ہیں۔ ان کی کمر سے نور کا ایک سلسلہ نکل رہا

ہے جس کا ایک سرا زمین میں ہے اور دوسرا سرا آسمان میں، ایک مشرق میں ہے تو دوسرا مغرب میں پھر اس نور نے ایک درخت کی صورت اختیار کی جس کے ہر پتے پر نور چمک رہا تھا اور مشرق ومغرب کے لوگ اس درخت سے لگے ہوئے ہیں۔ معبرین خواب کی تعبیر یہ بتائی کہ آپ کی نسل سے ایک بچہ پیدا ہوگا۔ مشرق ومغرب کے لوگ اس کی پیروی کریں گے، زمین وآسمان والے اس کی حمد وثناء کریں گے۔

پوتا پیدا ہوا تو عبدالمطلب نے اس کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) رکھا مروجہ تمام ناموں سے مختلف، لہجے اور معنی میں الگ تھلگ، ایک خاص شان لئے یہ نام جس نے بھی سنا متعجب وحیران ہوا کہ کعبہ کے متولی عبدالمطلب نے کعبہ میں رکھے ہوئے 360 خداؤں میں سے کسی کے ساتھ نسبت دینے کے بجائے اپنے پوتے کا ایک انوکھا وعجیب نام ''محمد'' رکھا ہے۔ کسی نے وجہ پوچھی، اے ابوالحارث! تم نے اس بچے کا نام محمد رکھا ہے حالانکہ یہ نام تمہارے باپ دادا میں سے کسی کا ہے اور نہ تمہاری قوم میں کسی کا!

عبدالمطلب نے جواب میں کہا: ''اردت ان یحمده اللہ فی السماء ویحمده الناس فی الارض''میں چاہتا ہوں کہ خالقِ کائنات آسمان میں ان کی تعریف کریں اور خلقِ خدا زمین میں ان کی مدح وستائش کرے۔

وقت نے ثابت کردیا کہ یہ نام واقعی اسی ہستی کے لئے موزوں ومناسب تھا کیونکہ پھر ستائش وتعریف کرنے والوں میں تعجب کرنے والے بھی شامل تھے۔

والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ کو بھی بتایا گیا کہ تمہارے شکم اطہر میں سیدالامم ہیں۔ اس نومولود کا نام محمد رکھنا۔ دوسری روایت میں ہے کہ احمد رکھنا۔ (سیرت مصطفیٰ، سیرت حلبیہ)

گویا کہ محبوب کل ﷺ (فداہ روحی ونفسی وابی وامی) کا نام کسی فردِ بشر نے نہیں رکھا بلکہ اس خلاصہ حیات کا نام مبارک خود خالقِ کائنات نے رکھا ہے۔ پھر اس خالقِ کل سے بشارت پاکر خویش واقارب، اصدقاء واحباء نے آپ ﷺ کا نام محمد واحمد رکھ کر اپنے اذہان وقلوب کو مفرح کیا۔

مجھ کو تو اپنی جان سے بھی پیارا ہے ان کا نام
شب گر ہے حیات ستارا ہے ان کا نام
تنہائی کس طرح مجھے محصور کر سکے
جب میرے دل میں انجمن آراء ہے اُن کا نام
ہر شخص کے دکھوں کا مداوا ہے ان کی ذات
سب پاشکستگاں کا سہارا ہے ان کا نام
بے یاروں، بیکسوں کا اثاثہ ہے ان کی یاد
بے چارگانِ دہر کا چارا ہے ان کا نام
قرآن پاک ان پہ اُتارا گیا ندیم
اور میں نے اپنے دل میں اُتارا ہے ان کا نام

(اسم محمد)

رسم فطرت ہے دین احمدؐ میں
حُسن ہے اُسوۂ محمدؐ میں
دین و دنیا جُدا کیوں ہو؟
خیطِ اَبیض ہے خیطِ اَسود میں

(شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ذاکر رحیمی صاحب نوراللہ مرقدہ)

مضامین

عظمتِ مصطفیٰ اور ہمارا رویہ

حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب مدظلہ، امام وخطیب مسجد عمر، پرنام بٹ

ماہ وموسم ربیع کا ہے ویسے بھی موسم ربیع خوشگوار ہوا کرتا ہے لیکن اس کی نسبت ہمارے اورکُل جہاں کے آقا جناب محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے ساتھ جڑ جانیکی وجہ سے ظاہری خوشگواری وشادابی کے ساتھ ساتھ دنیا بھر کے مسلمانوں کے اندر ایک عجیب روحانی کیفیت، اور بے پناہ لذت وسرور سے محظوظ ہونے کا موقع بھی فراہم کردیتا ہے، پھر جہاں ایک طرف سچے پکے عاشقانِ رسول عشق رسول میں وارفتہ، کیا مدارس، کیا مساجد، کیا بزرگانِ دین، اولیاء کرام کی خانقاہیں، ذکر مصطفیٰ، عظمتِ مصطفیٰ، سیرتِ مصطفیٰ کے تذکرے سے پورے ماحول کو نورٌ علیٰ نور بنا کر رکھتے ہیں۔

وہیں دوسری طرف کچھ کچے عاشق ہوش سے عاری جوش سے پُر، بے قابو اَن کنٹرول جذبات کے مالک حضرات، شہروں میں، بازاروں میں، جلسہ جلوس کی شکل میں، عشقِ رسولؐ، محفل میلاد وعظمت مصطفیٰ کے نام پر وہ، وہ بدعات وخرافات انجام دیتے ہیں، جس سے نہ صرف شان اقدسؐ کی بے ادبی وبے تعظیمی ظاہر ہوتی ہے وہیں غیر مسلم اقوام کی نظر میں ان کے حرکات وخرافات سے اسلام اور مسلمانوں کی شبیہ خراب ہورہی ہے۔

انتہائی خوف کا مقام ہے، عظمتِ مصطفیٰ یا مقام مصطفیٰ پر تذکرہ ہو تبصرہ خطابت کی شکل میں ہو یا کتابت کے، بولنے اور لکھنے والوں کی بڑی ذمہ داری بنتی ہے کہ حد درجہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت واحترام کا لحاظ رکھ کر اپنے کو ''عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ'' تصور کرکے، ذرّہ برابر چوک کا انجام ''فِي النَّارِ'' سمجھ کر لفظ بلفظ ''أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ'' کا خوف مستحضر رکھے، اور سب سے پہلے دربارِ الٰہی میں، اس میدان خطابت وکتابت میں اپنی نااہلیت کا اقرار، پھر اس جرأت ودلیری

پر معافی کا خواستگار حسنِ ادا اور حسنِ بیان کیلئے توفیقِ کار، افراط وتفریط اور خطاء ولغزش سے پناہ کا طلب گار بن کر لب کشائی کرے اور قلم پکڑے، یہی سچے عاشقوں اور عقیدت مندوں کا شیوہ تھا اور ہے، باوجودیکہ وہ پاکباز مقدس ہستیاں عشق رسول میں ''قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ'' کا مجسم وفا تھے، اور ان کی ہر ادا، قول، فعل، عمل، خلوت، جلوت ''لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ'' کا مسلّم نمونہ تھا پھر بھی بزبان حال وقال ہی کہتے لکھتے۔

ہزار بار بشویم دہن ز مشک و گلاب ہنوز نامِ تو گفتن کمال بے ادبی است

میرے آقا! اگر میں اپنی زبان کو مشک وعنبر سے گلاب سے ہزار مرتبہ بھی دھولوں پھر بھی آپ کے نامِ مبارک کو زبان پر لانا بڑی بے ادبی تصور کرتا ہوں۔

اللہ اکبر! جہاں ایک طرف سچے عاشقوں کے ادب وعظمت کا یہ عالم ہے وہیں دوسری طرف آج اس موضوع پر بولنے کیلئے ایسے افراد اسٹیجوں کی صدارت اور خطابت کی زینت بن رہے ہیں جن کی زندگی کو کسی بھی زاویئے سے اُلٹ پلٹ کر دیکھا جائے، دُور دُور تک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقۂ کار اُسوۂ حسنہ سے کچھ بھی واسطہ نہیں ہوتا، لیکن عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونے کے دعویدار، ٹھیکیدار! اور خطابت کے اندر وہ جوش وجذبہ وہ لفاظیت، وہ جرأت ودلیری اور عوام الناس کو جوش دلا کر ان کے زبانوں سے بلند وبانگ نعرے نعرۂ رسالت یا رسول اللہ، یا مصطفیٰ کے لگوا کر عوام کے داد ودہش سے دامن بھروا لیتے ہیں اور عوام سمجھ بیٹھتے ہیں کہ یہی سچے عاشق رسول ہیں، وہ سچے پکے عاشقانِ رسول کا نرم ونازک پُرنور خوف وخشیت سے بھرپور، لفظ لفظ میں ہوش وعظمت ملحوظ، قلب عقیدت سے معمور خطاب کرنے والے کو خشک مولوی سے تعبیر کرتے ہیں، اور عوام الناس کو بتایا جاتا ہے عقیدہ بنایا جاتا ہے کہ محفل میلاد وجلوس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس حاضر ہوتے ہیں، زوردار شاندار بلند بانگ نعروں سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا استقبال ہونا چاہیئے، اللہ اکبر! بے ادبی کی انتہا ہوگئی، اگر یہی عقیدہ

ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی میں اس طرح کے بلند و بانگ نعروں کے کیا معنی؟ کیا حضرات صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں اسی طرح جوش وجذبے کا مظاہرہ کرتے تھے، بلند و بانگ نعروں سے استقبال کیا کرتے تھے؟ وہاں تو صحابہ کرام کے ادب و تعظیم کا یہ حال تھا کہ خود صحابہ فرماتے ہیں ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں باادب اس طرح بیٹھے ہوتے کہ گویا ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نگاہِ مبارک میں نگاہ ڈال کر دیکھنے اور بات کرنے کی ہمت نہیں پڑتی تھی اپنی آواز بلند کرنا تو دور کی بات بلکہ کسی مشورہ کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس مبارکہ میں صحابہ کرام کی آواز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آوازِ مبارک سے بلند ہوئی تو ربّ رحیم کو جلال آ گیا کہ میرے حبیبؐ کے سامنے یہ جرأت و دلیری کہ آواز بلند کی جارہی ہے سخت عتاب کا سامنا کرنا پڑا، ''لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ '' اہل علم اور عشاق حضرات آیت کے لب ولہجہ سے خوب سمجھ سکتے ہیں کہ اس کے اندر کس قدر آپ کی عظمت کو اُجاگر کیا گیا ہے بلکہ ایک موقع پر اُن بدویوں کو جنہوں نے بے ادبی اور بدتہذیبی کا مظاہرہ کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام مبارک لے کر پکار رہے تھے اور گھر سے باہر آنے کی دعوت دے رہے تھے، ان کو عقل سے عاری بے وقوف کہا۔

''اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ الخ'' سوچنے والی بات ہے خوف کا مقام ہے آپ کے درِ اقدس پر کھڑے ہو کر آپ کا نام مبارک لے کر پکارنا اللہ کو گوارا نہیں ہوسکا تو ہمارا یہاں سے اس طرح سے پکارنا کیسے گوارا ہوسکتا ہے ہوش چاہیے، دیکھو تو سہی! کس کا تذکرہ کر رہے ہو؟ کسے آواز دے رہے ہو؟ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سچے عاشقوں کا تو یہ حال ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضۂ اقدس پر حاضر ہو کر خوف وخشیت سے اپنی سانس کو روک لیتے تھے کہ کہیں ہماری سانس کی آواز آپؐ کے حق میں بے ادبی وگستاخی میں شمار نہ ہوجائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے جو میری قبر پر (روضۂ اقدس)

حاضری دے کر سلام پیش کرتا ہے میں اس کی آواز کو (سلام کو) سنتا ہوں اور جواب دیتا ہوں اور دور سے درود و سلام بھیجنے والے کا سلام و پیام فرشتوں کے ذریعہ اللہ مجھ تک پہنچاتا ہے اور میں اس کا جواب دیتا ہوں، ہمارا عقیدہ و ایمان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قبر میں زندہ ہیں اور ہماری آواز سنتے ہیں تو اسی کا لحاظ رکھتے ہوئے اللہ والے اپنی سانس کی آواز کو بھی ''اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ'' کا خوف ملحوظ رکھتے تھے۔ وہ کوئی اللہ والے کا واقعہ ہے کہ عرصۂ دراز سے درِ اقدس پر حاضری کی تمنا وحسرت لئے دُعائیں مانگ رہے تھے دُعا قبول ہوگئی حاضری کی شرف سے مشرف ہونے کے ایام قریب آنے لگے مریدین کی ایک بڑی تعداد شیخ کی معیت میں حاضری کی سعادت حاصل ہونے کے شوق میں خوشی سے مچل رہے تھے کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے درِ اقدس پر حاضری دے کر اپنے دل کا دُکھ سنائیں گے غم کا مداوا کریں گے آخر کار وہ دن آ ہی گیا شیخ کی معیت میں چلنے لگے درِ اقدس پر حاضری ہوئی شیخ کی حالت یہ تھی نظریں نیچی تھیں جسم میں کپکپی طاری تھی ؎

''جھکاؤ نظریں بچھاؤ پلکیں ادب کا اعلیٰ مقام آیا'' کا مظہر بنے ہوئے تھے

بس کچھ لمحہ خاموش کھڑے اور آگے نکل گئے، مریدین حیران و پریشان کہ شیخ نے یہ کیا کر دیا، ہم تو سینکڑوں سال سے حسرت لئے ہوئے تھے کہ گھنٹوں کھڑے رہنے کا موقع ملے گا لیکن دو چار منٹ بھی شیخ نہیں ٹھہرے، کیا بات ہے؟ پوچھ ہی لیا، تو اللہ والے کا جواب دیکھئے فرمایا میں عرصہ دراز سے سانس روکنے کی مشق کر رہا تھا تاکہ حاضری کے موقع ایک لمبی سانس روک کر دل ہی دل سے سلام و پیام پیش کر دوں اس خوف سے کہ کہیں دربارِ اقدس میں کھڑے ہو کر سانس لوں اور اس کی آواز سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تکلیف نہ پہنچ جائے اور میں بے ادب اور گستاخوں میں شمار نہ ہو جاؤں۔

اللہ اکبر! کتنی اونچی بات کہی کسی اللہ والے شاعر نے ؎

ادب گاہیست زیر آسمان از عرش نازک تر　　نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

یہاں تو جنیدؒ و بایزید بسطامیؒ جب حاضری دیتے ہیں تو اپنی سانسوں کو روک لیتے ہیں ؏

لے سانس بھی آہستہ کہ یہ دربارِ نبیؐ ہے

یہ اللہ والوں کا حال تھا اور ہماری دلیری و جرأت یہ ہے کہ ہم چیخ چیخ کر پکار رہے ہیں یارسول اللہ جوشِ خطابت سے منع نہیں اگر جوشِ خطابت ہی سچی عقیدت و محبت کا مظہر اور مقصود و مطلوب ہے اور بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں محبوب و مقبول ہے تو پھر تو دنیا کے اندر ہزاروں تعصب سے پاک غیر مسلم ادباء و شعراء آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عقیدت و محبت میں ڈوب کر نثر و نظم میں ایسے بلند پایہ الفاظ اور قصیدے کہے اور لکھے ہیں کہ اچھے اچھے مسلم نامور شعراء ششدر رہ گئے ہیں تو کیا انکے عند اللہ و عندالرسول محبوب و مقبول ہونے کی دلیل ہے؟ ہرگز نہیں! اصل اور مطلوب ایمان باللہ و طاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ------

کیا خوب کہا عربی شاعر نے ؎

تَعۡصِی الۡاِلٰہَ وَاَنۡتَ تُظۡهِرُ حُبَّهٗ   وَهٰذَا مُحَالٌ فِی الۡقِیَاسِ بَدِیۡعٗ

لَوۡ کَانَ حُبُّكَ صَادِقًا لَاَطَعۡتَهٗ   اِنَّ الۡمُحِبَّ لِمَنۡ یُحِبُّ مُطِیۡعٗ

جس قدر جوش و خروش کا مظاہرہ محفلِ میلاد کے منعقد کرنے میں اور نعرہ بازی میں ہوتا ہے اس میں کا دسواں حصہ بھی اگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو اپنانے میں دکھاتے تو ہماری زندگی کا ماحول معاشرہ بستی و ملک کا رُخ ہی کچھ اور ہوتا ؎

رسولؐ پاک کی سنت اگر اپنا چلن ہوتا   خدا شاہد کہ ہم سارے جہاں پر حکمراں ہوتے

اللہ پاک ہمیں بصیرت اور سچی عظمت بجالانیکی توفیق نصیب فرماوے۔ آمین

ختم نبوت اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت مولانا مبین احمد صاحب مدظلہ مہتمم دار العلوم پرنام بٹ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم۔

سیرتِ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عنوان میں ختم نبوت، خاتم الانبیاء وخاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا موضوع اہم ترین ہے اور صرف ذکر جمیل اور تاریخی حیثیت کا حامل ہی نہیں بلکہ اس موضوع کا تعلق اسلام کے اہم عقیدہ کے ساتھ جڑا ہوا ہے جس پر ہر مسلمان کا ایمان ویقین ایسا ہو جس طرح کہ اللہ رب العزت کے واحد ہونے کا عقیدہ ہے، اس عقیدۂ ختم نبوت پر ذرہ برابر بھی شک وشبہ پیدا ہو تو وہ شخص ایمان واسلام کے دائرے سے خارج ہو جائے گا اور اس کا شمار مرتدین میں کیا جائے گا۔

ختم نبوت کیا ہے؟

اللہ رب العزت نے انسان کی ہدایت ورہنمائی کے لئے انبیاء کرام علیہم السلام کو وقتاً فوقتاً اس دنیا میں بھیجا جنہوں نے آکر انسان کو دنیا میں آنے کا اصل مقصد بتایا اور اسے صحیح خطوط پر زندگی گذارنے کے طور طریقوں سے آگاہ کیا۔ یہ سلسلہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے شروع ہوا۔ تمام مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ سلسلۂ نبوت جو حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے شروع ہوا تھا، وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ختم کر دیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے آخری نبی ہیں، آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ آپ کی اُمت آخری اُمت ہے، اس کے بعد کوئی اُمت نہیں ہوگی آپ پر جو کتاب (قرآن کریم) نازل ہوئی، وہ آخری کتاب ہے۔ یہ عقیدہ، عقیدۂ ختم نبوت کہلاتا ہے۔

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور انبیاء کرام علیہم السلام

اللہ پاک نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو سید المرسلین، امام الانبیاء وخاتم النبیین کے اونچے منصب پر فائز فرمایا سیرتِ پاک اور ذکرِ جمیل میں یہ کمال ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بہت بڑا کمال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صرف نبی اور رسول ہی نہیں بلکہ سید المرسلین اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں یہ منصب یہ کمال صرف اور صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حصہ میں آیا ویسے تو اللہ پاک نے ہر ایک نبی کو کمالات، معجزات وخصائص عطا فرمائے لیکن ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ان تمام کمالات سے بڑھ کر کمال عطا فرمایا اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے خصائص وکمالات میں ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بھی شریک وسہیم فرما دیا اس سلسلے میں بہت سے اقوال علمائے محققین نے جمع کیا ہے ان میں سے چند باتیں عرض ہیں سیدنا حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ شرف وبزرگی حاصل تھی کہ وہ مسجود ملائکہ بنائے گئے اللہ پاک نے حکم دیا کہ ''اُسْجُدُوْا لِاٰدَمَ'' اے فرشتو! آدمؑ کیلئے سجدہ کرو لیکن ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ شرف وکمال حاصل ہے کہ اللہ پاک نے فرشتوں کو حکم دیتے ہوئے خود بھی شامل ہو گئے کہ ''اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ'' بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پاک پر درود بھیجتے ہیں اور آدم ثانی سیدنا حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خاص کمال یہ عطا کیا گیا کہ وہ ہلاکت انگیز طوفان جو دنیا پر عذابِ الٰہی بن کر برساتھا جس میں پوری دنیا ڈوب گئی تھی اللہ پاک نے حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ایمان والوں کو کشتی کے ذریعہ نجات دی تھی ''فَاَنْجَیْنٰہُ وَاَصْحٰبَ السَّفِیْنَۃِ وَجَعَلْنٰھَآ اٰیَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ'' پھر ہم نے نوحؑ کو اور کشتی والوں کو بچالیا اور اس کو دنیا کے لئے نشانی بنا دیا لیکن اس جیسے نشانی اور کمال میں ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بھی شامل کرتے ہوئے اللہ پاک نے یہ خوشخبری سنائی ''وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ وَاَنْتَ فِیْھِمْ'' اور اللہ پاک ان کو اس وقت تک عذاب میں مبتلا

نہیں کرے گا جب تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان میں موجود ہوں اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدۂ حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان ہے ان شاءاللہ ثم ان شاءاللہ یہ اُمت تا قیامت عام عذاب سے محفوظ رہے گی۔

سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوۃ والسلام کے لئے اللہ پاک نے دہکتی آگ کو گل گلزار بنا دیا ''قُلْنَا یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓی اِبْرٰهِیْمَ'' جب ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کو آگ میں ڈال دیا تو ہم نے آگ کو حکم دیا کہ آگ ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کے لئے سلامتی کے ساتھ ٹھنڈی ہو جا اور ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں اللہ پاک نے یہ آیت نازل فرمایا کہ ''كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ'' جب جب بھی دشمن جنگ کی آگ کو سلگاتے ہیں تو اللہ پاک اس کو بجھا دیتے ہیں اور سیدنا ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کا سب سے بڑا کارنامہ تعمیر بیت اللہ، کعبہ شریف کی تعمیر ہے ''وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰهِیْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ'' اس وقت کو یاد کرو جب کہ ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کعبۃ اللہ کی بنیاد کو اُٹھا رہے تھے اور حضرت اسماعیل علیہ الصلوۃ والسلام بھی، کعبہ شریف کی تعمیر کی ابتداء حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمائی ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک ہاتھوں سے اس تعمیر کا اختتام ہوا وہ مشہور واقعہ حجر اسود کے نصب کرنے کے تعلق سے ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعبہ کی عمارت پر ٹھیک اس جگہ ہی حجر اسود کو نصب فرما کر یہ فضیلت سنائی کہ ''الحجر الاسود یمین اللہ'' حجر اسود اللہ کا داہنا ہاتھ ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے عصا کا معجزہ عطا فرمایا کہ وہ اژدہا بن جاتا تھا، جمادات (لکڑی) پر آپ علیہ السلام کو یہ کمال دیا گیا تھا تو ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کے مانند یہ معجزہ اسطوانہ حنانہ کی صورت میں ظاہر ہوا اسطوانہ حنانہ یعنی وہ کھجور کے درخت کا تنا (لکڑی) جس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے جب منبر تیار ہوا تو اس کو وہاں سے

علیحدہ کر دیا گیا تو یہ اسطوانۂ حنانہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جدائی میں رو رو کر فریاد کرنے لگا جس کو مولانا رومؒ فرماتے ہیں ؎

استن حنانہ از ہجرِ رسولؐ نالہ می زد ہمچو اربابِ عقول
در تحیّر ماندہ اصحابِ رسولؐ کز چہ می نالد ستوں با عرض وطول

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ید بیضا کا معجزہ عطا ہوا کہ آپ علیہ السلام کے ہتھیلیاں روشن ہو جایا کرتی تھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات بابرکت سر تا قدم نور سے منور اور روشن بنائے گئے جسے دیکھ کر اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں

لنا شمس و للآفاق شمس وشمسی خیرٌ من شمس السماء
فان الشمس تطلع بعد فجر و شمسی تطلع بعد العشاء

ایک ہمارا سورج ہے اور ایک آسمانوں کا سورج ہے اور میرا سورج آسمان کے سورج سے بہتر و منور ہے کہ آسمان کا سورج فجر کے بعد نکلتا ہے اور میرا سورج عشاء کے بعد طلوع و منور ہوتا ہے۔ الغرض انبیاء کرام علیہم السلام کے یہ وہ چند کمالات ہیں جس میں اللہ پاک نے ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بھی شریک و سہیم فرمایا۔

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بے شمار ایسے کمالات و معجزات ہیں جس میں کسی نبی اور رسول کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ شریک و سہیم نہیں کیا گیا صرف اور صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو عطا کیا گیا ان غیر محدود کمالات و صفات میں بہت سی چیزیں آپ کی ذات بابرکات کے ساتھ خاص ہیں، کچھ شرعی

احکامات کے ساتھ، کچھ اور کمالات وفضائل اُمت کے حق میں خاص کئے گئے ان تمام کمالات، معجزات وخصائص میں ختم نبوت ایک ایسا عظیم الشان کمال ہے جو ان تینوں (کمالات، خصائص صفات) کے ساتھ اس کو شرف تعلق وبزرگی حاصل ہے ختم نبوت کا تعلق آپ ﷺ کے ہم اُمتیوں کے ساتھ بھی ہے۔ختم نبوت کا تاج آپ کے سرمبارک پر رکھا گیا تو خاتم النبیین کا شرف آپ ﷺ کو حاصل ہوا ختم نبوت کا مہر جب آپ کے لائے ہوئے دین وشریعت پر لگایا گیا تو یہ دین ’’اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ ‘‘ کا پروانہ حاصل کر کے تا قیامت کامل ومکمل ہوا اور اس امت کے ساتھ جب یہ تعلق جوڑا تو یہ اُمت خیر اُمت، آخری اُمت قرار دی گئی۔’’انا اٰخر الانبیاء، وانتم اٰخر الامم ‘‘(ابن ماجہ)۔

یہی وجہ ہے کہ یہ اُمتِ مرحومہ (خاص رحم کی ہوئی اُمت) کہلائی گئی اس اُمت پر جو نبی مبعوث کیا گیا وہ خاتم النبیین ﷺ کی ذاتِ بابرکت ہے اور جو دین وشریعت عطا کی گئی وہ اکمل دین، کامل ومکمل شریعت ہے حتی کہ بعض انبیاء علیہم السلام نے بھی اس اُمت میں شامل ہونے کی تمنا اور دُعائیں کیں تھیں۔

درحقیقت حضور اکرم ﷺ پر ختم نبوت اللہ پاک کی طرف سے اس اُمت پر احسان عظیم ہے کہ اس عقیدے نے اس امت کو وحدت کی لڑی میں پرو دیا ہے، پوری دنیا میں آج مسلمان عقائد وعبادات، احکامات اور ارکانِ دین کے لحاظ سے جو متفق ہیں وہ صرف اسی عقیدہ کی برکت ہے، مثلاً آپ ﷺ کے زمانے میں جس طرح پانچ نمازیں فرض تھیں آج بھی وہی ہیں، رمضان المبارک کے روزے، نصابِ زکوٰۃ، حج وعمرہ کے ارکان، صدقۂ فطر وعُشر کا نصاب، قربانی کا طریقہ، ایامِ عیدین سب اسی طرح ہیں جس طرح آقا کے دور میں تھیں، یہ سب عقیدہ ختمِ نبوت کی

وجہ سے ہے ورنہ اسلامی عقائد وارکان سلامت نہ رہتے، اسلامی عقائد وارکان کی سلامتی کا سب سے بڑا سبب عقیدہ ختمِ نبوت ہے چونکہ یہ عقیدہ اسلام کی حقانیت وعالمگیریت اور حفاظت کا ذریعہ ہے اس لئے دنیائے کفر اور یہود ونصاریٰ شروع سے ہی اس عقیدہ میں دراڑیں ڈالنے میں مصروف ہیں تا کہ دینِ اسلام کی عالمگیریت اور مقبولیت میں رُکاوٹ کھڑی کی جاسکے اور کسی طرح ان کے ماننے والوں کے ایمان میں شکوک وشبہات پیدا کئے جاسکیں، ان سازشوں کا سلسلہ دورِ نبوت میں مسیلمہ کذّاب سے شروع ہوا اور فتنہ قادیانیت شکیلیت تک آن پہنچا لیکن ہر دور میں قدرت نے اس سازشوں کو ناکام کیا ہے اور ان شاء اللہ العزیز قیامت تک یہ سازشیں ناکام ہوتی رہیں گی اور دینِ اسلام اور ختمِ نبوت کا پرچم ہمیشہ ہمیشہ بلند رہے گا۔

خلاصۂ کلام

ختمِ نبوت اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونے کے اس عظیم الشان کمال وصفت پر پورا ایمان ویقین رکھنا شریعتِ اسلام کا ایک لازمی عقیدہ ہے یہ عقیدہ اسلام کی جان ہے، ساری شریعت اور سارے دین کا مدار اسی عقیدہ پر ہے، قرآن کریم کی ایک سو سے زائد آیات اور آنحضرت ؐ کی سینکڑوں احادیث میں اعلان کیا گیا ہے، اہلِ بیت، تمام صحابہ کرامؓ، تابعین عظام، تبع تابعین، ائمۂ مجتہدین اور چودہ صدیوں کے مفسرین، محدثین، متکلمین، علماء اور صوفیاء (رحمہم اللہ عنہم اجمعین) کا اس پر اجماع ہے۔

اللہ پاک ہم سب کو ختم نبوت اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے عقیدہ پر کامل ایمان ویقین عطا فرمائے، اس پر مر مٹنے والا بنائے۔ آمین

بجاہ شفیع المذنبین و خاتم النبیین و رحمۃ للعٰلمین صلی اللہ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین۔

ماہنامہ المعارف

مضامین

سیرتِ طیبہ کا پیغام نوجوانانِ ملت کے نام

حضرت مولانا ضیاء الدین صاحب عمری مدنی مدظلہ، امام و خطیب محی الدین پورہ، آمبور

اَلحمدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی و الصلوۃ وَ السَّلَامُ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ اَمَّا بَعْدُ!

مراحلِ حیات میں مرحلۂ شباب بہت ہی قیمتی مرحلہ ہوتا ہے زندگی کے اس مرحلہ میں جذبات واحساسات، قوتیں اور توانائیاں اعلیٰ درجہ پر ہوتی ہیں، جوانی کی صلاحیتوں اور قوتوں کو اگر صحیح رُخ مل جائے تو جوانوں کی دنیا اور آخرت سنور جاتی ہے، اور وہ معاشرہ اور قوم وملت کیلئے مفید ثابت ہوتے ہیں، اور خدا نہ کرے اگر ان کے اندر بگاڑ آجائے تو وہ اپنی ذات کیلئے بھی، افرادِ خاندان کیلئے بھی، معاشرہ کیلئے بھی، اور قوم وملت کیلئے بھی وبالِ جان بن جاتے ہیں کسی بھی قوم کے نوجوان قوم کا قیمتی اثاثہ اور انمول سرمایہ ہوتے ہیں ؎

عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں نظر آتی ہے ان کو اپنی منزل آسمانوں میں

دورِ شباب کی اسی اہمیت کی وجہ سے نوجوانوں کیلئے بہترین اُسوہ اور قدوہ کی ضرورت ہوتی ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہتر کس کا اُسوہ ہوسکتا ہے؟

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ۔ (سورۃ الاحزاب)

تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بہترین نمونہ ہے۔

بقول علامہ اقبالؒ

سامنے سیرتِ مصطفیٰ درس ہے رہبری کیلئے پھر ہمیں اور کیا چاہئے دوستو زندگی کیلئے

موجودہ دَور میں ملت کے نوجوان جس بے راہ روی اور فسق وفجور کا شکار ہیں اس سے انہیں بچانے

کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ سے عالم شباب کے واقعات کی روشنی میں چند اُمور ذکر کئے جاتے ہیں جو اس دَور کے نوجوانوں کی عملی زندگی کیلئے نہایت اہم ہیں۔

(۱) لغویات سے اجتناب:- حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ مجھکو جاہلیت کی کسی بات کا کبھی خیال بھی نہیں آیا صرف دو مرتبہ خیال آیا مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سے محفوظ رکھا، ہوا اس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس طرح بچپن میں حضرت حلیمہ سعدیہ کے یہاں اپنے رضاعی بھائیوں کے ساتھ بکریاں چرائی ہیں اسی طرح جوانی میں بکریاں چرائیں۔

مولانا مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں! مشغلہ تجارت میں مشغول ہونے سے پہلے تقریباً بائیس تیئیس سال کی عمر تک آپ کے اوقات کا یہی نظام تھا کہ صبح ہوئی گھر گھر سے بکریوں کے ریوڑ اور اونٹوں کے گلوں کو ساتھ لئے بہت دور صحرا میں چلے جاتے، شام ہوتی تو سب کے گھر اُنکے مویشی پہنچا دیتے، گھر پہنچ کر جو کچھ دیا جاتا کھا لیتے اور تھکے ہوئے گلہ بانوں کی طرح بنی نوع انسان کے یہ سب سے بڑے گلہ بان سو جاتے تھے۔

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ساتھی سے فرمایا جو آپ کے ساتھ بکریاں چراتا تھا کہ تم بکریوں کی دیکھ بھال کرلو آج میں مکہ جا کر قصے کہانیاں سن کر آتا ہوں، مکہ میں داخل ہوئے، ایک مکان سے گانے بجانے کی آواز سنائی دی دریافت کرنے پر پتہ چلا کہ شادی کی تقریب ہے، آپ بیٹھے ہی تھے کہ فوراً نیند آگئی، پھر سورج کی دھوپ ہی نے آپ کو بیدار کیا، اُٹھ کر اپنے ساتھی کے پاس پہنچے، ساتھی نے دریافت کیا بتلاؤ کیا دیکھا؟ آپ نے فرمایا کچھ بھی نہیں، اور اپنے سونے کا واقعہ بیان فرمایا، دوسری رات آپ نے پھر یہی ارادہ فرمایا اللہ کی طرف سے پھر یہی صورت پیش

آئی، اس کے بعد پھر دل میں اس قسم کا خیال بھی نہیں آیا۔

مولانا مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ اس واقعہ کی اس طرح منظر کشی فرماتے ہیں! اسی سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ گلہ بانی کی اس پوری زندگی میں صرف ایک دفعہ جیسا کہ اس عمر کا تقاضہ ہے کسی برات کے تماشا دیکھنے کا خیال پیدا ہوا، شاید اس شوق میں چراگاہ سے سویرے واپس آگئے، شام ہوئی ضروریات سے فارغ ہوکر صاحبِ تقریب کے مکان پر پہنچے، برات کی دھوم دھام ابھی شروع بھی نہیں ہوئی تھی کہ چراگاہ کی تگ ودو کی ماندگی نے تھپکیاں دے کر سلا دیا، آنکھ کھلی تو تماشے ختم ہوچکے تھے اور مشرق کا رقاص اُفقِ عالم پر ناچتا ہوا اپنا تماشا پیش کر رہا تھا، دھوپ نکل چکی تھی۔

آج کل نوجوان جگہ جگہ مجمع اکٹھا کئے ہوئے لغویات میں، فضول گپیوں میں، گیمز میں، سینما بینی میں، برہنہ تصویریں، رقص وسرود اور موسیقی والی ویڈیوز دیکھنے میں اپنی جوانی کا قیمتی سرمایہ ضائع کر دیا کرتے ہیں، وہ نوجوان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس واقعہ سے سبق لیں۔

(۲) بے حیائی، شراب نوشی اور گانے بجانے سے پرہیز:-

بخاری اور مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تعمیر کعبہ کے وقت آپ بھی پتھر اُٹھا اُٹھا کر لا رہے تھے کہ آپ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بیٹا! تہبند (لنگی) کھول کر مونڈھے پر رکھ لو تاکہ پتھروں کی رگڑ سے محفوظ رہو آپ نے چچا کے کہنے سے تہبند کھولا، کھولتے ہی آپ بے ہوش ہوکر گر پڑے۔ اس کے بعد آپ کبھی برہنہ نہیں دیکھے گئے، ابو طالب نے آپ سے پوچھا کیا ماجرا تھا، آپ نے فرمایا کہ ایک سفید پوش آدمی دکھلائی دیا جس نے کہا اے محمد! اپنے ستر کو چھپاؤ۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب آپ کی عمر مبارک پینتیس سال کی تھی، آج کل نوجوانوں کے اندر سے غیرت وحیا کا جنازہ نکل رہا ہے اور سوشل میڈیا اور انٹرنیٹ نے کریلے پہ نیم چڑھا دیا

ہے۔ یہی نئی ایجادات واختراعات حیاسوزی، بے حیائی، عریانیت، فحش کلامی اور جنسی بے راہ روی کا اہم ذریعہ ہیں۔ جس میں ہمارے اکثر نوجوان ملوث ہو چکے ہیں۔

زمانۂ جاہلیت میں شراب نوشی عام تھی، آنے والے مہمانوں کا اکرام واعزاز بھی شراب کے ذریعہ کیا جاتا تھا، اس کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شراب کی ایک گھونٹ بھی حلق کے نیچے نہیں اُتاری۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ کیا کبھی آپ نے شراب پی ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ میں ہمیشہ سے ان چیزوں کو کفر سمجھتا تھا۔

جاہلیت اولیٰ کی طرح جاہلیت ثانیہ میں شراب نوشی کا رواج بڑھتا جا رہا ہے، اور اُم الخبائث کی خباثت روز افزوں ہے، حالانکہ یہ نسل کو ختم کرنے کیلئے دشمن کا بڑا ہتھیار رہے ہے، فرانس کا ایک ڈاکٹر مسٹر ہنری نے اپنی کتاب ''خواطر وسوانح فی الاسلام'' میں اس حقیقت کا انکشاف کیا ہے اور حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمایا ہے: کہ ''بہت زیادہ وہ ہتھیار جس سے اہل مشرق کی بیخ کنی کی گئی اور وہ دھاری تلوار جس سے مسلمانوں کو قتل کیا گیا یہ شراب تھی، ہم نے الجزائر کے لوگوں کے خلاف یہ ہتھیار آزمایا لیکن ان کی اسلامی شریعت ہمارے راستہ میں رُکاوٹ بن کر کھڑی ہوگئی اور وہ ہمارے اس ہتھیار سے متاثر نہیں ہوئے اور نتیجہ یہ نکلا کہ ان کی نسل بڑھتی ہی چلی گئی۔ یہ لوگ ہمارے اس تحفہ کو قبول کر لیتے تو ہمارے سامنے ذلیل وخوار ہو جاتے'' اس ہتھیار کو ناکام بنانے کیلئے ملت کے نوجوان کو اس لعنت سے بچنے اور بچانے کی سخت ضرورت ہے۔

عرب میں گانے بجانے کا بھی اسلام سے قبل بہت زیادہ رواج تھا، مکہ معظّمہ کا پورا سماج اس میں ڈوبا ہوا تھا، اس کے باوجود سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دامن گانے بجانے اور میوزک کی لعنت سے بھی بے داغ تھا۔

آج کا نوجوان گانے بجانے اور موسیقی کے آلات کی فراوانی اور سہل الحصول کی وجہ سے اس لعنت میں شب و روز گرفتار ہے، اس کی جلوت و خلوت اسی سے آباد ہے اور اس کی تنہائیوں میں یہی وقت گذاری کا ذریعہ ہے، بلکہ وہ اس نفسانی خواہش کی تکمیل کیلئے گوشہ نشینی اور تنہایوں کا متلاشی رہتا ہے یہ قوم کی تباہی، بربادی اور زوال کی علامت ہے ۔

آ تجھکو بتاؤں تقدیر اُمم کیا ہے   شمشیر و سنان اول، طاؤس و رباب آخر

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس اُمت میں بھی زمین میں دھنسنے، صورتیں مسخ ہونے اور پتھروں کی بارش کے واقعات پیش آئیں گے، ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ! یہ کب ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا جب گانے والی عورتوں اور باجوں کا عام رواج ہوجائے گا اور کثرت سے شرابیں پی جائیں گی۔ (جامع ترمذی)

گانا بجانا اور موسیقی اس دَور کا سب سے بڑا فتنہ ہے لہٰذا اس سے بچنے کی بھرپور کوشش کرنی چاہئے۔

(۳) شرک سے تنفّر اور بیزاری:- نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابتدا ہی سے شرک اور بُت پرستی سے اور تمام شرکیہ طریقوں سے بالکل منزہ اور پاک رہے، جیسا کہ ابن ہشام کی روایت میں ہے اسی طرح مستدرک حاکم اور دلائل ابی نعیم اور دلائل بیہقی میں مذکور ہے اور امام حاکم فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے: کہ زید بن حارث فرماتے ہیں کہ زمانۂ جاہلیت میں جب مشرکین بیت اللہ کا طواف کرتے تو اساف اور نائلہ کو چھوتے تھے، (اساف اور نائلہ یہ دو بتوں کے نام ہیں) ایک بار میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ طواف کیا، جب ان بتوں کے پاس سے گذرا تو ان کو چھوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ کو منع کیا، میں نے اپنے دل میں کہا کہ دیکھوں تو سہی کہ چھونے سے کیا ہوتا ہے اس

لئے دوبارہ ان کو چھوا، آپ نے پھر ذرا سختی سے منع فرمایا کہ کیا تم کو منع نہیں کیا تھا، زید فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم اس کے بعد کسی بُت کو کبھی ہاتھ نہیں لگایا۔

حالت یہ ہے کہ عرب کا پورا ماحول شرک اور بُت پرستی کا دلدادہ تھا، ایسے ماحول میں جوانی میں (قبل نبوت اور عہدِ طفلی میں) بھی اس گندگی سے آپ کا دامن مکمل پاکیزہ تھا۔

دَورِ حاضر میں بچوں اور نوجوانوں کے دل ودماغ میں دیومالائی عقائد اور کفریہ اور شرکیہ نظریات ٹھونسنے کی سازش رچی جارہی ہے، خصوصاً جدید تعلیمی پالیسی کو ہمارے ملک میں نافذ کرنے کا مقصد ہی یہی ہے۔ ان حالات میں ہمارے نوجوانوں کے اندر توحید کی جڑیں مضبوط کرنے اور شرک سے نفرت پیدا کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

(۴) کسبِ حلال کیلئے جدوجہد:- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسب واکتساب کیلئے تجارت کو منتخب فرمایا اور ایک کامیاب تاجر کے اندر جو اوصاف ہونے چاہئیں وہ سب آپ کے اندر بدرجۂ اَتم موجود تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اخلاق وکردار کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے، یہاں تک کہ آپ کی قوم نے آپ کو صادق اور امین کا خطاب عطا کیا۔

داؤد بن الحصین سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس شان سے جوان ہوئے کہ آپ اپنی قوم میں سب سے زیادہ بامروت اور سب سے زیادہ خلیق اور سب سے زیادہ ہمسایوں کی خبر گیری کرنے والے اور سب سے زیادہ حلیم اور بردبار اور سب سے زیادہ سچے اور امانتدار اور سب سے زیادہ لڑائی جھگڑے، گالی گلوچ، فحش اور بُری باتوں سے دور رہنے والے تھے، اسی وجہ سے آپ کی قوم نے آپ کا نام امین رکھا۔ (ابن سعد وابن عساکر)

قیس بن سائب مخزومی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ زمانۂ جاہلیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے

شریکِ تجارت تھے "وَكَانَ خَيْرَ شَرِيكٍ لَا يُمَارِي وَلَا يُشَارِي" کہ آپ بہترین شریکِ تجارت تھے نہ جھگڑتے تھے اور نہ کسی قسم کا مناقشہ کرتے تھے۔

آج کے نوجوان کو چاہئے کہ اگر موقع ملے تو تجارت کے پیشہ کو اختیار کرے اور ان اوصافِ حمیدہ سے متصف ہو تاکہ وہ کامیاب تاجر بن سکے۔

(۵) مصیبت زدہ لوگوں کی اِمداد:- جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پندرہ برس کے ہوئے تو جنگِ فجار پیش آئی جس میں آپ بھی تشریف لے گئے، جس سے بچپن ہی سے آپ کی بہادری، بلند ہمتی اور جفا کشی کا پتہ چلتا ہے۔

اسی جنگ کے بعد ذیقعدہ کے مہینہ میں حلف الفضول کا معاہدہ ظہور پذیر ہوا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی شرکت فرمائی۔ جس سے مظلوموں اور بے کسوں کے ساتھ آپ کی ہمدردی کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے حلف الفضول میں یہ عہد کیا گیا کہ مظلوم خواہ اپنا ہو یا پرایا، ملکی ہو یا غیر ملکی حتی المقدور اسکی اعانت اور امداد سے دریغ نہ کریں گے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس معاہدہ کے وقت میں بھی عبداللہ بن جدعان کے گھر میں حاضر تھا، اس معاہدہ کے مقابلہ میں اگر مجھکو سُرخ اونٹ بھی دیے جاتے تو ہرگز پسند نہ کرتا اور اگر اب زمانۂ اسلام میں بھی اس قسم کے معاہدہ کی طرف بلایا جاؤں تو بھی اس کی شرکت کو ضرور قبول کرونگا، آپ کے اس شوق وجذبہ سے نوجوانوں کو کتنی بڑی رہبری اور رہنمائی ملتی ہے۔

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پچیس سال کے ہوئے تو حضرت خدیجہ بنت خویلد جو قریش کی مالدار خاتون تھیں انہوں نے آپ کی سچائی، امانت داری، حُسن معاملہ اور حُسن اخلاق کی خبر سن کر آپ سے درخواست کی کہ میرا مال مضاربت ملکِ شام لے جائیں اور میرا غلام میسرہ آپ کے ساتھ جائے گا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبول فرمالیا۔

اس سفر میں نسطورا راہب کے ساتھ جو واقعہ پیش آیا اور میسرہ نے جو عجائبات دیکھے انہیں خدیجہ بنت خویلد سے بیان کیا۔ یہ سب واقعات سن کر خدیجہ بنت خویلد نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکاح کی پیشکش کی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچاؤں سے اس بات کا ذکر کیا اور ان کے انتظام سے نکاح ہو گیا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ملکِ عرب کی سب سے بڑی رئیسہ خاتون نے اپنا سارا سرمایہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں پر نچھاور کر دیا کہاں وہ مکہ سے دور صحرا و بیابان میں چند پیسوں کیلئے دن بھر ببولوں کے کانٹوں اور اذخر کی گھانس کی تلاش میں رہنا پڑتا تھا آج وہی نوجوان عرب کا سب سے بڑا رئیس اور سب سے بڑا مالدار اور سب سے بڑا دولت مند بن چکا ہے، لیکن اس دولت کی وجہ سے کیا وہ ٹھاٹھ باٹھ کے ساتھ کوٹھیوں میں دادِ عیش دینے لگے؟ نہیں! ہر گز نہیں، بلکہ اس دولت سے رشتوں کو جوڑا گیا، مہمانوں کو کھلایا گیا، بے روزگاروں کو روزگار دلایا گیا اور بوجھ والوں کا بوجھ ہلکا کیا گیا، یہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہی کی رپورٹ ہے جس میں ان کی دولت کام آئی، پھر اس نوجوان کو دیکھو وہ مکہ کی کوٹھیوں اور بنگلوں کے بجائے، قصر و دربار کے بجائے بھیانک غار میں، آبادی کے بجائے حرا کے سانپوں اور بچھوؤں درندوں اور موذیوں سے بھرے ہوئے پہاڑوں میں تلاشِ حق میں سرگرداں نظر آتے ہیں۔

پینتیس سال میں الامین والصادق نے سیاہ پتھر کیلئے سُرخ خون کی جوندی بہنے والی تھی اس وقت سفید صلح کے ذریعہ طوفان کے رُخ کو موڑ دیا۔ ان سب واقعات سے ملت کے نوجوانوں کو روشنی اور رہبری حاصل کر کے اپنی دنیا اور آخرت کو آراستہ کرنے کی ضرورت ہے۔

اے اللہ! آپ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ میں ہماری دنیا اور آخرت کو سنوار دیجئے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

تیرے خُلق کو حق نے عظیم کہا

مولانا امتیاز احمد خطیب زید مجدہ، استاذ جامعہ ہذا

حامدًا و مصلیاً!

اخلاق اور حسن معاشرت کا لفظ ذہن میں آتے ہی خیالات کی دنیا میں ایک ایسا خاکہ اُبھرتا ہے جس کی منظر کشی ایسی ہوتی ہے کہ اولاد غایت درجہ ادب و اخلاق کے ساتھ والدین کے آگے سرنگوں ہوں، اطاعت گذار چہیتی بیوی کے سامنے نرم دل شوہر ہو، صاحب ایثار ہمسایہ اور پڑوسی کے حق میں دوسرا پڑوس بھی ہمدرد اور غمخوار ہو، چاہنے اور مر مٹنے والے دوست و رفیق کے حق میں کوئی کسر اور کمی نہ ہو لفظ اخلاق کا یہی مفہوم ہمارے اذہان میں جچا بسا اور سما ہوا ہے، حالانکہ یہ اخلاق کی مکمل تعریف نہیں ہے، یہ دنیا داروں کا دستور اور رویہ ہے جس کی ترجمانی انگریزی مقولہ سے بھی ہورہی ہے (Give Respect - Take Respect) سیرت و حُسن معاشرت، پاکیزہ اخلاق اور اونچا کردار کیا ہوتا اس پیکر مجسم اخلاق رحمت دو عالم سے سنئے جن کی رحمت و عنایت سے اپنے تو اپنے غیر اور دشمن بھی محروم نہ رہے، فرماتے ہیں "صِلْ مَنْ قَطَعَكَ وَاعْفُ عَمَّنْ ظَلَمَكَ وَاَحْسِنْ اِلٰى مَنْ اَسَاءَ اِلَيْكَ" جو تم سے قطع تعلق کرے ان سے صلہ رحمی کرو جو تمہارے ساتھ ظلم وزیادتی کرے اُنہیں درگذر کرتے رہو اور جو تمہارا بُرا چاہے ان کا تم بھلا چاہو۔

اور خود اللہ عزوجل آپ کو ان اوصاف کی تعلیم دیتا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ:

"فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ" ترجمہ: تم ان لوگوں (مشرکین) سے اچھی طرح درگذر کرو۔ اور دوسری جگہ ارشاد ہے: "اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ" بُری بات کے

جواب میں وہ کہئے جو بہتر ہو، یعنی ہم کو قدرت ہے کہ تمہاری آنکھوں کے سامنے دنیا ہی میں ان کو سزا دے دیں، لیکن آپ کے مقام بلند اور اعلیٰ اخلاق کا مقتضی یہ ہے کہ ان کی برائی کو بھلائی سے دفع کریں جہاں تک اس طرح دفع ہو سکتی ہے، آپ کے اغماض اور نرم برتاؤ کا اثر یہ ہوگا کہ بہت سے لوگ گرویدہ ہو کر آپ کی طرف جھکیں گے اور دعوت واصلاح کا مقصود حاصل ہوگا۔

الغرض ان آیات کی عملی تفسیر کو اگر سیرت طیبہ میں تلاش کرتے ہیں تو ہمیں ایک دو نہیں بلکہ بیسیوں واقعات ایسے ملتے ہیں جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے خون کے پیاسے اور جانی دشمنوں کے ساتھ بھی ہمدردی اور خیر خواہی، عفو و درگذر اور عطاء و بخشش کا بے مثال کردار قائم کر کے رہتی دنیا تک کی انسانیت کو باخبر فرما دیا کہ دشمنوں اور بدخواہوں کے ساتھ بھی یہ اندازِ سلوک ہی اخلاقِ حسنہ کی مکمل تعریف ہے، اور اس سے متعلق دو تین واقعات بطور تمثیل ہدیۂ ناظرین ہیں۔

یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ کفار و مشرکین اور یہود و ہنود سے زیادہ منافقین نے اسلام کو نقصان پہنچایا ہے، ایسے بدبخت اور سخت ترین دشمنوں کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بے لوث جذبۂ شفقت دیکھئے کیسا رہا۔

واقعہ یہ پیش آیا کہ مدینہ میں رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی کا انتقال ہوا، آپ نے قمیص مبارک کفن میں دیا، لعابِ مبارک اس کے منہ میں ڈالا، نمازِ جنازہ پڑھائی اور دُعائے مغفرت کی، حضرت عمرؓ اس معاملہ میں آڑے آتے تھے اور کہتے تھے یارسول اللہؐ! یہ وہی خبیث تو ہے جس نے فلاں فلاں وقت ایسی ایسی نالائق حرکات کیں، ہمیشہ کفر و نفاق کا علمبردار رہا، کیا حق تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: ''اِسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ اَوۡلَا تَسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ اِنۡ تَسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ سَبۡعِيۡنَ مَرَّةً فَلَنۡ يَّغۡفِرَ اللّٰهُ لَهُمۡ'' آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اے عمر! مجھ کو استغفار سے منع نہیں کیا گیا، بلکہ آزاد رکھا گیا ہے کہ استغفار کروں یا نہ کروں، یہ

خدا کا فعل ہے کہ ان کو معاف نہ کرے، یعنی ان کے حق میں میرا استغفار نافع نہ ہو، سو ان کے حق میں نہ سہی، ممکن ہے دوسروں کے حق میں میرا یہ طرزِ عمل نافع ہو جائے، دوسرے لوگ سب سے بڑے موذی دشمن کے حق میں نبی کے اس وسعتِ اخلاق اور وفورِ رحمت و شفقت کو دیکھ کر اسلام اور پیغمبر اسلام کے گرویدہ ہو جائیں، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اس کی قوم کے ایک ہزار آدمی اسلام میں داخل ہو گئے۔

منافقین کی طرح کفار و مشرکین بھی اس وقت سے آپ کے درپئے آزار ہیں جس وقت آپ کوہِ صفا پر علی الاعلان پہلی بار بالعموم دعوتِ حق پیش فرمائی، تو آپ کی یہ تبلیغ ان سنگ دل انسانوں کیلئے دین بیزاری اور عصبیت کا سبب بن گئی نتیجۃً وہ قوم آپ کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچانی شروع کر دی، کبھی ترک وطن پر مجبور کیا، کبھی راستہ میں کانٹے ڈالے گئے تو کبھی اُس معطر جسم اطہر پر اونٹ کی اوجھڑی ڈالی گئی جس پر کبھی مکھی تک نہیں بیٹھتی تھی، اور تو اور اہل طائف نے تو آپ کے ساتھ ظلم کی اس قدر زیادتی کی کہ آپ لہولہان ہوئے، مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سارے اعداءِ اسلام کو نہ صرف معاف کیا بلکہ دُعائے رحمت سے نوازتے رہے۔

بخاری و مسلم میں بروایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مروی ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ کیا آپ پر غزوۂ اُحد سے کوئی دن سخت آیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ میں نے تیری قوم سے بہت تکلیف اٹھائی ہے اور سب سے زیادہ تکلیف مجھے عقبہ والے دن (عقبہ طائف کے راستے میں ایک جگہ کا نام ہے) پہنچی جب میں نے اپنے آپ کو ابن عبد یا لیل بن عبد کلاب پر پیش کیا (جو طائف کا سردار تھا) اس نے میری دعوت کو قبول نہیں کیا تو میں وہاں سے سخت پریشانی کی حالت میں نکلا، قرن ثعلب پہنچ کر مجھے کچھ افاقہ ہوا میں نے سر اُٹھا کر دیکھا تو بادل نے مجھ پر سایہ کیا ہوا تھا، میں نے جب غور سے دیکھا تو اس میں حضرت جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے انہوں نے مجھے

آواز دی اور کہا: اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کی وہ باتیں سنیں جو انہوں نے آپس میں کہی اور وہ بھی جو انہوں نے آپ کو جواب دیا، اللہ جل شانہ نے آپ کی طرف پہاڑوں پر مقرر فرشتے بھیجا ہے آپ اس کو جو حکم دیں گے وہ حکم بجالائیں گے پھر مجھے ان میں سے ایک فرشتہ نے کہا کہ مجھے میرے رب نے آپ کی طرف بھیجا ہے۔ تاکہ آپ مجھے حکم دیں، بس آپ کیا چاہتے اگر آپ چاہیں تو میں دو پہاڑوں کے درمیان طائف والوں کو پیس ڈالوں، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں تو اُمید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی نسلوں سے ایسے لوگ پیدا فرمائے گا جو ایک اللہ کی عبادت کریں گے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ (بخاری و مسلم)

مذکورہ حدیث کو بیان کر کے حضرت مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی صاحب مدظلہم العالی فرماتے ہیں کہ اگر اللہ چاہتے تو فرشتوں کو براہِ راست حکم دیتے کہ طائف شہر کو نیست و نابود اور ملیا میٹ کر دو مگر مشیت الٰہی یہ ہوئی فرشتوں کو حکم ہوا کہ محبوبِ مدنی سے حکم جان لو، اس کی وجہ یہ تھی کہ خود خدائے ذوالجلال نبی کے کریمانہ اخلاق سے واقف تھا کہ آپ بدعا کرنے والے نہیں ہیں اور یہ بات فرشتوں کو بھی معلوم کرانا مقصود تھا۔ لہٰذا حکم دیا پہلے محبوب کے در پہنچو، حکم معلوم کرو، بھلا وہ نبیٔ رحمت سر تا پا مجسم اخلاق کو عذاب دینا کہاں پسند ہوتا فوراً بول اُٹھے فرشتو! ایسا نہ کرنا مجھے اُمید ہے ان کی نسلوں سے توحید پرست پیدا ہوں گے۔

سبحان اللہ! کیا شان ہے محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی، آپ کے اخلاق کیا ہی عمدہ ہیں دشمنوں کے ساتھ معافی اور نرمی کا پہلو اختیار فرماتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صبر وضبط، عفو و درگذر کا ایک اور سبق آموز واقعہ سیرت طیبہ سے ملتا ہے، حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کیلئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدینہ سے روانگی

ہو رہی تھی میری سواری آپ کی سواری سے قریب تر تھی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی سواری کی رفتار کو اچانک بہت دھیمی فرما دیا، اور مجھے آواز دی، میں قریب ہوا تو فرمایا جابر بن عبداللہ! تم اس گھاٹی کو جانتے ہو، چونکہ میں انصاری تھا، مکہ کے ان پہاڑیوں اور گھاٹیوں سے کم واقف بلکہ ناواقف تھا، لہٰذا میں نے لاعلمی کا اظہار کیا تو فرمایا یہ شعب ابی طالب ہے۔ اس گھاٹی کے اندر میں اور میرے محبین تین سال محصور اور قید و بند رہے اس طرح سے کہ ہمیں کھانے کیلئے کوئی چیز نہیں دی جاتی تھی تو ہم مجبوراً پتے چباتے تھے، ماؤں کی چھاتیاں سوکھ چکی تھی، معصوم بچے بھوک کے سبب روتے اور بلبلاتے تھے، اس حالت زار سے کبھی کفار و مشرکین کے سنگ دل نرم نہیں ہوئے، یہ سن کر حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے دل میں سوچا کہ اے کفارِ مکہ! آج تم لوگوں کی خیر نہ ہوگی آج محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاتح بن کر تشریف لا رہے ہیں، ہر قسم کی ظلم و زیادتی اور تشدد کا پورا پورا حساب اور بدلہ ہوگا، مگر جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ کے اندر فاتحانہ انداز میں داخل ہوئے، تو "لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ، اور أَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ" کے الفاظ زبانِ رسالت میں جاری تھے۔ سارے ظالموں اور بدبختوں کو عام معافی اور عام امن کا اعلان فرمایا، حالانکہ اس وقت مسلمانوں کا لاؤ لشکر، طاقت و سلطنت، رعب اور دبدبہ اس قدر تھا کہ پورے باطل طاقتیں سرد پڑ چکی تھیں، ایسے موقع پر ظالموں کے ان کرتوتوں کا، شعب ابی طالب کی قید کا، خانۂ کعبہ سے روکنے کا، شہداء کے قصاص کا، ترک وطن پر مجبور کرنے کا اور قبولِ اسلام پر ایذاء رسانی کا الغرض ہر قسم کی زیادتیوں کا بدلہ لیا جا سکتا تھا مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کریمانہ اخلاق دشمنانِ اسلام کے ساتھ بھی اس قدر تھے کہ آپ نے ہر ایک کو دامن عفو میں جگہ عنایت فرمایا۔

بہر حال سیرت طیبہ کے اس اہم گوشہ سے ہمیں یہی سبق لینی ہے کہ ہم بھی ہر ایک کے ساتھ عفو و درگذر اور صبر و تحمل کے ساتھ زندگی گذارنے کا جذبہ پیدا کریں۔

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا

محمد حماد عاطف رحیمی

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ امابعد!

اللہ تعالیٰ کے ننانوے ناموں میں سوائے چند ایک کے اکثر صفات وہ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کے بے مثال رحمتوں کا اظہار ہوتا ہے ایک ایک وصف پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ اسمائے حسنیٰ دراصل اس بات کا مظہر ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کیسے کیسے طریقوں سے بندوں پر رحم کیا ہے اصولِ خداوندی ہے کہ صفات میں وہ تنہا ہوتے ہیں کیونکہ وہ وحدہٗ لاشریک لہٗ ہیں لیکن ایک ذات بابرکت اللہ نے ایسی پیدا کی جن کو اللہ تعالیٰ نے رحمۃ للعالمین کا لقب عطا فرمایا اور جن کی رحمتوں اور مہربانیوں کی انتہاء کو بیان کرنے کیلئے اپنے اسماء میں سے دو کا انتخاب کرتے ہیں **بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ** یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مؤمنوں سے بہت محبت کرنے والے اور ان پر ہمیشہ رحم کرنے والے ہیں۔

مؤید بروح القدس سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک شعر میں اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ ''**وَشَقَّ لَهٗ مِنْ اِسْمِهٖ لِيُجِلَّهٗ......فَذُو الْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَهٰذَا مُحَمَّدٌ**'' (رحمۃ للعالمین، ج:۳، ص:۶۱) ''ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے آپ کی تعظیم و اجلال کیلئے اپنے نام سے آپ کا نام مشتق کیا، پس عرش والا محمود ہے اور آپ محمد ہیں یعنی ''محمود'' اور ''محمد'' دونوں کا مصدر ایک ہی ہے اور وہ ''حمد'' ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح اللہ کی رحمتوں اور احسانات کی کوئی مثال نہیں پیش کی جاسکتی ہے۔ بالکل اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بھی بے نظیر ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے ''**وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ**'' کہ ہم نے آپکو تمام عالموں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے یعنی ایسی رحمت جو پوری کائنات کو اپنے سائے میں

ڈھانپ لے۔ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''سارے عالم کے باقی رہنے کیلئے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحمت ہیں کہ جب تک کوئی اللہ اللہ کہنے والا دنیا میں رہے گا قیامت نہیں آئے گی اور جو اللہ اللہ کہنے والا ہوگا وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ماننے والا ہوگا اس لئے دنیا کا باقی رہنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت ہی کی وجہ سے ہوگا۔ (تذکرۃ الحبیب، تسہیل نشر الطیب، ص: ۲۲۳)

اور آپ کی رحمت اہل ایمان کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ کفار کیلئے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحمت ہیں چنانچہ امام ابوجعفر طبری اور ابن ابی حاتم اپنے اسناد سے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کرتے ہیں کہ حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلمانوں کے لئے دنیا و آخرت میں رحمت ہیں اور کفار کے لئے دنیا میں رحمت ہیں کیونکہ پہلی اُمتوں کی طرح کفار پر عذاب نہیں آتے۔

حضرت مولانا قاضی سلیمان سلمان منصور پوری علیہ الرحمہ ''رحمۃ للعالمین'' (۲/ ۲۸۵) پر لکھتے ہیں: لفظ ''رحمت'' ایسا لفظ ہے جس کا استعمال ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہوا ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا کسی دوسرے کے لئے نہیں ہوا۔ (انتہیٰ)

ہمہ گیر رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

آپ کے اندر اللہ تعالیٰ نے بچپن ہی سے ان صفات کو رکھ دیا تھا اسی وجہ سے بلا مبالغہ یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت سے استفادہ ولادت باسعادت سے قبل ہی ثابت ہے اور مستفید ہونے والے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام ہیں، چنانچہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ دلائل النبوۃ (۵/ ۴۸۹) میں حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کرتے ہیں کہ جب سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جنت میں ایک چُوک ہوئی تو انہوں نے یوں دُعاء کی کہ ربِ کریم آپ سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل دُعا مانگتا ہوں میری خطا معاف فرما دیجئے تو رب العزت نے پوچھا اے آدمؑ! آپ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیسے جانتے ہیں حالانکہ میں نے انھیں ابھی پیدا نہیں کیا ہے تو جواباً ابوالبشر

آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا بارِ الٰہا جب آپ نے مجھے پیدا کیا اور میرے اندر اپنی روح پھونکی تو میں نے سر اُٹھایا اور آپ کے عرش کے نیچے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا دیکھا میں سمجھ گیا کہ آپ اپنے نام کے ساتھ انھیں کا نام شامل کئے ہوئے ہیں جو پوری کائنات میں آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہوں گے ارشاد ہوا: ہاں تم نے صحیح کہا بے شک وہ میرے محبوب ہیں اور میں آپ کو بھی اس لئے معاف کرتا ہوں کہ آپ نے ان کا وسیلہ دیدیا ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ ہوتے (یعنی آپ کو پیدا کرنے کا ارادہ نہ ہوتا) آپ کو (یعنی حضرت آدم علیہ السلام کو) بھی پیدا نہ کرتا۔ یہ ہے حضور سرورِ کائنات محبوبِ دوجہاں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام نے بھی اس کا بھرپور فائدہ حاصل کیا ہے ؎

رسولِ مجتبیٰ کہئے محمد مصطفیٰ کہئے — خدا کے بعد بس وہ ہیں پھر اس کے بعد کیا کہئے
شریعت کا ہے یہ اصرار ختم الانبیاء کہئے — محبت کا تقاضا ہے کہ محبوبِ خدا کہئے

بچپن میں آپؐ کی رحمتوں سے استفادہ

حلیمہ بن عرفطہ کہتے ہیں کہ میں مکہ معظّمہ پہنچا تو اس وقت وہ لوگ سخت قحط میں تھے قریش نے کہا اے ابوطالب! چلو، پانی کی دُعا مانگو حضرت ابوطالب چلے اور ان کے ساتھ ایک لڑکا تھا جو اس قدر حسین تھا جیسے بادل میں سے سورج نکلا ہوا ہو (یہ لڑکے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے جو اس وقت ابوطالب کی پرورش میں تھے) ابوطالب نے ان صاحبزادے کی پیٹھ خانہ کعبہ سے لگائی اور صاحبزادے نے انگلی سے اشارہ کیا آسمان میں کہیں بادل کا نام ونشان نہ تھا ہر طرف سے بادل آنے شروع ہو گئے اور خوب بارش ہوئی۔ (نشر الطیب بحوالہ ابن عساکر) اسی وجہ سے حضرت ابوطالب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر یوں گنگنایا کرتے تھے ؎

وَاَبْيَضَ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ ثِمَالُ الْيَتَامٰى عِصْمَةٌ لِلْاَرَامِلِ

یعنی وہ گوری رنگت کے مالک جن کے چہرہ انور کے طفیل بارش مانگی جاتی ہے (تو لوگ سیراب ہو جاتے ہیں) یتیموں کے نگہبان اور بیواؤں کے محافظ ہیں۔

سراپا رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناواقف لوگوں پر رحمتیں

پڑھے لکھے لوگوں سے ملنا بات چیت کرنا کوئی کمال کی بات نہیں ہے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ کس سے کیسے پیش آنا ہے؟ کہاں بولنا اور کہاں نہیں بولنا ہے لیکن ایک ایسے آدمی کے ساتھ کچھ دیر گذارنا جو اَن پڑھ ہو مزید برآں کہ اس کے دل میں پیغام حق کے تعلق سے زہر بھر دیا گیا ہو ایسوں کے سامنے پیغام حق پہنچانے کی ذمہ داری بہت بڑی ہے اور کافی حد تک خطرناک بھی ہوتی ہے مدمقابل سے کسی بھی قسم کے برتاؤ کی توقع کی جاسکتی ہے جس کیلئے اعلیٰ ظرف اور قوت برداشت کے مضبوط ہونے کی ضرورت ہوتی ہے جرأت اور حوصلہ بھی بلند ہو رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جان قربان کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے راستے میں ہر کسی سے ملتے اور کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتے آج پوری دنیا میں اپنوں اور اغیار کے دلوں میں اسلام اور اس کے احکام راج کر رہے ہیں تو اس کے پس منظر میں رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قربانیاں ہیں جن کے اندر اتنی طاقت ہے کہ روزِ قیامت تک انھیں قربانیوں کے عوض پرچم اسلام بلند رہے گا ہزاروں مثالیں ایسی تاریخ میں آپ کو ملیں گی جہاں آپ محسوس کریں گے کہ یہ خالص رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمۃ للعالمینی ہی کا مظہر ہے کسی دوسرے سے یہ کام نہیں ہو پائے گا بطور مثال ایک واقعہ پیش خدمت ہے۔

آغاز اسلام سے پہلے باشندگان مکہ نے بیت اللہ اور حج اور دیگر اہم کام آپس میں بانٹ رکھے تھے، تقریباً تمام سر برآوردہ خاندانوں میں کوئی نہ کوئی اہم خدمت یا عہدہ بطور وراثت چلا آتا

تھا، چنانچہ ایک اہم خدمت بیت اللہ کھولنے بند کرنے اور اس کی کنجی سے متعلق بھی تھی، اس کو حجابت اور سدانت کے نام سے موسوم کر رکھا تھا اور یہ پشتہا پشت سے خاندان بنوطلحہ میں چلی آئی تھی، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نبوت سے سرفراز ہوئے تو اُس وقت یہ خدمت حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ سے متعلق تھی---اب آگے کیا ہوا یہ خود انھیں کی زبانی سنئے: فرماتے ہیں کہ ابھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ ہی میں قیام پذیر تھے، یعنی ہجرت نہ ہوئی تھی ایک روز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے ملے اور اسلام قبول کرنے کی دعوت دی، میں نے نہایت گستاخانہ جواب دیا کہ کیا مذاق کرتے ہو؟ تم یہ سمجھے ہوئے ہو کہ میں تمہارا کہنا مان جاؤں گا، حالت تو یہ ہے کہ تم نے ایک نئے دین کا شاخسانہ نکال کر پوری قوم کو تباہ کر دیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے جواب پر کچھ نہیں فرمایا، ہمارا یہ دستور تھا کہ پیر و جمعرات کے دن عام زیارت کے لئے بیت اللہ کھولا کرتے تھے، ایک روز کسی موقع پر بیت اللہ کھلا ہوا تھا، لوگ زیارت کر رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اندر جانا چاہا، میں نے اس موقع پر جو کچھ میرے منہ میں آیا خوب بکا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اب کی بار بھی سکوت فرمایا، صرف اس قدر فرمایا کہ عثمان! ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ ایک روز اس کی چابی میرے ہاتھ میں ہو، اور میں جسے چاہوں دوں، میں نے کہا یہ تو تب ہی ہوسکتا ہے کہ قریش پامال ہو چکے ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں بلکہ وہ آبرومند ہو چکے ہوں گے۔ آپ اس قدر فرما کر بیت اللہ کے اندر تشریف لے گئے اور میرا دل بے قابو ہو گیا۔ مجھے یقین ہو گیا کہ جو کچھ فرما دیا گیا ہے بس وہی ہوگا، اس کے بعد میں برابر اسلام لانے کیلئے کوشش کرتا رہا، ہر بار قوم کے لوگ مجھے ایسی دھمکیاں دیتے کہ ارادہ کمزور پڑ جاتا، آخر کار وہ وقت آ گیا۔ مکہ مکرمہ آپ کے ہاتھ پر فتح ہو گیا، جس دن یہ واقعہ پیش آیا مجھ سے آپ نے کنجی طلب کی، میں نے لا کر پیش کر دی، بیت اللہ میں تشریف لے گئے، باہر تشریف لے آئے مجھے کنجی عنایت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: لو! یہ تمہارے پاس ہمیشہ نسلاً بعد نسلٍ رہے گی اور جو بھی تم سے اُسے چھیننے کی کوشش کرے گا وہ ظالم ہوگا یا کافر، عثمان! تمہیں اللہ رب العزت نے اپنے گھر کی

وجہ سے امان دیدی ہے لہٰذا اس گھر کی خدمت کے صلہ میں جائز طریقہ سے جو کچھ تمہیں ملے لے سکتے ہو، میں چلنے لگا تو آپ نے مجھے یاد فرمایا، میں پھر حاضر ہوا۔ ارشاد ہوا: کیوں عثمان! وہی ہوا جو ایک موقع پر کہا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اتنے اشارے سے پورا واقعہ مجھے تازہ ہوگیا اور میں بے ساختہ پکار اُٹھا اَشْھَدُ اَنَّکَ لَرَسُوْلُ اللہِ۔ (تفسیر ہدایت القرآن، ج:۲،ص:۶۷)

یہ ہے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رحمت ورأفت بھرا انداز کہ جس اخلاق سے آپ حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ سے ان کی سرداری میں پیش آئے بالکل اسی انداز کے ساتھ فتح مکہ کے بعد بھی پیش آئے جبکہ مدینہ منورہ سے لے کر مکہ مکرمہ تک آپ ہی کی فرمان روائی تھی اس سے مزید ایک بات یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ اگر آپ نے فرمان روائی بھی کی ہے تو وہ بھی خالص خلق خدا کی بھلائی کی خاطر تھی۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام اور رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ ''الشفاء بتعریف حقوق المصطفی''ص:۸۵ پر اور امام ابواللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر ''بحر العلوم''ج:۲،ص:۳۸۲ پر یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت روح القدس سیدنا جبرائیل علیہ السلام سے فرمانے لگے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ''وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ'' تو بتائیں کہ کیا آپ کو ہماری رحمۃ للعالمین سے کچھ حصہ ملا ہے؟ تو حضرت جبرائیل علیہ السلام فرمانے لگے یارسول اللہ! ہاں مجھے بھی ملا ہے وہ اس طرح کہ مجھے ہمیشہ خوف ہوتا تھا کہ میرا انجام کیا ہوگا؟ (یعنی جس طرح ابلیس سالہا سال آسمانوں میں ملائکہ کا معلم رہا اس کے باوجود اس کا کیا حشر ہوا؟ اس لئے خوف کھاتا تھا) پھر قرآن مجید نازل ہوا جس میں اللہ تعالیٰ نے میری صفات بیان فرمائی ذِیْ قُوَّۃٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَکِیْنٍ، مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِیْنٍ ''جو قوت والا ہے، جس کا عرش والے

کے پاس بڑا رُتبہ ہے۔ وہاں اس کی بات مانی جاتی ہے وہ امانت دار ہے" (از: آسان ترجمہ قرآن)

تو اللہ نے مجھے آپ کی رحمتوں کا سایہ امن نصیب کیا۔

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا مرادیں غریبوں کی برلانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا

پیغام امن وسلامت

فخر موجودات رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ قیامت تک آنے والی اقوامِ عالم کیلئے اُسوۂ حسنہ، سامان راحت ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے پہلے خطاب میں ہی ارشاد فرمایا تھا کہ کامیابی، عزت، سرداری چاہتے ہو تو میرے پیغام پر عمل پیرا رہو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ پیغام آج بھی زندہ وجاوید ہے مثل کشتیٔ نوح کی طرح، آج بھی اگر بے دینی کے تیز طوفان سے نجات حاصل کرنا ہے تو صرف اُسوۂ حسنہ کو اپنا لیں بالخصوص ہمارے اس دور میں مغربیت کی طرف سے جہاں ایک طرف یہ نعرہ لگایا جاتا ہے کہ ہر مخلوق کو اس کا حق ملے مگر دوسری طرف دیکھا جائے تو حقوق کی پامالی میں سب سے بڑا کردار مغربیت نے ادا کیا ہے جس سے ہمارا اسلامی معاشرہ بھی متاثر نظر آتا ہے یہاں بھی حقوق پامال ہو رہے ہیں اپنا واجبی حق حاصل کرنے کیلئے بھی لوگوں کو کورٹ کچھری کے دروازے کھٹکھٹانے پڑتے ہیں جس کی بنیادی وجہ ہمدردی اور رحم وکرم ہماری طبیعتوں سے تقریباً ختم ہو رہے ہیں اس مصیبت کا واحد علاج سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں رکھا گیا ہے کہ اگر آپ کی سیرت کو اپنا لیا جائے تو اس کی بہت اچھی روشنی معاشرے پر پڑے گی رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے اُمت مسلمہ بھی ہمدردی اور رحم وکرم جیسی عظیم صفات کی خوگر بن جائے گی۔

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بچوں سے شفقت

مولانا محمد اکرام الحق صاحب، استاذ جامعہ ہذا

حامدًا و مصلیاً امّا بعد!

اللہ تعالیٰ نے انسان کو جن نعمتوں سے نوازا ہے، ان میں ایک بڑی نعمت اولاد ہے، انسان کے پاس راحت و آرام کی ساری چیزیں موجود ہوں؛ لیکن وہ اولاد سے محروم ہے تو اسے اپنی دنیا نامکمل اور نا تمام محسوس ہوتی ہے، دنیا کے بعض مذاہب میں انسان کا صاحبِ اولاد ہونا اور بیوی بچوں کی شرکت کے ساتھ زندگی گذارنا ناپسندیدہ اور معیوب ہے اس کو روحانی ترقی میں رُکاوٹ سمجھا جاتا ہے۔

لیکن پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ صرف اپنے ارشاد بلکہ اپنے عمل سے بھی اس تصور کی تردید فرما کر یہ ظاہر کیا کہ، ایک شفیق باپ کو اپنی اولاد کے ساتھ کس طرح پیش آنا چاہئے؟

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کے جس گوشے پر بھی نظر ڈالئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کامل و مکمل نظر آئیں گے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مربیانہ زندگی پر نظر کریں تو دنیا کے تمام ہی معلمین آپ کے خوشہ چین نظر آئیں گے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازدواجی زندگی کا جائزہ لیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بیویوں کیلئے بہترین شوہر ہیں، اسی طرح بچوں کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حُسنِ سلوک کا جائزہ لیں تو آپ بہترین مربی بھی ہیں، نیز آپ سے زیادہ کوئی بچوں پر رحم کرنے والا بھی نہ ہوگا۔

آپ نے بچوں کے ساتھ نرمی، شفقت و محبت کا درس نہ صرف اپنی تعلیمات کے ذریعہ دیا، بلکہ اپنے عمل سے بھی اس کا ثبوت پیش فرمایا چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: جو چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور بڑوں کی تعظیم نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو نرمی سے محروم ہے وہ تمام ہی خیر سے محروم ہے۔

اولاد کی پیدائش پر خوشی

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اولاد کے سلسلہ میں یہ اُسوہ پیش کیا کہ انسان کو ماں باپ بننے پر خوش ہونا چاہئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کے آزاد کردہ غلام ابورافع رضی اللہ عنہ نے ولادت کی خوشخبری سنائی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس قدر خوش ہوئے کہ انھیں اس خوشخبری پر ایک غلام عطا فرمایا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول تھا کہ نومولود کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کے کلمات کہہ کر کسی میٹھی چیز جیسے کھجور وغیرہ سے تحنیک فرماتے، اچھا خوبصورت نام رکھتے، اس کے بال مونڈواتے اور بالوں کے ہم وزن چاندی صدقہ فرماتے۔

اولاد پر شفقت

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ بچوں کے ساتھ بے حد شفقت کا معاملہ فرماتے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا مرض وفات میں حاضر خدمت ہوئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خوش آمدید میری بیٹی! پھر اُن کو دائیں یا بائیں بٹھایا اور اُن سے راز داری کی باتیں کی۔ (مسلم، حدیث: ۲۴۵۰)

یہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عام معمول تھا، چنانچہ روایت ہے کہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حاضر ہوتیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کیلئے کھڑے ہوتے، ان کا ہاتھ تھامتے، بوسہ دیتے، انھیں اپنے دائیں طرف بٹھاتے اور ان کیلئے اپنی چادر مبارک بچھا دیتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ عمل جہاں اولاد کی محبت کو ظاہر کرتا ہے وہیں اس بات کو بھی بتلاتا ہے کہ جیسے بیٹے قابل محبت ہیں اسی طرح بیٹیاں بھی محبت کئے جانے کے لائق ہیں۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیٹیوں کی پرورش اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک کو بیٹوں کے مقابلہ میں زیادہ اہمیت دی اور فرمایا: جو شخص

بیٹیوں کی بہتر طور پر پرورش کرے، وہ جنت میں مجھ سے اتنا قریب ہوگا جیسے یہ دونوں انگلیاں ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو جو خاتون دودھ پلاتی تھیں، وہ مدینہ میں تین میل کے فاصلہ پر عوالی کے علاقہ میں تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں تشریف لے جاتے، ان کی خیر خیریت معلوم کرتے پھر وہاں سے واپس ہوتے۔

پیارے نواسوں سے محبت

جیسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اولاد سے محبت فرماتے تھے، اولاد کی اولاد سے بھی ایسی ہی محبت اور شفقت کا معاملہ فرماتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بوسہ لے رہے تھے، حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو غالباً ان کو خیال ہوا کہ اس طرح بچوں سے پیار و محبت کرنا مقامِ نبوت کے شایانِ شان نہیں، اس لئے انھوں نے اس پر حیرت کا اظہار کیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی اصلاح کرتے ہوئے فرمایا یہ تو رحمدلی کا تقاضا ہے اور جو شخص رحم نہیں کرتا اُس پر رحم نہیں کیا جاتا، ''مَنۡ لَایَرۡحَمۡ لَایُرۡحَمۡ'' ایک اور روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حسن رضی اللہ عنہ یا حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے کھیلتے تو ان کے دونوں ہاتھوں کو تھام کر انھیں اپنے سینے پر چڑھا لیتے، بارہا ایسا بھی ہوا کہ آپ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اپنے پشت مبارک پر سوار کرلیا اور فرمایا: تمہاری سواری کیا ہی بہترین سواری ہے اور تم دونوں کیا ہی بہتر سوار ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو سلوک اپنے نواسوں کے ساتھ تھا وہی سلوک وہی پیار و محبت کا معاملہ دوسرے عام بچوں کے ساتھ بھی تھا۔ بعض دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی گود میں بچوں کو لیتے اور وہ معصوم نونہال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کپڑوں پر پیشاب کر دیتے۔ لیکن آپ کبھی اس کو بُرا نہیں مانتے تھے۔

بچوں کے ساتھ ہنسی مذاق

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بچوں کے ساتھ خوش طبعی اور ہنسی مذاق بھی فرماتے تھے۔ایک کمسن صحابی حضرت ابوعمیر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک پرندہ تھا،جس سے وہ کھیلتے تھے، جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس تشریف لاتے تو فرماتے: ''یَا اَبَا عُمَیرٍ مَا فَعَلَ النُّغَیرُ'' یعنی اے ابوعمیر! تمہارا پرندہ کیا ہوا؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بچوں کے ساتھ حُسنِ سلوک اور ان کی رعایت کا یہ حال تھا کہ بعض اوقات مسجد نبوی میں خواتین کے ساتھ ان کے چھوٹے چھوٹے بچے بھی آجاتے تھے اور بچے اپنی عادت کے مطابق رونے لگتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان بچوں کی رعایت کرتے ہوئے اپنی نماز مختصر کر دیتے تھے، چنانچہ ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بعض دفعہ میں طویل قراءت کرنا چاہتا ہوں۔لیکن جب بچوں کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو مختصر کر دیتا ہوں کہ اس سے ان کی ماؤں کو تکلیف نہ ہو۔

بچوں کی تعلیم وتربیت

جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بچوں کے ساتھ شفقت ومحبت اور بے تکلفی کا معاملہ فرماتے وہیں ان کی دینی اور اخلاقی تربیت پر بھی پوری توجہ اور نگرانی فرماتے تھے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اَکْرِمُوْا اَوْلَادَکُمْ وَاَحْسِنُوْا اَدَبَهُمْ'' (ابن ماجہ، حدیث: ۳۶۷۱) یعنی اپنے بچوں کو عزت دیا کرو اور ان کو بہتر ادب سکھاؤ۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ایک بار زکوٰۃ کی کھجور میں سے ایک کھجور کھانا چاہا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں منع فرما دیا۔بعض روایات میں ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ وحسین رضی اللہ عنہ نے کھجوریں اپنے منہ میں رکھ لی تھیں، آپ نے ان کے منہ سے اُگلوا دیں اور فرمایا: کیا تمہیں معلوم نہیں کہ آلِ محمدؐ زکوٰۃ نہیں کھا سکتے۔ (بخاری، حدیث: ۱۴۲۵)

الغرض آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسے بچوں کی ضروریات اور جذبات کا خیال رکھتے تھے ویسے ہی ان کی تربیت کی طرف بھی ہمیشہ متوجہ رہتے تھے لیکن تربیت میں بھی بچوں کے حقوق کا پورا خیال رکھتے تھے۔

بچوں کے حق میں دُعا

جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بچوں کے ساتھ شفقت و محبت فرماتے اور ان کی تربیت پر توجہ رکھتے، وہیں ان کیلئے دُعا کا بھی اہتمام کرتے، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے بچوں کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لے کر آتے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انھیں برکت کی دُعا دیتے۔

۱) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما چچازاد بھائی تھے اور کم عمر تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں ایک موقع پر خوش ہو کر دُعا دی: ''اَللّٰھُمَّ عَلِّمْهُ التَّاوِیْلَ وَفَقِّهْهُ فِی الدِّیْنِ'' (مستدرک حاکم، حدیث:۶۲۸) یعنی اے اللہ! ان کو قرآن مجید کا خصوصی فہم عطا فرما اور دین کے تفقہ سے سرفراز کر۔

۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاص خادموں میں سے تھے، ان کی والدہ ماجدہ نے اس وقت آپ کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں دیدیا تھا، جب ان کی عمر صرف دس سال تھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں مال واولاد، عمر میں برکت اور مغفرت کی دُعا دی۔ چنانچہ مال میں برکت کا یہ اثر ہوا کہ ان کے باغ میں سال میں دو مرتبہ پھل اور غلہ آتا تھا، اور اولاد میں برکت کا یہ حال کہ آپ کے ۷۸ لڑکے اور ۲ لڑکیاں ہوئیں، نیز عمر میں برکت کا یہ اثر کہ تقریباً ۱۱۰ سال پائی۔

غرضیکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ مبارکہ ایک شفیق باپ، کامیاب مدرس اور ذمہ دار سرپرست کیلئے بہترین نمونہ ہے جس میں بچوں کے جذبات کی رعایت، دینی واخلاقی تربیت کے تمام پہلوؤں کا لحاظ ہے۔

معجزاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مولانا محمد طاہر صاحب مظاہری، استاذ جامعہ ہذا

اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سندِ نبوت کے طور پر بے شمار معجزے عطا فرمائے ہیں، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے جو اُمور خارق عادات ظاہر ہوتے ہیں ان کو ''معجزہ'' کہتے ہیں، جس کی تفصیل یہ ہے کہ ''مُعْجِزَہ'' صفت ہے ''آیۃ'' کی، پھر صفت کو موصوف کے قائم مقام رکھا گیا ہے یعنی موصوف کے بھی صفت میں لے لئے گئے ہیں نیز لفظ ''مُعْجِزَہ'' (جیم کے زیر کے ساتھ) اسم فاعل واحد مؤنث ہے۔ ''اَعْجَزَہ'' سے جس کے معنی ہیں عاجز کرنا، روک دینا بس معجزہ کے معنی ہیں ''عاجز کرنے والی نشانی'' یعنی وہ نشانی جس کے مانند کو پیش کرنے سے لوگ عاجز ہیں۔

انبیاء سابقین کے بہت سے معجزات قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں لیکن نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات بکثرت ہیں، محدثین واہل سیر نے اپنے علم کے موافق آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جو معجزات لکھے ہیں وہ بقولِ محدثین تین ہزار ہیں، لیکن نظر صحیح سے کام لیا جائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات ضبط اور احصاء (گنتی) سے متجاوز ہیں۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر قول و فعل خارقِ عادت ہے۔

نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت جس طرح ہمہ گیر اور تمام دنیا کے ذوی العقول حضرات کے لئے ہے، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات بھی ہمہ گیر اور ہر عالم سے تعلق رکھتے ہیں، قرآن کریم میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:- ''وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ'' یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم نے تم کو تمام عالموں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ (الانبیاء:۱۰۷) خواہ وہ عالمِ اعراض ہو یا عالمِ جواہر واعیان، اور انسان ہوں یا ملائکہ، اور عالمِ مرکبات ہوں یا عالمِ بساط، سب شامل

ہیں، یہ تو عالم ہیں اوران میں ان کی اجناس واقسام سب ہی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے معجزات کا اثر موجود ہے، اوراللہ جل جلالہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو جمیع اقسامِ عالم میں معجزات عطا فرمائے: جیسا کہ اس مضمون کے پڑھنے سے آپ کو معلوم ہو جائے گا۔

تمام عالم دو قسم پر ہے: عالمِ معانی اور عالمِ اعیان

عالمِ معانی: ان چیزوں کو کہتے ہیں جن کا اپنا کوئی وجود نہیں ہوتا بلکہ دوسری چیزوں کے ذریعہ پائی جاتی ہیں یعنی وہ بذات خود قائم نہیں ہوتیں اس لئے انہیں عرض بھی کہتے ہیں جیسے کلام، علم، رنگ اور بو وغیرہ۔

عالمِ اعیان: ان چیزوں کو کہتے ہیں جو بذاتِ خود قائم ہوں اور انہیں جوہر بھی کہتے ہیں جیسے زمین، آسمان، آدمی اور درخت وغیرہ۔

پھر ان میں ہر ایک کے اقسام ہیں اور ہر قسم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے معجزات ظاہر ہوتے ہیں جنہیں بہ ترتیب اقسام مختصراً ذکر کیا جاتا ہے۔

عالم معانی میں معجزہ

۱۔ **قرآن مجید:** اپنی بلاغت، فصاحت اور اخبار عن المغیبات کے اعتبار سے معجزہ ہے۔

۲۔ وہ واقعاتِ حالی جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بغیر دیکھے بیان فرمادیئے، جیسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے (غزوۂ موتہ کے قصے میں) حضرت زید، حضرت جعفر اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کی شہادت کی خبر اس وقت لوگوں کو سنادی تھی جب کہ ابھی ان کی شہادت کی خبر نہیں آئی تھی چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ نشان (جھنڈا) لیا زید نے، پس شہید ہوا پھر نشان لیا جعفر نے پس شہید ہوا، پھر نشان لیا ابن رواحہ نے

پس شہید ہوا اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ آخر ایک خدا کی تلوار (حضرت خالد رضی اللہ عنہ) نے نشان لیا اور فتح حاصل ہوئی (پھر اسی کے مطابق خبر آئی)۔

عالمِ ملائکہ میں معجزہ

صحیح مسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بدر کے دن مسلمانوں کا ایک شخص مشرکوں کے ایک شخص کے پیچھے دوڑ رہا تھا کہ ناگاہ اس نے ایک کوڑا مارنے اور ایک سوار کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا بڑھ اے حیزوم! سو کیا دیکھتا ہے کہ وہ مشرک اس کے آگے چت پڑا ہے، اور کوڑے کی وجہ سے اس کی ناک ٹوٹ گئی ہے اور منہ پھٹ گیا ہے، اور یہ سب جگہ سبز ہو گئی ہے، وہ شخص مسلمان اور انصار تھا اس نے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں اس واقعہ کو بیان کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو سچ کہتا ہے یہ تیسرے آسمان کا فرشتہ تھا جو مدد کے لئے اُترا تھا۔

فائدہ: ''حیزوم'' فرشتے کے گھوڑے کا نام ہے۔

فائدہ: اللہ تعالیٰ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کے لئے اکثر غزوات میں فرشتوں کو بھیجا چنانچہ بدر، اُحد اور حُنین میں فرشتوں نے مدد کی۔

عالمِ انسان میں معجزہ

ظہورِ ہدایت: جیسے صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں اپنی ماں کو اسلام کی طرف دعوت دیتا تھا اور وہ مشرکہ تھی ایک دن میں نے اس سے اسلام لانے کیلئے کہا تو اس نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں بے ادبی کا کلمہ کہا جو مجھے ناگوار ہوا اور میں روتا ہوا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا اور میں نے کہا اے رسول اللہ! دُعا فرمایئے کہ خدا تعالیٰ میری ماں کو ہدایت دے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اَللّٰھُمَّ اھْدِ اُمَّ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ''

یا اللہ! ابو ہریرہ کی ماں کو ہدایت دے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دُعا سن کر خوش ہوتا ہوا اپنے گھر آیا دیکھا تو دروازہ بند تھا اتنے میں میری ماں نے میرے پاؤں کی چاپ سن کر کہا کہ ابو ہریرہ! وہیں ٹھہرا رہ، اور میں نے پانی گرنے کی آواز سنی، میری ماں نے نہا کر اور کپڑے پہن کر دروازہ کھولا اور کہا اے ابو ہریرہ! ''اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ'' میں خوش ہو کر شدتِ خوشی سے روتا ہوا، پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں آیا اور اپنی ماں کے اسلام لانے کی خبر دی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حمد الٰہی بجالائے۔

ظہورِ برکت: جیسے بیہقی نے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حنظلہ بن خدیم کے سر پر ہاتھ رکھ کر دُعا کی، سو اس کے بعد ان کا یہ حال ہو گیا تھا، اگر کسی آدمی کے منہ میں ورم ہوتا، یا کسی بکری کے تھن میں ورم ہو جاتا، اور ورم والی جگہ کو حضرت حنظلہ کے سر کے اس حصے پر لگا دیا جاتا، جہاں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھ لگایا تھا تو ورم جاتا رہتا۔

عالمِ جن میں معجزہ

خطیب نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث روایت کی کہ:...... ایک بار آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے، راہ میں ایک گاؤں میں پہنچے، اس گاؤں کے آدمی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی خبر سن کر گاؤں کے باہر منتظر تھے جب آپ وہاں پہنچے تو انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اس گاؤں میں ایک نوجوان عورت ہے جس پر ایک جن عاشق ہے اور اس پر آ چڑھا ہے نہ وہ کھاتی ہے نہ پیتی ہے قریب ہے کہ ہلاک ہو جائے جابر کہتے ہیں:- کہ میں نے اس عورت کو دیکھا بہت خوبصورت تھی جیسے چاند کا ٹکڑا آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے بلا کر فرمایا اے جن! تو جانتا ہے کہ میں کون ہوں؟ محمد رسولِ خدا ہوں اس عورت کو چھوڑ دے اور چلا جا! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ

فرماتے ہی وہ عورت ہوشیار ہوگئی منہ پر نقاب کھینچ لیا اور مردوں سے شرمانے لگی، اور بالکل صحیح ہوگئی۔

عالمِ بسائط، خاک میں معجزہ

عناصر متعلق خاک: جیسے صحیحین میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: سفر ہجرت میں سراقہ بن مالک نے ہمارا پیچھا کیا، سو میں نے اسے دیکھ کر کہا: یارسول اللہ ؐ! ہمیں ایک شخص نے دیکھ لیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ''یعنی غم مت کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ (التوبہ: ۴۰) پھر آپ نے سراقہ کے لئے بددُعا کی، سو اس کا گھوڑا سخت زمین میں پیٹ تک دھنس گیا اور اس نے کہا کہ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم دونوں صاحبان نے میرے لئے بددُعا کی ہے۔ اب دُعا کرو کہ میں نجات پاؤں، اور میں قسم کھاتا ہوں کہ تمہارے طلب کرنے والوں کو میں پھیر دوں گا، آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کی نجات کی دُعا کی، سو اس نے نجات پائی اور پھر گیا، اور جو کوئی اس سے ملتا تھا، اسے پھیر دیتا تھا اور کہہ دیتا تھا کہ اِدھر کوئی نہیں۔

آب میں معجزہ

پانی سے متعلق: جیسا کہ صحیحین میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حدیبیہ میں لوگوں کو پیاس لگی جب کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے ایک لوٹا تھا، جس سے آپ نے وضو کیا سب لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ ہمارے لشکر میں نہ پینے کے لئے پانی ہے اور نہ وضو کے لئے، بس اسی قدر جو آپ کے اس لوٹے میں بچ رہا ہے (کیونکہ حدیبیہ کے کنویں میں پانی کی قلت کی وجہ سے پانی کا ایک قطرہ بھی نہ رہا تھا جو کچھ تھا سب کھینچ لیا گیا تھا) پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے دستِ مبارک کو لوٹے میں رکھا اور پانی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی انگلیوں سے جوش مارنے لگا سو ہم سب آدمیوں نے پانی پیا اور وضو کیا حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ تم سب کتنے آدمی تھے؟

انہوں نے کہا کہ اگر لاکھ ہوتے تو کفایت کر جاتا (یعنی پانی اتنا کثیر تھا) مگر ہم پندرہ سو آدمی تھے۔

ہوا میں معجزہ

متعلقِ ہوا: جیسے غزوۂ خندق میں اللہ تعالیٰ نے کفار پر ایسی ٹھنڈی ہوا بھیجی کہ خوب کڑاکے کا جاڑا پڑا اور ہوا نے ان افواج کفار کو نہایت عاجز اور تنگ کیا، بے شمار غبار ان کے مونہوں پر ڈالا، ان کی آگ بجھادی، ان کی ہنڈیاں اُلٹ دیں، ان کی میخیں اُکھاڑ دیں، جس سے ان کے خیمے گر پڑے، ان کے گھوڑے کھل کر آپس میں لڑنے لگے اور چھوٹ کر لشکر میں شور مچا دیا اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو کفار کی خبر لانے کے لئے مامور فرمایا اور ان کے لئے شدتِ سردی سے حفاظت کی دُعا فرمائی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دُعا کی برکت تھی کہ مجھے جانے آنے میں مطلق سردی معلوم نہ ہوئی، بلکہ ایسا حال تھا کہ گویا میں حمام میں چلا جاتا ہوں۔

فائدہ: ایسی سخت ہوا کا حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ پر اثر نہ کرنا معجزہ ہے۔

عالمِ کائنات الجو

جو چیزیں آسمان اور زمین کے درمیان ہیں جیسے بادل وغیرہ ان کو ''عالمِ جو'' کہتے ہیں، جیسے صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانے میں ایک بار قحط ہوا، ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جمعہ کا خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ایک اعرابی نے کھڑے ہو کر عرض کیا یارسول اللہ! مال ہلاک ہو گیا اور عیال بھوک سے مر رہے ہیں آپ بارش کیلئے دُعا کیجئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دونوں ہاتھ اُٹھائے اور اس وقت ابر کا کوئی ٹکڑا نہ تھا خدا کی قسم! کہ ابھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہاتھ رکھنے نہ پائے تھے کہ پہاڑوں کے مانند ہر طرف سے ابر گھیر آیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم منبر سے اُترنے نہیں پائے تھے کہ ریش مبارک سے بارش کے قطرات گرنے لگے، سو اس دن سے دوسرے جمعہ تک مینہ برسا، پھر جمعہ کے دن اسی اعرابی نے یا کسی دوسرے شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ مکانات گر پڑے

اور مال ڈوب گیا، آپ دُعا فرمایئے کہ بارش تھم جائے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دونوں ہاتھ اُٹھا کر دُعا کی اے اللہ! ہمارے اِرد گرد برسے اور ہم پر نہ برسے اور ابر کی طرف آپ نے اشارہ کیا وہیں کھل گیا سو مدینہ پر پانی برسنا بالکل موقوف ہو گیا اور مدینہ کے اِرد گرد برستا رہا، اطراف سے جو لوگ آئے تھے بارش کی کثرت بیان کرتے تھے۔

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دُعا سے ابر کا فوراً اُٹھ آنا اور اشارہ سے ابر کا ہٹ جانا ان دونوں میں معجزے کا ظہور ہے۔

عالمِ جمادات اور عالمِ نباتات میں معجزہ

امام ترمذی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ مکہ مکرمہ میں تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مکہ کے بعض اطراف کی طرف نکلے اور میں بھی آپ کے ساتھ تھا، جو بھی پہاڑ یا درخت سامنے آتا وہ یہ کہتا: ''السلام علیك یا رسول الله''

فائدہ: چونکہ پہاڑ جمادات میں سے ہیں اور درخت نباتات میں سے، سو دونوں میں معجزہ کا ظہور ہوا۔

امام ترمذیؒ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں تھوڑے سے چھوہارے لایا اور عرض کیا کہ ان چھوہاروں کیلئے دُعائے برکت کیجئے! آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان چھوہاروں کو اکٹھا کر کے ان کیلئے دُعائے برکت کی اور مجھ سے فرمایا کہ انھیں لے کر اپنے توشہ دان میں ڈال دو، جب تمہارا جی چاہے اس میں سے نکال لیا کرو، مگر اسے جھاڑنا مت، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ان چھوہاروں میں ایسی برکت ہوئی کہ میں نے اتنے اتنے وسق (ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے، اور ایک صاع وہ برتن ہے جس میں ساڑھے تین سیر گندم سما سکے) اللہ کی راہ میں خرچ کئے، اور ہمیشہ اس میں سے کھاتا اور کھلاتا رہا، اور توشہ دان ہمیشہ

میرے گھر میں لگا رہتا تھا یہاں تک کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن (قریب قریب تیس برس کا زمانہ ہوتا ہے) میری کمر میں سے کٹ کے کہیں گر پڑا اور جاتا رہا۔

فائدہ: یہ معجزہ ایسی چیز میں ظاہر ہوا جو اصل میں نبات کا ثمرہ ہے اور فی الحال جماد ہے اس کو بھی دونوں سے تعلق ہوا۔

عالمِ حیوانات میں معجزہ

مسند احمد اور دارمی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک باغ میں تشریف لے گئے وہاں ایک اونٹ بڑا شریر تھا جو کوئی باغ میں جاتا اس پر دوڑ پڑتا اور کاٹنے کیلئے جھپٹتا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے بلایا، وہ آیا، اور اس نے آپ کے سامنے سجدہ کیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی ناک میں نکیل ڈال دی اور فرمایا نافرمان جن وانس کے سوا جتنی چیزیں آسمان وزمین میں ہیں سب جانتی ہے کہ میں رسولِ خدا ہوں۔

بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دودھ کا پیالہ گھر میں پایا، حکم دیا کہ اصحاب صفہ کو بلالو، چونکہ ابوہریرہ بھوکے تھے، انہوں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ اگر مجھے دیتے تو میں سیر ہو کر پیتا، فرماتے ہیں کہ بہر حال میں نے ان سب کو بلالیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا انھیں دودھ پلاؤ میں نے دودھ پلانا شروع کیا یہاں تک کہ سبھوں نے سیر ہو کر پیا، پھر مجھ سے فرمایا کہ تم پیو! میں نے پیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اور پیو! میں پیتا جاتا تھا یہاں تک کہ میں نے قسم کھا کر کہا کہ اب پیٹ میں جگہ نہیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیا۔

فائدہ: یہ اجزائے حیوان میں معجزہ کا ظہور رہا۔

(نشر الطیب، الکلام المبین فی آیات رحمۃ للعالمین، بحوالہ ''شاہراہِ علم'')

ماہنامہ المعارف

دُرِّ یتیم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حقوق

مولانا محمد سعد صاحب قاسمی، استاذ جامعہ ہٰذا

نام نہاد روشن خیالوں اور مغربیت کے دلدادہ لوگوں کے مطابق یہ دَور حق حاصل کرنے اور ظلم وستم مٹانے کے اعتبار سے جدو جہد اور محنت وکوشش کا دَور ہے، آج ہر طرف حقوق وفرائض کی آواز بلند کرنے والوں کا شور وغل ہے ہر طبقہ، ہر جماعت بلکہ ہر فرد اپنے حقوق حاصل کرنے کیلئے کوشاں ہے۔

لیکن ان سب کے باوجود ہم بحیثیت مسلمان کبھی اس بات پر غور نہیں کئے کہ ہم سب کے محسن بلکہ محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہم پر کیا حقوق ہیں۔ جنہوں نے بنی نوع انسان کو غلامی سے آزاد کیا، مجبور وبے بس عورتوں کو ان کے حقوق سے متعارف فرمایا، جنہوں نے اصولِ زندگی کی راہ بتائی اور آدابِ بندگی بھی سکھائی اتنا ہی نہیں غلاموں، یتیموں، کمزوروں اور غریبوں کے ایسے حقوق بتلائے جن کی نظیر پیش کرنا نہ صرف مشکل بلکہ ناممکن ہے۔

چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پورے عالم کے لئے محسن اعظم ہیں اور ساری نعمتیں آپ ہی کے طفیل ملی ہیں، اس کے باوجود یہ بات کس قدر افسوسناک ہے کہ ہم ان کے نام لیوا ہو کر انہیں کو، فراموش کر بیٹھے ہیں، ان کی تعلیمات اور طور طریقہ کو چھوڑ کر مغربیت کو اپنانے کی فکر میں لگے ہوئے ہیں۔

ایک طرف آپ کی وہ ذات گرامی جو اپنی اُمت کے لئے راتوں کو جاگ جاگ کر تڑپ وکڑھن سے دُعائیں مانگا کرتے تھے حتیٰ کہ مرض الوفات میں بھی اُمت کو نہ بھولے۔

اور دوسری طرف وہی اُمت فانی دنیا کی رنگ رنگیلیوں میں محو ہو کر اپنے محسن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہدایات کو بھلا بیٹھی ہیں صرف یہی نہیں بلکہ ہمیں نبی کے گھرانے اور خانوادہ کا علم تک نہیں، ازواجِ مطہرات کا علم ہے نہ جاں نثاروں کا اور مجاہدوں کا علم ہے نہ قربانیوں کا۔

المختصر: مناسب معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقوق و آداب سے متعلق کچھ بنیادی باتیں پیش کئے جائیں تاکہ ہمیں معلوم ہو کہ انسانیت کے اس عظیم محسن اور ہادیٔ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہم پر کیا حقوق ہیں۔

پہلا حق: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت ونبوت جب دلائل بیّنہ، آیات واضحہ اور معجزات عالیہ کے ذریعہ روزِ روشن کی طرح عیاں ہوگئی تو قیامت تک آنے والی انسانیت پر لازم ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے اور آپ کے بتائے ہوئے سارے احکامات کی تصدیق کرے۔

جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِيْٓ اَنْزَلْنَا ۔ (التغابن:۸)

ترجمہ: پس ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس روشنی پر جو ہم نے اُتارا۔

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۔ (الفتح:۸،۹)

ترجمہ: بے شک ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو احوال بتانے والا، خوش خبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا تاکہ تم لوگ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ ۔ (الاعراف:۱۵۸)

ترجمہ: پس تم اللہ پر اور اس کے رسول اُمی نبی پر ایمان لاؤ وہ (خود بھی) اللہ پر اور اسکے

کلاموں پر ایمان رکھتے ہیں۔

نیز بہت سارے احادیث بھی اس پر شاہد ہیں۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَالَ اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوْا اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَيُؤْمِنُوْا بِیْ وَبِمَا جِئْتُ بِهٖ فَاِنْ فَعَلُوْا ذٰلِكَ عَصَمُوْا مِنِّیْ دِمَاءَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ اِلَّا بِحَقِّهَا وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللهِ۔ (بخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روای ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ کی جانب سے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک جنگ کروں جب تک کہ وہ اس بات کی گواہی نہ دیدیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور مجھ پر اور ان سب چیزوں پر جس کو لے کر میں آیا ہوں ایمان لائے۔ اگر وہ ایسا کریں گے تو ان کا خون اور ان کا مال مجھ سے محفوظ رہے گا، سوائے اس کے حق کے، اور ان کا حساب خدا کے پاس ہے۔

نیز حدیث جبرئیلؑ میں بھی اس کا ذکر ہے، فرمایا: اَخْبِرْنِیْ عَنِ الْاِسْلَامِ؟ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَنْ تَشْهَدَ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ۔ وَتُقِيْمَ الصَّلَاةَ وَتُؤْتِیَ الزَّكَاةَ الخ۔ (بخاری ومسلم)

ترجمہ: مجھے اسلام کی حقیقت سے آگاہ فرمائیے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اسلام یہ ہے کہ تم اس حقیقت کا اعتراف کرو اور گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور پھر تم پابندی سے نماز پڑھو، اور زکوۃ ادا کرو۔ الخ

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ آپ پر ایمان لانا ضروری ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کا

مطلب دل سے آپ کی رسالت ونبوت کی تصدیق، آپ کی لائی ہوئی شریعت کی تصدیق کرنا اور زبان سے اس کا اقرار کرنا ہے۔

اگر کوئی آپ کی رسالت وشریعت کی تصدیق ویقین نہ کرے یا ان دونوں میں سے کسی ایک کا بھی انکار کرے تو وہ کافر اور جہنمی ہوگا۔

جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَنۡ لَّمۡ يُؤۡمِنۡۢ بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ فَاِنَّاۤ اَعۡتَدۡنَا لِلۡكٰفِرِيۡنَ سَعِيۡرًا ۔ (الفتح: ۱۳)

ترجمہ: اور جو شخص اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان نہیں لایا پس ہم نے اس کے لئے دہکتی آگ تیار کر رکھی ہے۔

نیز حدیث شریف میں ہے:

عَنۡ اَبِیۡ هُرَيۡرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنۡهُ عَنۡ رَسُوۡلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ: وَالَّذِیۡ نَفۡسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَا يَسۡمَعُ بِیۡ اَحَدٌ مِنۡ هٰذِهِ الۡاُمَّةِ يَهُوۡدِیٌّ وَلَا نَصۡرَانِیٌّ ثُمَّ يَمُوۡتُ وَلَمۡ يُؤۡمِنۡ بِالَّذِیۡ اُرۡسِلۡتُ بِهٖ اِلَّا كَانَ مِنۡ اَصۡحَابِ النَّارِ ۔ (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے اس اُمت کا کوئی بھی آدمی خواہ یہودی ہو یا عیسائی، میرے بارے میں سن لینے کے بعد اس حالت میں مرجائے کہ وہ اس تعلیم کو نہ مانے جسے دے کر میں بھیجا گیا ہوں تو وہ جہنمی ہے۔ (مسلم)

ہر چیز کا ایک معیار ہے اور ہمارے لئے معیار صحابہ کرام کی ذات ہے۔

جیسا کہ اللہ عزوجل نے اپنے کلام مجید میں فرمایا ہے:

فَاِنۡ اٰمَنُوۡا بِمِثۡلِ مَاۤ اٰمَنۡتُمۡ بِهٖ فَقَدِ اهۡتَدَوۡا ۔ (البقرۃ: ۱۳۷)

ترجمہ: پس اگر وہ اس طرح ایمان لائیں جس طرح تم اللہ پر ایمان لائے ہو تو یقیناً انھوں نے راہِ ہدایت پالی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کا ایک نمونہ حدیث کی روشنی میں:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ اَوَّلُ مَنْ اَظْهَرَ اِسْلَامَهٗ سَبْعَةٌ رَسُوْلُ اللهِ وَاَبُوْبَكْرٍ وَعَمَّارٌ وَاُمُّهٗ سُمَيَّةُ وَصُهَيْبٌ وَبِلَالٌ وَالْمِقْدَادُ رِضْوَانُ اللهِ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ، فَاَمَّا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَنَعَهُ اللهُ بِعَمِّهٖ اَبِیْ طَالِبٍ وَاَمَّا اَبُوْبَكْرٍ فَمَنَعَهُ اللهُ بِقَوْمِهٖ وَاَمَّا سَائِرُهُمْ فَاَخَذَهُمُ الْمُشْرِكُوْنَ وَاَلْبَسُوْهُمْ اَدْرَاعَ الْحَدِيْدِ وَصَهَرُوْهُمْ فِی الشَّمْسِ فَمَا مِنْهُمْ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا وَقَدْ اَتَاهُمْ عَلٰی مَا اَرَادُوْا اِلَّا بِلَالًا فَاِنَّهٗ هَانَتْ عَلَيْهِ نَفْسُهٗ فِی اللهِ وَهَانَ عَلٰی قَوْمِهٖ فَاَخَذُوْهُ فَاَعْطَوْهُ الْوِلْدَانَ فَجَعَلُوْا يَطُوْفُوْنَ بِهٖ فِیْ شِعَابِ مَكَّةَ وَهُوَ يَقُوْلُ اَحَدٌ اَحَدٌ۔ (ابن ماجه)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں سب سے پہلے سات آدمیوں نے اپنا اسلام ظاہر کیا۔ ۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ۲) حضرت ابوبکر، ۳) حضرت عمار، ۴) سمیہ، ۵) حضرت صہیب، ۶) حضرت بلال، ۷) حضرت مقداد رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تو اللہ نے ان کے چچا ابوطالب کے ذریعہ قریش مکہ کے مظالم سے محفوظ رکھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اللہ نے ان کے قوم کے ذریعہ بچائے رکھا اور جہاں تک باقی پانچ حضرات کا تعلق تھا انہیں مشرک پکڑ لیتے اور لوہے کی ذرہ پہنا کر تپتی دھوپ میں لٹا دیتے۔ ان میں سے تمام افراد نے (رخصت پر عمل کرتے ہوئے) اپنی زبان سے کفار کے مطلب کی بات ادا کردی (اور اپنی جان بچالی) سوائے حضرت

بلال رضی اللہ عنہ کے۔ انہوں نے اللہ کی راہ میں اپنی جان (ہلاکت) کی پرواہ نہ کی اور اپنی قوم کے سامنے ذلیل ورسوا ہوتے رہے مشرک انہیں پکڑ لیتے اور لڑکوں کے حوالے کر دیتے جو انہیں مکہ کے گھاٹیوں میں گھسیٹتے پھرتے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ مسلسل یہی کہتے جاتے: اللہ ایک ہے، اللہ ایک ہے۔

چنانچہ اس سے معلوم ہوا کہ ایمان لانے میں اول نمبر صحابہ رضی اللہ عنہم کا ہے اور انہوں نے جو مثال اپنے ایمان کی چھوڑی وہ قیامت تک ملنی مشکل ہے جیسا کہ حدیثِ بالا سے معلوم ہوا کہ کسی نے عزیمت پر عمل کرتے ہوئے اپنے ایمان کو بچایا تو کسی نے رخصت کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے ایمان کی حفاظت کی۔

دوسرا حق: آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے محبت کرنا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ایمان لانے کے بعد سب سے اہم اور ضروری فریضہ آپ سے محبت وعقیدت رکھنا ہے اور یہ محبت ہمارے آباء واجداد، آل واولاد، رشتہ دار وقرابت دار، مال ودولت حتیٰ کہ اپنی جان سے بھی کہیں زیادہ ہونی چاہئے جب تک کہ اس کا ایمان اسقدر معیاری نہیں ہوگا وہ مؤمن کامل نہیں سمجھا جائے گا۔

جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا کہنا ہے:

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ۔ (الاحزاب:۶)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مؤمنین سے ان کے ذاتوں سے بھی زیادہ تعلق رکھتے ہیں۔

نیز احادیث شریفہ میں منقول ہے:

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:
لَایُؤْمِنُ اَحَدُ کُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کوئی آدمی اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک وہ اپنے بیٹے، اپنے باپ اور سارے لوگوں سے بڑھ کر میرے ساتھ محبت نہ کرے۔

وَعَنْهُ قَالَ: ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ أَنْ يَكُونَ اللهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُ وَأَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلّٰهِ وَأَنْ يَكْرَهَ أَنْ يَعُودَ فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُقْذَفَ فِي النَّارِ۔ (بخاری)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص میں یہ تین چیزیں ہوں گی وہ ان کی وجہ سے ایمان کی حقیقی لذت سے لطف اندوز ہوگا۔ اول یہ کہ اسے اللہ اور اس کے رسول کی محبت دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ ہو۔ دوسرے یہ کہ کسی بندے سے اس کی محبت محض اللہ کے لئے ہو تیسرے یہ کہ جب اسے اللہ نے کفر کے اندھیرے سے نکال کر ایمان واسلام کی روشنی سے نواز دیا تو اب وہ اسلام سے پھر جانے کو اتنا ہی برا جانے جتنا آگ میں ڈالے جانے کو۔

ان آیات وروایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حُبِّ رسول کس درجہ کا ہونا چاہئے؟

اگر کوئی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت نہ کرے اور دنیوی ساز وسامان کی محبت اپنے دل میں بسائے رکھے تو اس کو اللہ کی پکڑ کا منتظر رہنا ہوگا۔ جیسا کہ خود اللہ نے اپنے کلام میں فرمایا:

قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتّٰى يَأْتِيَ اللهُ بِأَمْرِهِ۔ (التوبة: ۲۴)

ترجمہ: آپ بتلادیں اگر تمہیں تمہارے باپ، اور تمہارے بیٹے، اور تمہارے بھائی، اور تمہارے بیبیاں اور تمہارا کنبہ اور کمائی کا مال اور کاروبار جس کی کساد بازاری (کاروبار کا ٹھنڈا پڑنا) کا تمہیں اندیشہ لگا رہتا ہے اور حویلیاں جو تمہاری دل پسند ہیں اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اس کے راستہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیاری ہوں تو پھر منتظر رہو، یہاں تک کہ اللہ پاک اپنا حکم لے آئیں۔

مذکورہ آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کس درجہ ہونی چاہیے اس معیار پر کامل و مکمل اترنے والے صحابہ کرام کی ذواتِ قدسیہ ہیں ہر صحابیؓ نے محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اعلیٰ نمونہ پیش کیا ہے۔ بطورِ نمونہ ایک مثال پیش ہے۔

عَنْ سَعْدِ بْنِ وَقَّاصٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: مَرَّ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِامْرَأَةٍ مِنْ بَنِيْ دِيْنَارٍ وَقَدْ أُصِيْبَ زَوْجُهَا وَأَخُوْهَا وَأَبُوْهَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأُحُدٍ فَلَمَّا نَعُوْا لَهَا قَالَتْ: مَا فُعِلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالُوْا خَيْرًا يَا أُمَّ فُلَانٍ هُوَ بِحَمْدِ اللهِ كَمَا تُحِبِّيْنَ، قَالَتْ: أَرُوْنِيْهِ حَتّٰى أَنْظُرَ إِلَيْهِ قَالَ: أُشِيْرَ لَهَا إِلَيْهِ حَتّٰى إِذَا رَأَتْهُ قَالَتْ: كُلُّ مُصِيْبَةٍ بَعْدَكَ جَلَلٌ۔ (البدایة والنهایة)

ترجمہ: حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (غزوۂ اُحد سے واپسی پر) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بنو دینار کی ایک خاتون پر گذر ہوا جس کا شوہر، بھائی اور باپ جنگِ اُحد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ لڑتے لڑتے شہید ہو گئے تھے۔ جب لوگوں نے اسے اس کے شوہر، بھائی اور باپ کی شہادت کی خبر دی تو اس نے پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کیا حال ہے؟ لوگوں نے

جواب دیا: اُمِّ فلاں! تمہاری خواہش کے مطابق وہ تو اللہ کے فضل سے بالکل ٹھیک ہیں۔ عورت نے کہا: مجھے دکھاؤ، جب تک میں اپنی آنکھوں سے دیکھ نہیں لیتی مجھے قرار نہیں آئے گا، لوگوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اشارہ کرکے بتایا کہ وہ ہیں، جب اس نے اپنی آنکھوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ لیا تو کہنے لگی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھنے کے بعد ساری مصیبتیں ہیچ (معمولی) ہیں۔

اس واقعہ سے پتہ چلا کہ ایک صحابیہ جس کا ہر محرم (باپ، بھائی اور شوہر) جنگ میں شہید کردیئے گئے لیکن اس کو کسی کی فکر نہیں، اگر ہے تو ذاتِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے جب تک اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھ نہ لیا اس کو قرار نہ آیا۔

یہ تو ایک صحابیہ کی مثال ہے ویسے تو ہر صحابی یہ خیال رکھتے تھے کہ میرے ہوتے ہوئے نبی کو کانٹا بھی نہ چبھے۔

تیسرا حق: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت واتباع کرنا۔

یاد رہے کہ محبت الگ ہے دعویٔ محبت الگ، محبت کے ثبوت کیلئے دلیل محبت یا کم از کم علامات محبت کا پایا جانا ضروری ہے، ورنہ دعویٰ بلا دلیل کہا جائے گا۔ اب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا تقاضہ یہ ہے کہ جو شریعت آپ نے لاکر دیا اس کی پیروی اور اطاعت کرنا اور جو سنن آپ سے ثابت ہیں اس کی اتباع کرنا۔ مثلاً نماز پڑھنا ہمارے ذمہ فرض ہے لیکن جب نماز پڑھیں گے تو آپ کے طریقہ پر ادا کریں گے اور جو سنن آپ سے ثابت شدہ ہیں جیسے کھانے پینے میں، چلنے پھرنے میں، اُٹھنے بیٹھنے میں، جاگنے سونے میں اُن کی پیروی کریں گے۔

جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

وَإِنْ تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا ۔ (النور: ۵۴)

ترجمہ: اگر تم اطاعت کرو گے تو راہ پر لگ جاؤ گے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ (النساء: ۶۴)

ترجمہ: اور ہم نے جو بھی رسول مبعوث کیا ہے۔ وہ اسی لئے مبعوث کیا ہے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔

وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔ (الحشر: ۷)

ترجمہ: اور جو کچھ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم کو دیں اس کو لو اور جس سے روکیں پس رک جاؤ۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ۔ (آلِ عمران: ۳۱)

ترجمہ: آپ کہیں: اگر تمہیں اللہ سے محبت ہے تو میری پیروی کرو۔

نیز اقوال رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہے:

اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ قَالَ مَنْ اَطَاعَنِيْ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ عَصَانِيْ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ۔ (بخاری و مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی، جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔

قَالَ: عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ تَمَسَّكُوْا بِهَا وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ۔ (ابوداؤد، ترمذی)

ترجمہ: تم لوگ میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت کو لازم پکڑنا اس کو اپنی دانتوں سے مضبوطی سے تھامے رہنا۔

وَرُوِیَ اَنَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ: وَمَنْ تَهَاوَنَ بِالْقُرْاٰنِ وَحَدِیْثِیْ خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةَ وَاُمِرَتْ اُمَّتِیْ اَنْ یَّاْخُذُوْا بِقَوْلِیْ، وَیُطِیْعُوْا اَمْرِیْ وَیَتَّبِعُوْا سُنَّتِیْ وَمَنْ رَضِیَ بِقَوْلِیْ فَقَدْ رَضِیَ بِالْقُرْاٰنِ۔ (الجامع لاحکام القرآن للقرطبی)

ترجمہ: اور مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اور جو قرآن اور میری احادیث سے غافل رہے گا وہ دنیا اور آخرت میں محروم ہو جائے گا۔ اور میری اُمت کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ میری بات کو لے، میرے حکم کی اطاعت کرے اور میری سنتوں کی پیروی کرے اور جو میری باتوں سے مطمئن ہوا وہ قرآن سے مطمئن ہوا۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ کِتَابُ اللّٰهِ وَخَیْرَ الْهَدْیِ هَدْیُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الخ۔

(مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سب سے بہترین کتاب، اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔ اور سب سے اچھا طریقہ، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ ہے۔

ان آیات واحادیث سے یہ معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع واطاعت ہم پر فرض اور ضروری ہے، اگر کوئی اس سے انحراف یا رُوگردانی کرے تو بروزِ قیامت اس کا کیا حشر ہوگا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مبین میں اس کا نقشہ کھینچا ہے۔

یَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِی النَّارِ یَقُوْلُوْنَ یٰلَیْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ۔ (الاحزاب:٦٦)

ترجمہ: جس دن اُلٹ دیئے جائیں گے ان کے چہرے دوزخ میں۔ کہیں گے: اے کاش! ہم نے کہا مانا ہوتا اللہ کا اور کہا مانا ہوتا اس کے رسول کا۔

اور احادیثِ قدسیہ میں مروی ہے:

قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: إِنَّ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ افْتَرَقُوْا عَلَى اثْنَتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ مِلَّةً، وَإِنَّ أُمَّتِيْ تَفْتَرِقُ عَلَى ثَلَاثٍ وَّسَبْعِيْنَ كُلُّهَا فِي النَّارِ إِلَّا وَاحِدَةٌ قَالُوْا: وَمَنْ هُمْ يَارَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلَّذِيْ اَنَا عَلَيْهِ الْيَوْمَ وَاَصْحَابِيْ۔ (ترمذی)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: حقیقت یہ ہے کہ بنی اسرائیل بہتّر فرقوں میں بٹ گئے تھے۔ اور میری اُمت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی ایک فرقہ کو چھوڑ کر باقی سب کے سب دوزخ میں جائیں گے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے پوچھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! وہ ایک فرقہ کون سا ہے؟ فرمایا: جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔

اس اتباع پر صحابہؓ کا طرز نرالہ اور قابل تقلید ہے جیسا کہ اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے:

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا اسْتَوَى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَالَ: اِجْلِسُوْا فَسَمِعَ ذٰلِكَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ۔ فَجَلَسَ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ فَرَاٰهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: تَعَالَ يَا عَبْدَ اللهِ ابْنَ مَسْعُوْدٍ۔ (رواہ ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ جمعہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (خطبہ دینے کیلئے) منبر پر تشریف لائے تو فرمایا: لوگو! بیٹھ جاؤ۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے

سنا تو مسجد کے دروازہ پر ہی بیٹھ گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا: عبداللہ! مسجد کے اندر آ کر بیٹھو۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہر حکم پر صحابہؓ اپنے سر خم کر دیا کرتے تھے باجود یہ کہ وہ حکم ان کیلئے نہ ہو ایک لمحہ کیلئے بھی دیری گوارہ نہ تھی جیسا کہ مذکورہ واقعہ شاہد ہے۔

چوتھا حق: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم وتوقیر کرنا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس کی تعظیم وتکریم، اکرام واحترام اور ادب وتوقیر ایک مردِ مؤمن کی دل کی گہرائیوں میں پیوست ہو اور اس کی رگِ جان میں خون کی لہر کی طرح جاری ہو۔ یہی ایمانی تقاضہ اور نبوی حق ہے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت کا تقاضا ہے کہ عام لوگوں کی طرح آپ کو باآوازِ بلند پکارا نہ جائے، آپ کے سامنے زور سے بولا نہ جائے، آپ کی رائے سے پہلے اپنی رائے پیش نہ کیا جائے اور آپ کے حکم سے پہلے کوئی حکم نہ کیا جائے اب رہا سوال یہ کہ آپ کے اس دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد تو آج بھی ہم پر نبی کی حرمت، ادب وعظمت، اکرام واحترام بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ آپ کی زندگی میں تھا۔ یعنی آپ کا نام لے کر نہ پکارے، آپ کے مسجد کا احترام کرے، آپ کی سنتوں کا احترام کرے اور آپ کے تذکرے کرے، خواہ وہ آپ کا طریقہ بیان کر کے ہو یا آپ کا حلیہ آپ کے افعال ہو یا اقوال بس جب بھی آپ کا نامِ نامی آئے تو مؤمن کامل کا دل عظمت واحترام میں جھک جائے اور زبان پر درود جاری ہو جائے۔

بعد از خدا بزرگ توایں قصہ مختصر

جیسا کہ باری عزاسمہ کا قول ہے:

یَآیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ۔ (الحجرات:۲)

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز سے بلند مت کرو۔

یَآیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔ (الحجرات:۱)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سبقت مت کیا کرو۔

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا۔ (النور:۶۳)

ترجمہ: تم لوگ رسول کے بلانے کو ایسا مت سمجھو جیسا تم میں سے ایک دوسرے کو بلاتا ہے۔

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ۔ (الفتح:۸،۹)

ترجمہ: بے شک ہم نے آپ کو احوال بتانے والا، خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا تا کہ تم اللہ پر اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لاؤ اور ان کی مدد کرو اور انکی تعظیم کرو۔

نیز اسی کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے قول صادق میں واضح طور پر ارشاد فرمایا ہے:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا مِنْ مُؤْمِنٍ اِلَّا وَاَنَا اَوْلَى النَّاسِ بِهٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ اقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ۔ (بخاری)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں دنیا اور آخرت میں ہر مؤمن کے نزدیک دیگر تمام لوگوں کی بہ نسبت مقدم ہوں اگر چاہو تو قرآن مجید کی یہ آیت پڑھ لو "نبی" اہلِ ایمان کیلئے ان کی اپنی جانوں سے بھی مقدم ہے۔

مذکورہ بالا عبارت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ہم پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم وتوقیر ہمارے

ذمہ لازم ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس دنیا سے پردہ کرنے کے بعد ہم اس ذمہ داری کو کیسے نبھائے تو صحابہ وتابعین کے عمل سے ہمیں رہنمائی ملتی ہے جیسا کہ:

قَالَ مَالِكٌ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى ابْنِ الْمُسَيِّبِ فَسَأَلَهُ عَنْ حَدِيْثٍ وَهُوَ مُضْطَجِعٌ، فَجَلَسَ وَحَدَّثَهُ فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ وَدِدْتُّ أَنَّكَ لَمْ تَتَعَنَّ فَقَالَ إِنِّيْ كَرِهْتُ أَنْ أُحَدِّثَكَ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا مُضْطَجِعٌ۔ (الشفاء)

ترجمہ: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایک شخص سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر ایک حدیث کے متعلق سوال کیا آپ رحمۃ اللہ علیہ لیٹے ہوئے تھے سیدھا بیٹھ کر اس کو حدیث بیان کئے تو اس آدمی نے آپ سے کہا: میں آپ کو مشقت میں ڈالنا نہیں چاہتا تھا تو آپ نے جواباً کہا: میں لیٹ کر آپ سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات نقل کروں مجھے یہ پسند نہیں ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اسلاف کے اندر جس طرح آپ کی ذات سے متعلق اداب واحترام وقعت وعظمت تھی بالکل اسی طرح آپ کی بات کا بھی احترام واکرام تھا۔

یہ چند بنیادی حقوق ہیں البتہ بعض سیرت نگاروں نے کچھ اضافہ کیا ہے جیسے: آپ پر کثرت سے درود بھیجنا، آپ کے دین کی مدد کرنا، اہلِ بیت واصحابِ رسول سے محبت کرنا، آپ کی ذات، آپ کے اصحاب اور اہلِ بیت کی طرف سے دفاع کرنا، آپ کے دوستوں سے دوستی اور دشمنوں سے دشمنی کرنا اور آپ سے جفا کرنے سے اجتناب کرنا وغیرہ۔

حق تعالیٰ ہمیں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سچی نسبت اور آپ کے جملہ حقوق کو ادا کرنے کی توفیقات سے نوازے، کل بروزِ محشر ہمارا شمار سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متبعین میں کرے اور آپ کے جھنڈے تلے ہمیں جمع کرے اور آپ کے ہاتھ سے جامِ کوثر نصیب کرے۔ آمین۔

ماہنامہ المعارف

مضامین

اکابر علماء دیوبند کا عشق رسولؐ

مولانا محمد مشرف رحیمی صاحب، استاذ جامعہ ہٰذا

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد!

ولایت کی سب سے بڑی پہچان اتباع سنت اور حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت ہے یہی دونوں چیزیں محبتِ خداوندی کی بھی نشانی ہیں بغیر اتباع و محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ولایت اور محبتِ خداوندی کا دعویٰ بالکل بے حیثیت ہے ہمارے اکابر علماء دیوبند نے کبھی بھی نہ ولایت کا دعویٰ کیا اور نہ ہی عشق و محبت کا بلکہ اپنے کردار سے پوری دنیا کو باور کرایا کہ سچے عاشقین و محبین کیسے ہوتے ہیں؟ ان کے دل محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سرشار ہوتے ہیں تو ان کے ظاہر سے سنتوں کی خوشبو محسوس کی جاتی ہے ان کا ایک ایک عمل عین سنت کے مطابق ہوتا ہے تاریخ ایسے عشاق کی داستانوں سے بھری پڑی ہے آیئے ع

مشتے نمونہ از خروارے

کے طور پر چند اکابر کے عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے واقعات کو پڑھیں تاکہ ان کے فیض سے ہم بھی مستفید ہوں اور ایک ذرّہ محبت اور اتباع کا ہمارے مقدر بھی ہو جائے۔

ساری زندگی سبز جوتا نہیں پہنا

ایک آدمی حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آیا۔ اس نے سبز رنگ کا جوتا پیش کر دیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے وہ جوتا لے تو لیا مگر اس کو گھر میں رکھ دیا۔ کسی نے بعد میں پوچھا، حضرت! فلاں نے بہت اچھا جوتا دیا تھا، علاقہ میں اکثر لوگ پہنتے ہیں، خوبصورت بھی بنا ہوا تھا۔ فرمایا، میں نے جوتا لے تو لیا، کہ اس کی دل جوئی ہو جائے مگر پہنا اس لئے نہیں کہ دل میں سوچا کہ میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے روضۂ اقدس کا رنگ سبز ہے اب میں اپنے پاؤں میں اس رنگ کا جوتا کیسے پہنوں۔

نقش قدم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ادب میں پاؤں سے خون رستا رہا

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ حرم تشریف لے گئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ بہت نازک بدن تھے۔ ایک آدمی نے دیکھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ننگے پاؤں مدینہ کی گلیوں میں چل رہے ہیں اور پاؤں کے اندر سے خون رستا چلا جارہا ہے۔ کسی نے پوچھا حضرت جوتا پہن لیتے۔ فرمایا، ہاں پہن تو لیتا، لیکن جب میں نے سوچا کہ اس دیار میں میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چلا کرتے تھے تو میرے دل نے گوارا نہ کیا کہ قاسم اس کے اوپر جوتوں کے ساتھ چلتا پھرے۔ کیسے دیوانے اور پروانے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے۔

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شیخ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی زیر قیادت 1857ء میں انگریزوں سے جہاد کیا تھا اور شاملی کی مشہور لڑائی میں آپ کی یہ کرامت بھی ظاہر ہوئی تھی کہ آپ کی کنپٹی پر گولی لگی اور سر کو پار کر گئی کپڑے خون سے تر ہو گئے۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے لپک کر زخم پر ہاتھ رکھا، پھر دیکھا گیا تو زخم کا کہیں نشان نہ ملا۔ جب مجاہد علماء کی پکڑ دھکڑ شروع ہوئی تو آپ کی گرفتاری کے بھی وارنٹ جاری ہوئے۔ خدام اور متوسلین کے بہت زیادہ اصرار پر آپ ایک مکان میں روپوش ہوئے اور تین دن کے بعد کھلے بندوں کی طرح چلنے پھرنے لگے۔ لوگوں نے پھر روپوشی کیلئے بہت راضی کیا تو آپ نے انکار کر دیا اور فرمایا کے تین دن سے زیادہ روپوشی سنت سے ثابت نہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کے وقت غارِ ثور میں تین دن ہی روپوش رہے ہیں۔

معیار محبت، کوئی سنت ہاتھ سے نہ جائے

ایک مرتبہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تھانہ بھون سے کچھ فاصلے پر ایک گاؤں میں دعوت میں تشریف لے جارہے تھے اور اہلیہ محترمہ بھی ساتھ تھیں جنگل کا سفر تھا کوئی اور

شخص بھی ساتھ نہیں تھا جب جنگل کے درمیان پہنچے تو خیال آیا کہ الحمدللہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہت سی سنتوں پر عمل کرنے کی توفیق ہوگئی ہے لیکن اہلیہ کے ساتھ دوڑ لگانے کی سنت پر ابھی تک عمل کرنے کا موقع نہیں ملا آج موقع ہے کہ اس سنت پر بھی عمل ہوجائے چنانچہ اس وقت آپ نے دوڑ لگا کر اس سنت پر بھی عمل کرلیا ظاہر ہے کہ دوڑ لگانے کا کوئی شوق نہیں تھا لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت، اتباع، عشق ومحبت کی وجہ سے ہی یہ دوڑ لگائی، اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو کیا خوب پاس محبت تھا۔

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عاشقانہ کتاب

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب'' سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایک عجیب عاشقانہ وعارفانہ کتاب ہے۔ اس کے بارے میں آپ فرماتے ہیں۔

''طاعون کا ایک متبرک علاج، منجملہ اور علاجوں کے ذکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ہے اور یہ علاج تجربے میں آیا ہے۔ میں نے ایک کتاب ''نشر الطیب'' لکھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حالات میں۔ اس کے لکھنے کے زمانے میں خود اس قصبے (تھانہ بھون) میں طاعون تھا۔ میں نے یہ تجربہ کیا کہ جس روز اس کا کچھ حصہ لکھا جاتا تھا اس روز کوئی حادثہ نہیں سنا جاتا تھا اور جس روز ناغہ ہوجاتا تھا، اس روز دو چار اموات سننے میں آتی تھیں۔ ابتداء میں تو میں نے اس کو اتفاق پر محمول کیا، لیکن جب کئی مرتبہ ایسا ہوا تو مجھے خیال ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر مبارک کی برکت سے ہے۔ آخر میں نے یہ التزام کیا کہ روزانہ اس کا کچھ حصہ ضرور لکھ لیتا تھا۔

آج کل بھی لوگوں نے مجھے طاعون کے متعلق اطراف وجوانب سے لکھا ہے تو میں نے ان کو بھی جواب میں یہی لکھا ہے کہ ''نشر الطیب'' پڑھا کرو مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ مجلس منعقد کی جائے اور اس میں مٹھائی منگوائی جائے اور ایک شخص بیٹھ کر پڑھے اور سب سنیں...... مطلب یہ ہے کہ دوسرے وظائف کی طرح سے روز مرہ اس کا بھی وظیفہ مقرر کرلیا جائے۔ یہ نہیں کہ سال بھر میں ایک دو مقرر تاریخوں پر کرلیا اہل محرم کی طرح اور پھر سال بھر کروٹ بھی نہ لی۔ (مواعظ میلاد النبیؐ، ج:۱، ص:۱۳۲)

آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پسندیدہ چیزیں

بنتِ حضرت مولانا قاری محمد عارف رحیمی صاحب مدظلہم

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حُبِّبَ اِلَیَّ مِنْ دُنْیَاکُمْ ثَلٰث، اَلطِّیْبُ وَالنِّسَاءُ وَجُعِلَتْ قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ۔

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمہاری دنیا میں سے تین چیزیں مجھے پسند کردی گئیں، خوشبو، عورتیں اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں بنائی گئی ہے۔

عربی زبان کے ایک شعر کا ایک مصرعہ ہے ؏

وَلِلنَّاسِ فِیْمَا یَعْشَقُوْنَ مَذَاہِبُ

جس کا آسان مفہوم ہے کہ عشق ومحبت میں پسند اور ناپسند میں اُلفت وعداوت میں ہر شخص کا اپنا ایک معیار ہے ایک مزاج ہے متعدد طبیعت ہے کہ ہر شخص کی محبوبات اور مرغوبات کو دیکھ کر اس کی طبعی رجحان اور ذوق کا اندازہ ہوجاتا ہے۔

کاشتکار کو اپنی زمین سے اور زمین کے آلات سے محبت ہوتی ہے اسی طرح ایک مجاہد کی پسند یہ ہوگی کہ میدان کارزار ہو اور وہ دشمنانِ دین سے برسرپیکار ہو، ایمان کی للکار ہو، لاشوں کا انبار ہو، اس کا مال وجان اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نثار ہو، وہ مرکب شہادت پر سوار ہو، رب کا دربار ہو، بخشش کا اظہار ہو، جنت کی بہار ہو، ''اُدْخُلُوْھَا بِسَلٰم'' کی پکار ہو، جب سرورِ کونین رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا کہ مجھے تمہاری دنیا سے تین چیزیں پسند ہیں تو حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پسند سننے کیلئے ہمہ تن گوش ہوگئے۔

پہلی چیز خوشبو: اسلام طہارت اور نظافت کا مذہب ہے، اسلام صفائی اور پاکیزگی کا علمبردار ہے، مسلمانوں کے رب کا فرمان ہے، اللہ خوب پاکی حاصل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

خود فرمانِ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے کہ طہارت نصف ایمان ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خود بھی طہارت اور خوشبو پسند فرماتے تھے آپ سراپا نظافت تھے، طاہر تھے، مطہر تھے، طیب تھے، مطیب تھے تو آپ خوشبو کو کیوں نہ پسند کرتے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تو خوشبو کا منبع تھے آپ کی باتوں اور اخلاق میں گلوں کی خوشبو تھی آپ کے تبسم میں دلنواز معصومیت کی خوشبو تھی آنکھوں کی چمک میں محبت کی اور پسینہ میں گلاب کی خوشبو تھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے دس سال آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت کی، وہ گواہی دیتے ہیں کہ میں نے کوئی عنبر اور مشک اور کوئی خوشبودار چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مہک سے زیادہ خوشبودار نہیں دیکھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب کسی سے مصافحہ فرماتے تو تمام دن اس شخص کو مصافحہ کی خوشبو آتی رہتی ہے اور جب کسی بچہ کے سر پر ہاتھ رکھ دیتے تھے تو وہ خوشبو کے سبب دوسرے لڑکوں میں پہچانا جاتا، باوجود یہ کہ آپ کا جسم قدرتی طور پر معطر تھا پھر بھی آپ کثرت سے خوشبو کا استعمال فرماتے تھے اور دوسروں کو بھی ترغیب دیتے تھے۔ آپ نے خوشبو کو پسند فرمایا اور اس کا استعمال کر کے اپنی اُمت کو بھی تعلیم دی کہ وہ گندگی اور بدبو سے دور رہے۔

دوسری چیز عورت: عورت کا پسند ہونے کا مطلب یہ ہے کہ عورت کو عزت آپ کے مبعوث ہونے کے بعد ملی زمانۂ جاہلیت میں عورت ذلیل وخوار تھی، مظلوم نسوانیت کے سر پر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے محبت وشفقت کا ہاتھ رکھا اور اسے ماں، بہن اور بیٹی کی حیثیت سے حقوق عطا کئے۔

عورت تحت الثریٰ تھی اسلام نے اسے فوق الثریا پہنچادیا، وہ گرد راہ تھی اسلام نے اسے سرمہ چشم (نورِ چشم) بنادیا وہ کانٹوں کے بستر پر تھی اسلام نے اسے پھولوں کے سیج پر بٹھادیا وہ زیب میخانہ تھی اسلام نے اسے زینت کاشانہ دیا، وہ باکمال تھی اسلام نے اسے باکمال بنادیا۔

عورت زمین کا زیور ہے گھر کی زینت ہے قوم کی عزت اور گلشن ہستی کا خوبصورت پھول ہے۔اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نیک عورت کو ایمان کے بعد سب سے بہترین متاع قرار دیا ہے اور اسے ایمان کی مددگار اور سب سے اچھا خزانہ قرار دیا۔

تیسری چیز نماز: سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو تیسری چیز پسند تھی وہ یہ کہ آپ نے فرمایا مجھے نماز میں اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک محسوس ہوتی ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز میں آنکھوں کی ٹھنڈک اس لئے محسوس تھی کیونکہ نماز میں بندہ کو محبوب حقیقی کا وصال ہوجاتا ہے۔

نماز میں آنکھوں کی ٹھنڈک اس لئے کہ نماز کا حکم ہمارے خالق ورازق نے دیا اور سب سے بڑے محسن نے دیا تو پھر مسلمان کو اس محسن اور مالک کی عبادت میں خوشی محسوس ہوتی ہے جس نے ہمیں زندگی اور زندگی کی رعنائیاں عطاء کیں۔اسی لئے نماز کی اہمیت اور فضیلت کے بارے میں سرکارِ مدینہؐ کے بیسیوں ارشادات حدیث کی کتابوں میں منقول ہیں۔

کبھی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کو دین کی بنیاد قرار دیا، کبھی یوں فرمایا کہ نماز سے انسان کے گناہ اس طرح گرتے ہیں جس طرح موسم خزاں میں درختوں کے پتے گرتے ہیں۔(مسند احمد)

کبھی یوں فرمایا نماز مؤمن کا نور ہے، افضل جہاد ہے، جنت کی کنجی ہے، دین کا ستون ہے، شیطان کا منہ کالا کرتی ہے، مسلمان ہونے کی نشانی ہے، اُمت کا حال یہ ہے کہ بڑے آسانی سے چھوٹے چھوٹے کاموں میں نماز سے غفلت برتی جاتی ہے حالانکہ نماز وہ فرضِ عین ہے جس کو

جہاد میں بھی ترک کرنے کا حق نہیں ہے جیسے شاعر نے بڑی خوبصورتی سے لکھا ہے ؎

آ گیا عین لڑائی میں اگر وقتِ نماز ۔۔۔ قبلہ رُو ہو کہ زمین بوس ہوئی قوم حجاز
ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز ۔۔۔ نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

نماز پڑھنے والوں کے لئے جتنی فضیلتیں منقول ہوئی ہیں اسی طرح ترک صلوٰۃ پر بھی کثرت سے وعیدیں قرآن وحدیث میں آئی ہیں وہی چند وعیدوں کو تحریر کرکے میں اپنا قلم بند کرنا چاہونگی۔

قَالَ اللہُ تَعَالیٰ: مَاسَلَکَکُمْ فِیْ سَقَر۔ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّیْن۔

روزِ قیامت اہل جہنم سے پوچھا جائے گا تمہیں کس چیز نے جہنم میں ڈالا، وہ کہیں گے ہم نماز نہیں پڑھتے تھے۔

منافقین کی عادت ''وَاِذَا قَامُوْآ اِلَی الصَّلٰوۃِ قَامُوْا کُسَالیٰ''

اور جب نماز کیلئے کھڑے ہوتے ہیں منافقین تو سُست کھڑے ہوتے ہیں۔

مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوۃَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ۔

جس نے عمداً نماز کو ترک کیا اس نے کفر کیا۔

زندگی نام ہے فسانے کا ۔۔۔ ہر نفس منتظر بہانے کا
قافلوں کی رسائی ہو کہ نہ ہو ۔۔۔ ہے سفر نام خاک اُڑانے کا
کیوں تیری زندگی ہے بے معنی ۔۔۔ کچھ تو مقصد ہو آنے جانے کا
ہم ظلوم و جہول ہی ٹھہرے ۔۔۔ پھر بھی ہے حکم بوجھ اُٹھانے کا
ذکر و تسبیح کا اثر مفقود ۔۔۔ رہ گیا دین نام دانے کا

(شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ذاکر رحیمی صاحب نور اللہ مرقدہ)

نعت

سرکار کی دنیا

حضرت مولانا ناز کی کیفی رحمۃ اللہ علیہ

طیبہ کی زمیں وہ میرے سرکار کی دنیا
دنیا سے نرالی ہے یہ انوار کی دنیا

ہر خار میں صد رنگ بہاروں کی لطافت
ہر ذرّہ میں اک دولت بیدار کی دنیا

وہ روضہ اطہر پہ برستی ہوئی رحمت
آتی ہے نظر فطرت سرشار کی دنیا

کیا شان تکلم ہے کہ ہر جنبش لب سے
تخلیق ہوئی مستئ کردار کی دنیا

جنت ہے کہ تصویر ترے حُسن عمل کی
طوبیٰ ہے ترے سایۂ دیوار کی دنیا

اس طرح کیا شیر و شکر حُسن عمل کو
گفتار کی دنیا ہوئی کردار کی دنیا

سب پر ہے کرم ان کا بُرے ہوں کہ بھلے ہوں
جو پھول کی دنیا ہے، وہی خار کی دنیا

خورشید قیامت کی تپش آ نہیں سکتی
جنت ہے ترے سایۂ دیوار کی دنیا

ہے رشک ارم آپ کے فیضانِ نظر سے
مجھ سے بھی خطا کار و گنہگار کی دنیا

فردوس کو بھی رشک ہے جس فرش زمیں پر وہ ہے
میرے آقا میرے سرکار کی دنیا

توصیف کا حق کیا ہو ادا میری زباں سے
میں ذرّۂ ناچیز، وہ انوار کی دنیا

یہ ربِّ محمد سے دُعا ہے میری کیفی
ہو عشقِ محمد میرے اشعار کی دنیا

نورِ نبوت

مہمان نوازی کی سنتیں

حضرت حافظ محمد اسحاق صاحب ملتانی مدظلہٗ

۱۔ مسلمانوں کے لئے سنت ہے کہ جب آپس میں ملیں تو سلام کریں، آنے والے مہمان کو اس میں پیش قدمی کرنی چاہیئے اور دوسروں کو جواب دینا چاہیئے۔

۲۔ مہمان نوازی کے آداب میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مہمان کے آتے ہی جو کچھ کھانے پینے کی چیز میسر ہو اور جلدی سے مہیا ہو سکے وہ لا رکھے۔ پھر اگر صاحب وسعت ہے تو مزید مہمانی کا انتظام بعد میں کرے۔

۳۔ مہمان نوازی کیلئے بہت زیادہ تکلفات کی فکر میں نہ پڑے، آسانی سے جو اچھی چیز میسر ہو جائے وہ مہمان کی خدمت میں پیش کرے۔

۴۔ مہمان کے آداب میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مہمان کے سامنے جو چیز پیش کی جائے۔ اس کو قبول کرے، کھانے کو دل نہ چاہے تو معمولی سی شرکت کر کے دلجوئی کر لے۔ اگر کوئی چیز اس کے لئے مضر صحت ہے تو احسن طریقے سے عذر کر دے۔

۵۔ مہمان کا میزبان کو یوں دُعاء دینا مسنون ہے:

''اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَھُمْ فِیْمَا رَزَقْتَھُمْ وَاغْفِرْ لَھُمْ وَارْحَمْھُمْ '' (مسلم)

۶۔ میزبان کو چاہیئے کہ صرف کھانا وغیرہ سامنے رکھ کر فارغ نہ ہو جائے بلکہ اس پر نظر رکھے کہ مہمان کھا رہا ہے یا نہیں؟ مگر یہ نظر رکھنا اس طرح ہو کہ مہمان کے کھانے (پینے) کو تکتا نہ رہے۔ سرسری نظر سے دیکھ لے کیونکہ مہمان کے لقموں کو دیکھنا آداب ضیافت کے خلاف اور مہمان

کے لئے باعث شرمندگی ہوتا ہے۔

۷۔ اکابر بزرگ اور مہمان کی سواری کا رکاب اور لگام کو از راہ تواضع اور خاطر داری پکڑنا نیز مہمان کو رُخصت کرنے کیلئے مکان کے دروازے یا باہر کچھ دور تک اس کے ساتھ جانا مسنون ہے۔ (مظاہر حق)

۸۔ میزبان کا نیک وصالح مہمان سے طلب دُعاء کرنا اور مہمان کا میزبان کے لئے دُعاء کرنا مسنون ہے۔ (مظاہر حق)

۹۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس گھر میں (مہمانوں کو) کھانا کھلایا جاتا ہے۔

وہاں خیر (یعنی رزق و برکت اور بھلائی) اتنی تیزی سے پہنچتی ہے جس طرح اونٹ کا گوشت کاٹنے میں چھری تیزی سے کوہان کی طرف جاتی ہے۔ (ابن ماجہ)

۱۰۔ حضرت ابی الاحوص جشمی اپنے والد (حضرت مالک بن فضلہ رضی اللہ عنہ صحابی) سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! اگر میں کسی شخص کے ہاں مہمان ہوں اور وہ میری مہمان داری نہ کرے اور میری ضیافت کا حق ادا نہ کرے، پھر وہ شخص میرے ہاں مہمان ہو تو کیا اس کی مہمانداری کروں یا اس سے بدلہ لوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (نہیں اس سے بدلہ نہ لو) بلکہ اس کی مہمانداری کرو۔ (ترمذی)

بدی را بدی سہل باشد جزا
اگر مردے احسن الیٰ من اساء

۱۱۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

(کھانا) مل کر کھاؤ الگ الگ مت کھاؤ اس لئے کہ برکت جماعت کے ساتھ ہوتی ہے۔ (ابن ماجہ)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ کھانا مہمان کے ساتھ کھانا چاہئے، کھا چکا ہے یا طلب نہیں ہے تو تھوڑی سی شرکت ضرور کر لے۔

۱۲۔ آنے والوں کی مہمانی کرنا آداب اسلام اور مکارم اخلاق میں سے ہے۔ نیز انبیاء وصلحاء کی عادت ہے۔

۱۳۔ حدیث بالا میں فرمایا: ''فلیکرم ضیفه جائزته'' مہمان کی اس خاص خاطر داری اور تواضع ومدارت کو کہا گیا ہے جو پہلے دن کی جاتی ہے۔ اکرام ضیف یعنی مہمان کے ساتھ حسن وسلوک سے پیش آئے اور خوش گفتاری اور ملاطفت کے ساتھ بات چیت کرے اور اس کو تین دن تک اس طرح کھلائے پلائے کہ پہلے دن تو اپنی حیثیت واستطاعت کے مطابق کچھ پُرتکلف میزبانی کرے۔ بشرطیکہ اس کی وجہ سے اپنے لواحقین کی حق تلفی نہ ہو اور اس کے بعد دو دنوں میں جو حاضر ہو پیش کرے۔

پھر تین دن کے بعد بھی مہمان ٹھہرا رہے تو اس کو کھلانا پلانا صدقہ کے حکم میں ہوگا کہ میزبان چاہے تو کھلائے پلائے اور چاہے تو معذرت کر دے اور مہمان کو تین دن سے زیادہ نہیں ٹھہرنا چاہئے (اِلّا یہ کہ میزبان روکے یا کوئی مجبوری ہو تو میزبان کی اجازت سے ٹھہرنا چاہئے)۔ (بخاری)

لذتِ نفس پر گذارا ہے ... روحِ مظلوم پارا پارا ہے
کون فانی ہے کون ہے باقی ... سوچ لو ورنہ پھر خسارا ہے
(شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ذاکر رحیمی صاحب نور اللہ مرقدہ)

سیرت سے متعلق چند سوالات کے جوابات

انتخاب از: مرتّب

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص جس کا تعلق جماعت اسلامی سے ہے وہ دعویٰ کرتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روضۂ مبارکہ میں اپنے جسد عنصری کے ساتھ موجود نہیں ہیں، حضرات مفتیانِ کرام سے گذارش ہے کہ اس مسئلہ کی وضاحت قرآن وحدیث کی روشنی میں فرمائیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبر مبارک میں جسد عنصری کے ساتھ موجود ہیں یا نہیں؟

جواب: حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی مبارک قبروں میں جسد عنصری کے ساتھ تشریف فرما ہیں، اللہ تعالیٰ نے مٹی پر یہ بات حرام کردی ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے اجساد طیبہ کو ختم کرے اور مٹی میں ملائے، صحیح احادیث شریفہ سے یہ بات ثابت ہے؛ لہٰذا کسی مسلمان کے لئے اس کے انکار کی اجازت نہیں ہے۔ (کتاب النوازل، ج:۱،ص:۲۸۲)

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے یہاں پر ایک صاحب نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنفس نفیس ہر اُمتی کی فریاد اور اس کی مصیبت دور کرنے تشریف لاتے ہیں؛ کیونکہ انبیاء واولیاء کرام کو خداوند کریم دنیا سے رخصت ہونے کے بعد اپنے دنیوی نظام کو چلانے کے کام پر لگا دیتا ہے۔ اب دریافت یہ کرنا ہے کہ دنیا سے رخصت ہونے کے بعد کیا انبیاء واولیاء کرام کو دنیا کا نظام چلانے کے لئے لگا دیا جاتا؟ کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مدد کے لئے پکارا جاسکتا ہے، اور کیا آپ مدد کیلئے تشریف لاتے ہیں؟ اگر نہیں تو ایسا عقیدہ رکھنے کا شریعت میں کیا حکم ہے؟ شرعی عقیدہ جاننے کا خواہشمند ہوں؛ تاکہ گمراہی سے بچ سکوں؟

جواب: یہ بات اگر چہ صحیح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے جسد اقدس کے ساتھ حیات سے مشرف ہیں؛ لیکن یہ بات صحیح نہیں کہ آپ اپنی امت کی مدد کے لئے ہر جگہ تشریف لاتے ہیں، یا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دنیوی نظام چلانے میں لگا رکھا ہے، یہ عقیدہ خلافِ شریعت ہے، اللہ تعالیٰ اپنے معاملہ میں تن تنہا قادر و مختار ہے، اس کو قطعاً کسی درجہ میں بھی کسی کی ضرورت نہیں ہے۔ اسی طرح پیغمبر علیہ السلام کو مدد کیلئے پکارنا بھی جائز نہیں ہے، یہ مدد صرف اللہ تعالیٰ سے مانگی جائے گی، کسی نبی یا ولی سے نہیں۔ سورۂ فاتحہ میں ہے: ''اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔ (الفاتحۃ:۴)'' (ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی سے مدد مانگتے ہیں) اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایت ہے: ''اِذَا سَأَلْتَ فَاسْئَلِ اللهَ وَاِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللهِ۔ (سنن الترمذی رقم:۲۵۱۶، مشکوٰۃ المصابیح ۴۳۵/۲، رقم: ۵۳۰۲)'' (اور جب تم سوال کرو تو صرف اللہ سے مانگو، اور جب مدد کی ضرورت ہو تو صرف اللہ سے مدد طلب کرو) لہٰذا غیر اللہ سے براہِ راست استعانت موہم شرک اور ناجائز ہے۔

البتہ اللہ تعالیٰ سے کسی مقرب بزرگ یا نبی کے وسیلہ سے مانگنے کی اجازت ہے۔

(کتاب النوازل، ج:۱، ص: ۲۸۳، ۲۸۴)

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: دیوبند کا عقیدہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں کیا ہے؟ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت میں شک کرتے ہیں یا نہیں؟ کیا وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتے ہیں، وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سچا رسولؐ مانتے ہیں کہ نہیں؟ کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گاؤں کا چودھری مانتے ہیں؟ آخر دیوبندیوں کا عقیدہ کیا ہے؟ نیز اگر کوئی شخص گستاخی کرتا ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت میں شک کرتا ہو، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گاؤں کا چودھری سمجھتا ہو تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: دیوبندیوں کا عقیدہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ

کے سچے پکے رسول ہیں، آپ تمام انبیاء اور رسولوں کے سردار ہیں، آپ کے بعد قیامت تک کوئی نبی آنے والا نہیں ہے، آپ تمام انسان و جنات سب کے لئے رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں، جو شخص دیوبندی علماء کے بارے میں یہ کہتا ہے کہ آپ کی نبوت میں شک کرتے ہیں وہ جھوٹا ہے؛ بلکہ دیوبندی کا عقیدہ یہ ہے کہ جو بھی سرورِ کائنات، فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کرے گا یا نعوذ باللہ آپ کو گاؤں کا چودھری کہے گا وہ ایمان سے خارج ہوگا۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نامِ مبارک کان میں پڑ جائے تو کم از کم ایک دفعہ درود شریف پڑھنا واجب ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایک دفعہ درود شریف پڑھنے والے پر اللہ تعالیٰ دس مرتبہ رحمت نازل فرماتا ہے۔ اور دیوبندیوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ اولیاءِ عظام برحق ہیں، مگر اولیاء کی شان انبیاء علیہم السلام کی شان کے برابر نہیں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کے برابر کسی بھی مخلوق کی شان نہیں ہو سکتی۔ اور جو شخص کسی انسان اور اُمتی کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کے برابر سمجھے گا اس کا ایمان برباد ہے، یہی دیوبندیوں کا عقیدہ ہے۔ (فتاویٰ قاسمیہ، ج:۲، ص:۸۸، ۸۹)

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین و مفتیانِ شرعِ متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حضور اقدس جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نکاح کس نے پڑھایا تھا؟ اور آپ کی ازواجِ مطہرات کا نکاح ایک ہی شخص نے پڑھایا یا الگ الگ؟ وضاحت کے ساتھ تحریر فرمائیں۔

جواب: کتابوں میں صرف حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے نکاح پڑھانے کے متعلق صراحت ملتی ہے کہ ان کا نکاح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا ابو طالب نے پڑھایا تھا۔ اور دیگر ازواجِ مطہرات کے نکاح پڑھانے کی صراحت نہیں ملی؛ البتہ نکاح کرانے کی صراحت ملتی ہے۔

(۱) حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت ابو طالب نے پڑھایا ہے۔

(۲) حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ان کے والد نے کرایا ہے۔

(۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ان کے والد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کرایا ہے۔

(۴) حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا نکاح ان کے بھائی ابو احمد بن جحش نے کیا ہے۔

اس میں راجح یہ ہے کہ ان کا نکاح آسمان میں ہوا، جس کی صراحت قرآن کریم میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے: ''زَوَّجْنٰکَهَا'' سے ارشاد فرمایا ہے۔

(۵) حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ان کے بیٹے سلمی بن ابو سلمی نے کیا ہے۔

(۶) حضرت حفصہ بنت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہا کا نکاح ان کے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیا ہے۔

(۷) حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح شاہ حبشہ نے کیا ہے۔

(۸) حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا مالِ غنیمت کے طور پر حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے حصہ میں گئی تھیں، تو انہوں نے ان سے بدل کتابت کا معاملہ کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بدل کتابت کے سلسلہ میں مدد طلب کی، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تم سے اس سے بہتر معاملہ نہ رکھوں؟ پھر ارشاد فرمایا: کہ میں تمہاری بدل کتابت ادا کر دوں اور تم سے نکاح کرلوں، اس پر انہوں نے رضامندی ظاہر کی، تو یہ معاملہ ہی عقدِ نکاح کے قائم مقام ہو گیا۔

(۹) حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو مالِ غنیمت میں سے آپ نے مال صفی کے طور پر منتخب فرمالیا تھا اور انسان کی آزادی کو مہر قرار دے کر ان کو اپنے نکاح میں لے لیا اور یہی ان کا نکاح ہوا، کسی تیسرے نے ان کا نکاح نہیں کرایا، یہاں تک کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو محسوس بھی نہ ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو نکاح میں لیا ہے یا باندی بنایا ہے، بعد میں جب پردہ کا حکم فرمایا تب صحابہ کو نکاح کا علم ہوا۔

(۱۰) حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح قبیصہ ابن عمرو نے کیا ہے۔

(۱۱) حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کا نکاح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کرایا ہے۔ (فتاویٰ قاسمیہ، ج:۲، ص:۹۴ تا ۹۶)

ذکر اللہ کی سنتیں

ماخوذ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ کو یاد کرتا ہے اور جو اللہ کو یاد نہیں کرتا ان دونوں کی مثال زندہ اور مردہ شخص کی سی ہے۔ (بخاری)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول تھا کہ فجر کی نماز پڑھ کر تسبیحات و ذکر فرمایا کرتے تھے۔ حدیث شریف میں ہے ذکر الٰہی سے آدمی کا دل زندہ رہتا ہے اور ذکر سے غفلت قلب کی موت ہے۔ اسی لئے علی الصبح ذکر کی پابندی کرنی چاہئے تاکہ ہمارے دن کی ابتداء سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق ہو اور نماز کے بعد ذکر الٰہی اور خاص طور پر قرآن مجید کی تلاوت سے دن کی شروعات ہوں۔ زیادہ نہیں تو کم از کم ایک یا دو رکوع ہی تلاوت کلام پاک کر لی جائے۔ دل کی حیات کے لئے یہ نسخہ اکسیر ہے کیونکہ حدیث پاک میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ اَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهٖ اٰخَرِيْنَ۔ (مسلم)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعے کتنے لوگوں کو بلند کرتا ہے اور کتنے لوگوں کو پست کرتا ہے۔

ذکر اللہ کی سنتیں

(۱) جب گھر سے باہر آئے تو یہ دُعاء پڑھتے ہوئے نکلے: ''اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ اُعَظِّمُ شُكْرَكَ وَاُكْثِرُ ذِكْرَكَ وَاَتَّبِعُ نَصِيْحَتَكَ وَاَحْفَظُ وَصِيَّتَكَ'' (ترمذی)

(۲) جب تہجد کی نماز کو اُٹھے تو یہ دُعاء پڑھے: ''اَللّٰهُمَّ رَبَّ جِبْرِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ

وَاِسْرَافِيلَ فَاطِرَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ اِهْدِنِيْ لِمَا اخْتُلِفَ فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِكَ اِنَّكَ تَهْدِيْ مَنْ تَشَاءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ‘‘ (مسلم)

(۳) ہر نماز کے بعد ۳۳ بار سُبْحَانَ اللّٰہ، ۳۳ بار اَلْحَمْدُ لِلّٰہ، اور ۳۴ بار اَللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھ لیا کریں اور ایک بار: ’’لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ‘‘ (ترمذی)

(۴) فرض نماز کا سلام پھیرنے کے بعد اَللّٰہُ اَکْبَرُ ایک مرتبہ اور اَسْتَغْفِرُ اللّٰہ تین مرتبہ اور تیسری مرتبہ ذرا آواز کھینچ کر۔

(۵) فجر اور عصر کے فرضوں کے بعد تھوڑی دیر کیلئے ذکر الٰہی میں مشغول رہنا۔ (ابوداؤد)

(۶) فجر کی نماز کے بعد وہیں بیٹھ کر ذکر الٰہی میں مشغول رہے یہاں تک کہ آفتاب طلوع ہوکر کچھ بلند ہوجائے، پھر دو رکعتیں پڑھ لیں تو حج وعمرہ کا ثواب ملے گا۔ (ترمذی)

(۷) جو شخص ہر نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھا کرے اس کیلئے جنت میں جانے سے کوئی چیز بجز موت کے مانع نہیں (یعنی مرتے ہی جنت میں جائے گا)۔ (مشکوۃ)

(۸) جو شخص رات کو سونے سے پہلے اپنے گھر میں آیت الکرسی پڑھ لیا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے گھر اور پڑوسیوں کے گھروں کو ہر مصیبت و آفت سے محفوظ رکھیں گے۔ (مشکوۃ)

(۹) کوئی پسندیدہ چیز دیکھے تو یہ پڑھے:

’’اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ بِنِعْمَتِهٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ‘‘ اور جب کوئی ناگواری کی حالت پیش آئے تو یوں کہے: ’’اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ‘‘ (ترمذی)

(۱۰) جب کوئی دشواری پیش آئے تو سر آسمان کی طرف کرکے کہے:

''سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ ''(ترمذی)

(۱۱) جب کسی عزیز دوست وغیرہ کو رُخصت کریں یا کسی لشکر یا جماعت کو تو یہ دُعاء پڑھیں:

''اَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِيْنَكُمْ وَاَمَانَتِكُمْ وَخَوَاتِيْمَ اَعْمَالِكُمْ'' (ترمذی)

(۱۲) جب کسی بیمار کی عیادت کریں تو یوں کہیں: ''لَا بَأْسَ طَهُوْرٌ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ'' (بخاری)

(۱۳) جب کوئی پریشانی یا خوف لاحق ہو تو یہ پڑھیں:

''اَللّٰهُ اَللّٰهُ رَبِّيْ لَا اُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا'' (ترمذی)

(۱۴) جب غصہ آئے تو یہ پڑھے:

''اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ''ایک روایت میں ہے کہ جب غصہ آئے تو وضو کرے یا کھڑے ہونے کی حالت میں ہے تو بیٹھ جائے، اگر بیٹھنے کی حالت میں ہے تو لیٹ جائے۔ (اُسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

(۱۵) جب چھینک آئے تو ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ'' کہے، اگر کوئی اس کے جواب میں ''يَرْحَمُكَ اللّٰهُ'' کہے تو اُسے یہ جواب دے۔ ''يَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ ''(شعب الایمان)

(۱۶) جس نعمت کے اول میں بِسْمِ اللّٰهِ اور آخر میں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ہو تو اس نعمت کے متعلق قیامت میں سوال نہ ہوگا۔ (اُسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

(۱۷) اوپر چڑھیں (مثلاً سواری، درخت پہاڑ، سیڑھیاں وغیرہ) تو اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہیں اور جب نیچے اُتریں تو سُبْحَانَ اللّٰهِ کہیں۔ (ترمذی)

(۱۸) دو کلمے ایسے ہیں جو زبان پر ہلکے اور میزان میں بھاری ہیں۔ وہ یہ ہیں:

''سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ '' (بخاری)

کم از کم ایک تسبیح صبح اور شام پڑھ لیا کریں۔

(۱۹) ذکر اللہ کی اکثر کتابوں میں ان تسبیحات کا کثرت سے ذکر آیا ہے:
''سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ'' (ایک تسبیح)
''اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ'' (ایک تسبیح)
درودِ ابراہیمی ایک تسبیح، صبح اور شام ان تسبیحات کا معمول بنالیں۔ (ترمذی)

(۲۰) ''فَسُبْحَانَ اللّٰہِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَحِیْنَ تُصْبِحُوْنَ وَلَہُ الْحَمْدُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِیًّا وَّحِیْنَ تُظْھِرُوْنَ۔ یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَیُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَیُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِھَا وَ کَذٰلِکَ تُخْرَجُوْنَ'' جو شخص یہ آیتِ مبارکہ رات کو پڑھے تو دن کے تمام اذکار و اوراد کی کمی پوری کردی جاتی ہے اور صبح کو پڑھے تو رات کے اوراد و اذکار کی کمی پوری کردی جاتی ہے۔ (ابوداؤد)

(۲۱) ''اَللّٰھُمَّ مَآ اَصْبَحَ بِیْ مِنْ نِعْمَۃٍ اَوْ بِاَحَدٍ مِنْ خَلْقِکَ فَمِنْکَ وَحْدَکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ، لَکَ الْحَمْدُ وَلَکَ الشُّکْرُ''

اے اللہ! اس صبح کے وقت جو بھی کوئی نعمت مجھ پر یا کسی بھی دوسری مخلوق پر ہے وہ صرف اور صرف تیری ہی طرف سے ہے تو تنہا ہے تیرا کوئی شریک نہیں ہے، تیرے لئے ہی حمد ہے اور تیرے لئے ہی شکر ہے۔ (ابوداؤد)

جس نے اس دُعاء کو صبح پڑھا تو دن کی تمام نعمتوں کا اور جس نے شام کو پڑھا تو رات کی تمام نعمتوں کا شکر ادا کیا۔

(۲۲) رات کو سونے سے پہلے ان تسبیحات کو پڑھ لیا کریں اہتمام کے ساتھ ۳۳ بار سُبْحَانَ اللّٰہ، ۳۳ بار اَلْحَمْدُ لِلّٰہ، اور ۳۴ بار اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ (شعب الایمان)

(۲۳) سونے سے پہلے تین بار استغفار پڑھ لیا کریں: ''اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ''۔

مِسْکُ الْحَرَمَیْن

نَعْتِیَہ مَجْمُوعَہ

از

حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا شاہ محمد ذکریا صاحب قدس سرہٗ

کچھ صاحبِ قلم سے متعلق۔۔۔

از: مرتّب

والد ماجد حضرت مولانا محمد ذاکر رحیمی رحمۃ اللہ علیہ کو بچپن ہی سے علم و ادب سے خصوصی شغف حاصل تھا۔ اپنی بے پناہ صلاحیت سے سلیقہ نگارش کو پالیا، بناء بریں برجستہ اشعار بزبانِ اُردو و عربی بولنے پر دسترس اور مَلکہ تھا اور بلا مبالغہ یہ بات ہے کہ یہ قابلیت منجانب اللہ تھی، مطلب کہ اس فن کی تحصیل میں آپ نے کسی کے سامنے باضابطہ زانوئے تلمذ تہہ نہیں کیا، اس کی سب سے بڑی وجہ ابتداء میں محدود وسائل کے سبب اساتذہ سے صلاح لینے کا موقع فراہم نہیں تھا اور دوسری طرف طالبعلمی کی جکڑ بندیاں نیز قدیم روایتی مدارس کی پابندیاں والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کو اظہارِ خیال سے مانع تھے اور نہ ہی اپنے کلام کی اشاعت کی طرف توجہ مرکوز ہوئی، لہٰذا انفرادی کوششوں اور کاوشوں سے فن شاعری میں بدرجۂ اَتم مَلکہ حاصل ہوا۔ جس کا ثمرہ ہے کہ آپ کے کلام میں پختگی، چست بندشیں صاف نظر آتی ہیں۔

والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف اصناف و عناوین پر اشعار کہے ہیں، چونکہ والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کا دل محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وساطت سے حرمین کے در و دیوار کے عشق سے لبریز تھا، اس لئے آپ کے اکثر اشعار مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ سے متعلق ہیں، تو ہماری خواہش ہوئی کہ یہ حسین گلدستۂ اشعار بنام ''مسک الحرمین'' ہدیۂ ناظرین ہو چنانچہ آگے کے اوراق میں یہ قیمتی اثاثہ ہے ملاحظہ ہو۔

فضائے مدینہ معطّر معطّر

یہ روضہ کی جالی یہ محراب و منبر معطّر معطّر منور منور
یہ گنبد کی گرد و غبارِ مقدّس مصفّیٰ مصفّیٰ مطہّر مطہّر
نبیؐ کا پسینہ ہے یا مشک و عنبر فضائے مدینہ معطّر معطّر
رُخِ پاک کی تابناکی نہ پوچھو سراجاً منیراً مفسّر مفسّر
یہ خاکِ مدینہ ہے سرمہ ہمارا معظّم معظّم موقّر موقّر
یہ کیسے ہو آنکھیں یہاں بھی نہ برسیں ہے سینہ میں دل یا کہ پتّھر ہے پتّھر
نہ خدّامِ روضہ پہ کیوں رشک آئے نصیبہ تو یہ ہے مقدّر مقدّر
یہ نعتِ نبیؐ میں نے جب بھی سنائی صدا ہر طرف تھی مکرّر مکرّر
زیارت مدینہ کی ہو پھر خدایا میسّر میسّر میسّر میسّر

ہے دوری مدینہ کی اب شاق ذاکرؔ
دل و جانِ مضطر مکدّر مکدّر

ہر آن تصور میں ہے ایک سیرِ مدینہ

والله مدینے کی زمیں کتنی حسیں ہے
ہر ذرہ یہاں لگتا ہے فردوسِ بریں ہے

آئیں گے منافق کے قدم کیسے مدینہ
بس نام مدینہ ہی سے چیں بجبیں ہے

نادم ہوں کہ روضہ پر کروں کیا میں نچھاور
کچھ اشک ندامت ہیں اور اک قلب حزیں ہے

ترکی ہو عراقی ہو کہ مصری ہو یا شامی
وارفتگی شوق کا ہر ایک امیں ہے

ہندی ہو ملائی ہو کہ روسی ہو یا چینی
ہے کون جو اس کوچہ پہ قرباں نہیں ہے

کچھ فاصلہ دل کا نہیں اب وقت درود
میں ہند میں آ پہنچا مگر دل تو وہیں ہے

ہر آن تصور میں ہے ایک سیرِ مدینہ
صد شکر کہ اب پہلی سی مہجوری نہیں ہے

تاریکی دل دور ہوئی جاتی ہے ذاکر
والله مدینہ میں وہ کیا نورِ مبیں ہے

نصیحت

اپنے بھائی کے ہر معاملے کو بہتر صورت پر محمول کرو، یہاں تک کہ کوئی ایسی بات پیش آجائے جس کی تاویل نہ ہوسکے۔
مسلمان کی ہر بات کو خیر وبھلائی پر محمول کرو اور اس کے متعلق حتی الامکان بدگمانی نہ کرو۔

(امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ)

سینہ سے لگا لینا تصویر مدینہ کی

ایمان کی علامت ہے توقیر مدینے کی ‏ منکر ہے جو کرتا ہے تحقیر مدینے کی

ہر درد کا درماں ہے ہر غم کا مداوا ہے ‏ سینہ سے لگا لینا تصویر مدینے کی

صد شکر کے لائق ہے یہ نعمتِ عظمیٰ بھی ‏ ملتی ہے نصیبہ سے تنویر مدینے کی

عشاق سمجھ لیتے ہیں اب بھی اشاروں کو ‏ ہر آں درخشاں ہے تحریر مدینے کی

تحمید ہو یا تسبیح وہ کیف کہاں پائیں ‏ تہلیل مدینے کی تکبیر مدینے کی

وابستہ ہے دونوں سے ایمان کا سرمایہ ‏ اجمال ہے مکہ کا تفسیر مدینے کی

ہے روز فزوں ذاکرؔ وہ شانِ مسیحائی

چل کر تو سہی دیکھو تاثیر مدینے کی

قرارِ دلِ چاک داماں مدینہ

مری آرزو میرا ارماں مدینہ میری کامرانی کا ساماں مدینہ

غلامانِ مضطر کہ جنت ہے جنت تڑپتے دل و جاں کا درماں مدینہ

چلے آئے اہلِ جنوں فوج در فوج ہے ملجا و ماوائے مستاں مدینہ

یہیں سے اشاعت ہوئی نورِ حق کی جہاں کے لیے مہرِ تاباں مدینہ

یہ معمور و پُر نور فردوس منظر یہ وجہِ سرورِ دل و جاں مدینہ

مدینہ یہ تیری معطر ہوائیں تجھی میں تو ہیں شاہِ شاہاں مدینہ

لیا ''دین'' کو ''مہ'' نے جو آغوش میں پھر ہوا مرکزِ دین و ایماں مدینہ

مہِ دین جب سے ہوے جلوہ فرما معطّر معطّر گلستاں مدینہ

نکلتے ہیں سینہ پہ پتھر رکھے ہم تجھے چھوڑ کر شہر ذیشاں مدینہ

بہت جلد پاتا ہے تسکین ذاکرؔ

پہنچتا ہے جو بھی پریشاں مدینہ

کہاں میں کہاں خاک دربارِ عالی

لگا جیسے پہلو میں دل خالی خالی
ہٹی جیسے نظروں سے روضہ کی جالی

درِ پاک پر جاکے خود کو جو دیکھا
بڑی شرم سے میں نے گردن جھکا لی

بجز مہربانی کے اور کیا کہوں میں
کہاں میں کہاں خاک دربارِ عالی

مرے آقا مجھ پر کرم کیجئے گا
میں آیا ہوں در پہ بھکاری سوالی

وہاں مجھ پہ بھی اک نگاہِ شفاعت
جہاں آپؐ ہوں گے شفیع مثالی

ہجوم وساوس یہ بے کیفی واللہ
نگاہِ کرم کس نے دیکھو ہٹالی

فراقِ مدینہ کی وہ بے قراری
پتہ ہی نہیں میں نے کیسے سنبھالی

یقیناً یہ فیض مدینہ ہے ذاکر
بڑی خوب لکھی ہیں باتیں نرالی

رمضان چلا آیا

بگڑی کے بنانے کو رمضان چلا آیا
پھر بخت جگانے کو رمضان چلا آیا

بھٹکے ہوے بندوں کو بے راہ غلاموں کو
پھر رب سے ملانے کو رمضان چلا آیا

اللہ کی رحمت کے بھر پور خزانوں کو
بندوں پہ لٹانے کو رمضان چلا آیا

اللہ کی بخشِش کا احسان و عنایت کا
پیغام سنانے کو رمضان چلا آیا

پھر رب کو منانا ہے شیطان کو بھگانا ہے
سوتوں کے جگانے کو رمضان چلا آیا

شیطان کے دھوکے کے مار ہوے بندوں کو
دوزخ سے چھڑانے کو رمضان چلا آیا

دن رات عبادت کی اذکار و تلاوت کی
ایک دھوم مچانے کو رمضان چلا آیا

وابستہ مدینے سے دل کا ہے سکوں ساقی

واللہ کہاں پائیں یہ دردِ دروں ساقی
وابستہ مدینے سے دل کا ہے سکوں ساقی

دولت یہ گراں مایہ شاہوں کو نہیں ملتی
یہ کیف کا عالم اور یہ جذب وجنوں ساقی

آقا مری آنکھوں پر کچھ ضبط نہیں مجھ کو
پھر رازِ دلی میرا ہو فاش نہ کیوں ساقی

طیبہ میں پہنچ کر بھی سر شرم سے جھکتا ہے
چہرا نہیں میرا کس گوشہ میں چھپوں ساقی

آقا کو اطاعت ہی مرغوب ہے اُلفت سے
سنتا ہی نہیں کوئی میں سچ جو کہوں ساقی

دربارِ رسالت میں لرزاں تھے شہنشاہاں
کیوں خشک نہ ہو میرا ہر قطرۂ خوں ساقی

ذاکر پہ شہؐ بطحا ایک چشم ہی فرمادیں
ہوگا نہ کسی کا بھی یہ حالِ زبوں ساقی

حج کو جایئے

یادِ خدا سے دل میں خدا کو بسا کے پھر　　دل سے طواف کیجئے پھر حج کو جایئے

کبر و غرور و کینہ سے بغض و عناد سے　　سینہ کو صاف کیجئے پھر حج کو جایئے

حق دوسروں کے کتنے ہیں کتنی امانتیں　　پہلے وہ صاف کیجئے پھر حج کو جایئے

یہ فخر و شان کا نہیں مٹنے کا ہے سفر　　ٹپکا کے شرم کے دو گہر حج کو جایئے

بخشش کو گر طلب ہے تو ہر ایک کی خطا　　دل سے معاف کیجئے پھر حج کو جایئے

ناپاک یہ وجود کہاں؟ پاک گھر کہاں　　توبہ سے پاک ہوجیۓ پھر حج کو جایئے

اکلِ حرام چھوڑ کے احرام باندھئے　　رزقِ حلال لگایئے پھر حج کو جایئے

ہر حکم دیں پہ چلنے کا اقرار کرکے پھر　　لبّیک کی صدا لگایئے پھر حج کو جایئے

ذاکرؔ کی تلخ باتوں کو اللہ کیلئے
شربت سمجھ کے پیجئے پھر حج کو جایئے

دامن پسارے آئے ہیں

اے شہر ذوالجلال یہ تیری بہار کیا کہئے
ہر آن برستی رحمتِ پروردگار کیا کہئے

اس کعبۂ جلال پر نظریں جمائے کس کی مجال
یہ سطوت و شکوہ یہ رعب و وقار کیا کہئے

مصری عراقی شامی عجمی نژاد ولاطینی
دامن پسارے آئے ہیں سب دلفگار کیا کہئے

اب سنگلاخ ہے نہ کہیں ریگ بلکہ حدّ نظر
ہیں راستے دو طرفہ حسیں سبزہ زار کیا کہئے

لایا ہے رنگ خونِ شہیدان حق تعجب ہے
اگنے لگے ہیں ریگ میں اب برگ وبار کیا کہئے

ہے شغلِ روز وشب پئے تسکین کہہ لئے اشعار
ورنہ بیاد کعبہ ہے دل بیقرار کیا کہئے

ذاکر صدا لگا لے یہاں جھولی بھر کے لوٹے گا
تیری شکستگی یہ تیرا حالِ زار کیا کہئے

مجھے جستجو تھی تری گردِ پا کی

زمانہ سے دل میں تمنا رہا کی　　کہ کرلیں زیارت رسولؐ خدا کی

تڑپ کرگئی کام قلب حزیں کی　　کہ بارش ہوئی ہم پہ فضلِ خدا کی

چلے ہم بھی مکہ سے طیبہ کے رُخ پہ　　عجب تھی وہ حالت دلِ نارسا کی

اسی سے مری آنکھ پُر نور ہوگی　　مجھے جستجو تھی تری گردِ پا کی

یہاں ترجمانی ہے بس چشمِ تر کی　　یہ آرام گہ ہے رسولِؐ ہدیٰ کی

نہ منصب نہ عہدے نہ عالی وہ رُتبے　　یہاں قدر دیکھی ہے آہِ رسا کی

مدینہ پھر آخر مدینہ ہے ذاکر
کہاں بات آئے یہاں کے فضا کی

تیرے نقشِ پا پہ جو جان دے تو وہ سمجھے بیڑا ہی پار ہے

میرے رب کا فضل وکرم ہے یہ یہ نبیؐ کا مجھ پہ پیار ہے
کبھی بابِ کعبہ ہے سامنے کبھی ان کا پاک مزار ہے

میں پھٹی پھٹی سی نگاہ سے اسی قبّہ کی تھا تلاش میں
وہ جو سامنے ہے ہرا ہرا یہ ہی میرے دل کا قرار ہے

میں ہوں مرا وہ یار ہے اب تو اسی سے کار ہے
اس پہ فدا جو ہوگیا دونوں جہاں میں پار ہے

ہوں میں زراہِ امتثال محو دعا و ابتہال
ورنہ ہر آں تو اے خدا واقفِ حالِ زار ہے

نہ ریا کا زہد ہی دے نفع نہ نمود کا ہی مجاہدہ
تیرے نقشِ پا پہ جو جان دے تو وہ سمجھے بیڑا ہی پار ہے

ذاکرؔ تجھے شفیعِ کُل پہچان لیں گے کیوں نہ کل
نامہ سیاہ رو سیاہ دامن تہی داغدار ہے

ہم مدینہ چلے تھے یوں جذبات لیکر

آہ دل میں زباں پر مناجات لیکر　　ہم مدینہ چلے تھے یوں جذبات لیکر

آؤ بیٹھیں مدینہ کی باتیں کریں　　ہم نہیں آئے یہ بات وہ بات لیکر

وہ کسی کو سنانے کی ہے ہی نہیں　　ہم مدینہ میں پہنچے تھے جو بات لیکر

کھل گیا در ندا آئی دیوانے آجا　　میں جو پہنچا تھا آہوں کی سوغات لیکر

کون لوٹا ہے ذاکر مدینہ سے خالی　　جھولی بھر لائے ہم بھی عنایات لیکر

پھر زیارت کا زرین موقع عطا ہو　　پھر خدایا میں پہنچوں یہ نغمات لیکر

آہ دل میں زباں پر مناجات لیکر

ہم مدینہ چلے تھے یوں جذبات لیکر

حجاج ومعتمرین سے سوال

مکہ کی ارض پاک نے گردوں نے کیا کہا؟
زائر بتادو خاک کے ذروں نے کیا کہا؟
تم نے کیا طواف جو اسود کو چوم کر
کعبہ نے تم سے کیا کہا؟ جلوؤں نے کیا کہا؟
سر بستہ راز عشق وتفانی کے کچھ کھلے
اُحد و حراء و ثور پہاڑوں نے کیا کہا؟
صحن حرم کے سجدوں میں کچھ چاشنی ملی
وہ صبح دم شمیم کے جھونکوں نے کیا کہا؟
آشفتہ حال وپاک گریباں بھی تھے وہاں
لِلّٰہ یہ بتادو انہوں نے کیا کہا؟
روضہ پر تم نے حاضری دی ہے خدا گواہ
گنبد سے پھوٹتی ہوئی کرنوں نے کیا کہا؟
تسبیح وتلبیہ کی صدائیں تو یاد ہیں
وہ چہچہاتے اُڑتے پرندوں نے کیا کہا؟
گوہر لٹائے خوب صلوٰۃ و سلام کے
تم نے سنا کہ اس پہ فرشتوں نے کیا کہا؟
ذاکرؔ کا بھی سلام سنادیتے کاش تم
آقا جو پوچھتے کہ غلاموں نے کیا کہا؟

دُعاء

توفیق خوب دینا یا رب مجھے دُعاء کی
ہر ایک سانس میری محتاج ہے دُعاء کی

کیا خوش نصیب بندے ہیں وہ قسم خدا کی
اس زندگی میں جن کو فرصت ملے دُعاء کی

مایوس ہوں نہ ہرگز بندو خدا سے مانگو
طاقت بہت بڑی ہے تدبیر سے دُعاء کی

مانگے نہ جو خدا سے اس سے خدا خفا ہے
توفیق خوب مانگو اللہ سے دُعاء کی

دونوں جہانوں کی نعمت پاؤ گے تم دُعاء سے
کر کے تو دیکھو ذاکر کیا شان ہے دُعاء کی

پانی پیا یا سرکہ

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ نے ایک بار مطالعہ کے وقت پانی مانگا تو حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ بہت افسوس کرنے لگے کہ افسوس، اب ہمارے خاندان سے علم رخصت ہو گیا، تو بیوی نے کہا کہ گھبرایئے نہیں ابھی پتہ چل جائے گا۔ گلاس میں پانی کے بجائے سرکہ بھیجا، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ پورا سرکہ پی گئے۔ یہ بھی پتہ نہ چلا کہ "پانی پیا یا سرکہ"۔ تو حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے فرمایا کہ الحمدللہ ہمارے خاندان میں اب بھی علم باقی ہے۔

یہی دل کی تمنا دیکھتا ہوں

زہے قسمت کہ کعبہ دیکھتا ہوں عجب پُر نور جلوہ دیکھتا ہوں
یقین آتا نہیں آنکھوں پہ اپنی جب اپنا یہ نصیبہ دیکھتا ہوں
کہاں میں اور کہاں ارضِ مقدس یہ رحمت کا کرشمہ دیکھتا ہوں
دل عاصی مگن تھا غفلتوں میں یہاں احساسِ تقویٰ دیکھتا ہوں
الٰہی ذکر کا دامن نہ چھوٹے یہی محفوظ قلعہ دیکھتا ہوں
عبادت میں پراگندہ دلی تھی پر اب مضبوط رشتہ دیکھتا ہوں
ہر ایک قطرہ میرے دل کی سلامی ہے بہ چشم نم جو روضہ دیکھتا ہوں
نہ اوجھل ہو نگاہوں سے یہ جالی بڑی حسرت سے روضہ کی دیکھتا ہوں

الٰہی پھر مجھے کعبہ دکھا دے
یہی دل کی تمنا دیکھتا ہوں

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کا شہر دیکھ

جا زائرِ حرمین تو عظمت کا شہر دیکھ
احسان و عنایت کا محبت کا شہر دیکھ

لے نامِ خدا چھوڑ کے سب فکر نکل جا
ہر گام پہ پھر ان کی شفقت کا شہر دیکھ

لرزاں ترا دل خود ہو زباں بند رواں اشک
وہ دبدبہ و شان کا شوکت کا شہر دیکھ

عشاق کھنچے آتے ہیں لبّیک زباں پر
خلوت گہِ معشوق میں جلوت کا شہر دیکھ

جھولی لئے پھرتے ہیں سلاطیں بھی جہاں پر
جا دیکھ مرے رب کی جلالت کا شہر دیکھ

قربان تو جذبات کو تو پہلے کیا کر
پھر بارگہِ قدس کی قربت کا شہر دیکھ

ہر آں ترے باطن کی صفائی کا ہو ساماں
تسبیح، دعاؤں کا تلاوت کا شہر دیکھ

دیکھا ہو جہاں سارا تو کچھ بھی نہیں دیکھا
سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کا شہر دیکھ

بوبکرؓ و عمرؓ کی ہوں کہ عثمانؓ و علیؓ کی
پُر سوز عبادت کی امانت کا شہر دیکھ

ذاکر تو گناہوں سے یوں مایوس نہ ہوجا
بھیگی ہوئی پلکوں سے تو رحمت کا شہر دیکھ

واہ مٹی کا وہ سونا بنا لیتے ہیں

بخدا خوب وہ قیمت ہی بڑھا لیتے ہیں
تیری یادوں سے جو دل کو سجا لیتے ہیں
پا ہی لیتے ہیں وہ درجہ شہداء کا
جو تیرے خوف سے کچھ اشک بہا لیتے ہیں
ان کے سینوں پہ تو ٹھنڈک سی برستی ہے
تیری یادوں کے دئے سے جو ضیاء لیتے ہیں
کون دیکھا ہے شکن ان کی جبینوں پر
جو تیرے عشق میں ہر درد چھپا لیتے ہیں
کلفت زیست کو جو تحفۂ جاناں سمجھیں
واہ مٹی کا وہ سونا ہی بنا لیتے ہیں

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی ہے:

خِيَارُكُمْ مَنْ لَّمْ يَدَعْ اٰخِرَتَهٗ لِدُنْيَاهُ وَلَا دُنْيَاهُ لِاٰخِرَتِهٖ۔

تم میں بہترین وہ شخص ہے جو آخرت کو دنیا کی وجہ سے نہیں چھوڑتا، اور نہ دنیا کو آخرت کی وجہ سے چھوڑتا ہے۔

ہرغم و درد کی لایا ہوں دوائی زمزم

روح کی پاکی ہے اور دل کی صفائی زمزم جسم کے واسطے ہے آبِ شفائی زمزم
اس کی عظمت کو تو عشاق کے دل سے پوچھو ہے یہی آب و حیات آبِ بقائی زمزم
نقرئی حلوؤں سے کیا خاک ملے گی طاقت طاقتِ روح و بدن آب طلائی زمزم
وہ منافق ہے جو ہے اس سے فرار و بیزار ورنہ ہے سب کے گناہوں کی دھلائی زمزم
ہے یہ فرزندِ ابراہیمؑ کا صدقہ حاجی اور بڑی شان کا تحفہ یہ خدائی زمزم
اب بھی کرسکتی ہے پیدا وہ صالح اولاد ہاجرہ بن کے تو پی لے مری مائی زمزم
شرک و بدعات سے اور سارے گناہوں سے توبہ کے عزم سے پی لے مرے بھائی زمزم
اہل سائنس نے بھی اقرار کیا ہے یارو کہ یہ بے مثل ہے مجموعہ غذائی زمزم
مجھ سے پوچھتے ہو لائے ہو کیا اہل وطن ہر غم و درد کی لایا ہوں دوائی زمزم

آمد طبع ہوئی ختم تو کہدو ذاکر
ابتدائی مرا ارمان نہائی زمزم

پیوستہ تیری یاد تیری بندگی رہے

ہر وقت ذاتِ پاک سے دل بستگی رہے
دامانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو وابستگی رہے

انجام ہو جو پیش نظر کل کی فکر ہو
سوجھے مزاح کس کو کہاں دل لگی رہے

تجھ کو کسی بھی حال نہ بھولوں میں اے خدا
پیوستہ تیری یاد تیری بندگی رہے

اعمالِ صالحہ سے جو ایمان ہو قوی
دل میں ہو نور چہرہ پہ تابندگی رہے

ذاکرؔ غمِ جہاں کا گذر ہی کہاں جہاں
یادِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لطف بھری زندگی رہے

ہر حال میں رکھو تم ذکرِ خدا کی عادت

اے پیارے پیارے بچو سن لو میری نصیحت
ہر حال میں رکھو تم ذکر خدا کی عادت

آنکھوں کا نور چاہو دل کا سرور چاہو
سب ذکر سے ملے گا کرلو یہی عبادت

نبیوںؑ نے اولیاءؒ نے پایا ہے سب اسی سے
ذکر خدا بھی دیکھو کتنی ہے پیاری دولت

بی بی جو عائشہؓ ہیں فرما رہی ہیں بچو
ہر آن تھی نبیؐ کو ذکر خدا کی عادت

اللہ کی یاد سے تم غافل کبھی نہ ہونا
پاؤ گے تم اسی سے دونوں جہاں کی دولت

ہر صبح اللہ اللہ ہر شام اللہ اللہ
جتنا بھی کرسکوگے پاؤ ضرور جنت

ذکرِ خدا سے غفلت شیطان کا ہے دھوکہ
گذرے غفلتوں میں یہ زندگی اکارت

ذکرِ خدا دوا ہے غفلت کی ہر گناہ کی
ذکرِ خدا سے رحمت ذکرِ خدا سے جنت

پھر میرے قدم خاکِ حرم چوم رہے ہیں

پھر میرے قدم خاکِ حرم چوم رہے ہیں
ہر لمحہ ترقی ہے قدم جب سے اُٹھے ہیں

یہ کونسا عالم ہے کہ دل ڈوب رہا ہے
خاموش سمندر میں کیا طوفان اُٹھے ہیں

دن کی نہ خبر رات کی تاریخ کسے یاد
عالم ہے تحیّر کا سا ہم جب سے چلے ہیں

ہے کون خطاکاروں کا جز تیرے شفیعا
دل بخت سیاہوں کے یہیں آ کے دُھلے ہیں

وہ سنگِ درِ پاک کہیں یا کہ سگ در
ایک آس لئے ہم تو بس اب در سے لگے ہیں

ناصح تیری خشکی کا خدا ہی سے گلہ ہے
یہ قبلہ نما ہیں کہ جہاں ہاتھ اُٹھے ہیں

وہ دینے پہ راضی ہیں تو دل کھول کے مانگو
توفیق ملی ہے تو جبھی ہونٹ کھلے ہیں

ذاکر کو ملے اذنِ تکلم زہے قسمت
الفاظ کے یوں تاج محل کتنے بنے ہیں

وہ بارشِ رحمت اور وہ گونج اذانوں کی

ہٹتا نہیں آنکھوں سے جلوہ وہ مدینے کا　　اور دل سے نہیں مٹتا نقشہ وہ مدینے کا
اللہ رے نورانی ذرّات مدینے کی　　پُر نور معطّر سا رستہ وہ مدینے کا
فائق بخدا برتر ہر ایک حلاوت سے　　میٹھے سے کھجوروں کا حلوہ وہ مدینے کا
وہ بارشِ رحمت اور وہ گونج اذانوں کی　　کتنا تھا حسیں پہلا جمعہ وہ مدینے کا
ذاکرؔ تیری قسمت کا یہ اوج مبارک ہو　　ہر وقت ہے آنکھوں میں روضہ وہ مدینے کا

سورۃ الاخلاص

کہہ دو اللہ ایک ہے　　وہ خدا ہے بے نیاز
نہ اُسے اولاد ہے　　اور نہ ہی ماں باپ ہیں
کوئی ہمسر بھی نہیں　　اس کے بس وہ ایک ہے

(شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ذاکر رحیمی صاحب نور اللہ مرقدہ)

میرے سرور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

میرے سرور رب کے حبیب — سب کے ہادی سب کے طبیب
آنکھ کی ٹھنڈک دل کا سکوں — کون نہ جائے ان کے قریب
سرداروں نے کِبر کیا — قدموں سے لپٹے سارے غریب
باتیں ان کی موہ لیں دل — ان کی ادائیں کتنی عجیب
گھل مل بیٹھیں سب کے ساتھ — سب کے آقاؐ سب کے حبیب
ہر دم ان پر لاکھوں درود — میرے خدایا میرے مجیب

میرے سرور رب کے حبیب
سب کے ہادی سب کے طبیب

سورۃ العصر

قسم ہے زمانے کی بے شک یہ انسان
خسارے میں سب ہیں مگر اہلِ ایماں
جو نیکی کے عامل ہیں اور حق کے داعی
دلاسا بھی دیتے ہیں وقتِ زیاں

(شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ذاکر رحیمی صاحب نور اللہ مرقدہ)

یادِ حرم ہے اور بس اب چشم ترمری

یادِ حرم ہے اور بس اب چشم تر مری
ہے شام شام ہی نہ سحر ہی سحر مری

لائیں گی رنگ ایک نہ ایک دن یہ زاریاں
وقت سجود ہوگی جبیں ان کے در مری

دیکھوں کبھی میں کعبہ کبھی قبۂ جمال
آہ رسا دکھائے گی ایک دن اثر مری

یارب تیرے کرم سے وہ دن پھر نصیب ہو
سوغات اشک لے کے چلے چشم تر مری

سورۃ الکوثر

در حقیقت ہم نے دی کوثر تجھے
پڑھ نماز اللہ کی اور ذبح کر

بے شبہ دشمن ترا ہاں ہاں وہی
بے نشان ہوگا ذلیل و خوار تر

(شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ذاکر رحیمی صاحب نور اللہ مرقدہ)

یاد آتے ہیں

وہ کوہ و دامن و صحرا وہ ذرّے یاد آتے ہیں
وہ گلیاں یاد آتی ہیں وہ نقشے یاد آتے ہیں
ہوائیں یاد آتی ہیں فضائیں یاد آتے ہیں
وہ کنکر یاد آتے ہیں وہ ریزے یاد آتے ہیں
بہت دل کا سکوں پایا تھا حرمِ پاک میں ہم نے
اُٹھو رختِ سفر باندھو کہ پھر سے یاد آتے ہیں
وہ پہلی ہی نظر میں بھیک جانا جھک کے آنکھوں کا
غلافِ کعبہ کے پُرنور جلوے یاد آتے ہیں
صدائے روح پرور گونج وہ اللہ اکبر کی
اذانیں یاد آتی ہیں منارے یاد آتے ہیں
عبادت تھی حقیقت میں تو بس وہ ہی عبادت تھی
نمازیں یاد آتی ہیں وہ سجدے یاد آتے ہیں

قرآنِ پاک کی لذت تو بس حرمین میں پوچھو
وہ قاری یاد آتے ہیں وہ لہجے یاد آتے ہیں

طوافِ کعبہ میں سرمست وہ حجاج کا عالَم
نظر میں حجرِ اَسود ہے وہ بوسے یاد آتے ہیں

وہ کیسی جان پڑ جاتی تھی بوڑھوں میں ضعیفوں میں
وہ قاری یاد آتے ہیں وہ لہجے یاد آتے ہیں

حرم میں ہر جگہ سیراب ہوکر خوب پیتے تھے
وہ ٹھنڈے ٹھنڈے زمزم کے پیالے یاد آتے ہیں

نگاہیں ڈھونڈتی ہیں پھر سے وہ عید کا منظر
وہ جمعے یاد آتے ہیں وہ خطبے یاد آتے ہیں

جدھر دیکھو وہ قال اللہ کی قال النبیؐ کی
صدائیں یاد آتی ہیں وہ حلقے یاد آتے ہیں

نشاط و کیف میں ڈوبی ہوئی حرمین کی راتیں
وہ صبحیں یاد آتی ہیں اُجالے یاد آتے ہیں

حرم کے ذرّے ذرّے جس کے شاہد ہیں قیامت میں
ہمیں حجاج کے وہ آہ و نالے یاد آتے ہیں

بہت ہی پھر سے ٹھنڈک کو ترستی ہیں مری آنکھیں
مجھے حرمین کے پُر نور کتبے یاد آتے ہیں

لپٹ لوں پھر میں سینے سے جو حرم پاک میں پہنچوں
غلافِ کعبہ کے پُر عطر گوشے یاد آتے ہیں

بلب انگشت ہیں مبھوت ہیں فنکار بھی جن سے
حسیں کتنے نظارے بام و در کے یاد آتے ہیں

چلے آتے حرم جو انگلیاں ماں باپ کی تھامے
وہی معصوم بھولے بھالے بچے یاد آتے ہیں

نصیبہ دیکھئے اُڑ اُڑ کے جب چاہیں پہنچ جائیں
حرم کے وہ کبوتر پھر وہ دانے یاد آتے ہیں

یہ کس کے جذب میں آئے ہیں کھینچ کر سارے شیدائی
منیٰ عرفات کی وادی وہ ڈیرے یاد آتے ہیں

سرور و کیف کا کہدوں کہ استغراق کا عالم
نہ اہلِ خانہ یاد آتے ہیں نہ بچے یاد آتے ہیں

بجز وقتِ دُعاء وقتِ درود پاک اے ذاکر
خیال احباب کا آتا نہ رشتے یاد آتے ہیں

دیارِ حرم

پھر سے مجھکو تو پہنچا دیارِ حرم
پھر دکھادے الٰہا دیارِ حرم

پھر صفائی باطن کا موقع ملے
وہ مصفّٰی مجلّٰی دیارِ حرم

چشم تر قلب مضطر کی تسکین ہو
پھر سے دیکھوں خدایا دیارِ حرم

دید اسود سے ہو آنکھ روشن مری
اُڑ کے پہنچوں میں مولا دیارِ حرم

پھر مقامِ براہیمؑ میں ہو نماز
پہلے ہو طوافِ کعبہ دیارِ حرم

خوب زمزم سے سیراب ہوتا رہوں
جب بھی پہنچوں الٰہا دیارِ حرم

وہ حطیم اور رُکنِ یماں ملتزم
وہ صفا اور مروہ دیارِ حرم

پھر طوافوں کی توفیق بھی مانگ لوں
ہاں دکھا ربّ کعبہ دیارِ حرم

مسجدِ عائشہ پھر سے آنکھوں میں ہو
باندھوں احرام عمرہ دیارِ حرم

وہ حبش کی صدائے خشب ہاں خشب
شور وہ حاجیوں کا دیارِ حرم

ہاں وہ عرفات ومزدلفہ جمرات بھی
خوب منظر منیٰ کا دیارِ حرم

مختصر یہ کہ بس نور ہی نور کا
اک سمندر ہے گہرا دیارِ حرم

تجھ سے ذاکرؔ کی مولا دُعاء ہے یہی
خوب ہو آنا جانا دیارِ حرم

ہر گھڑی مولا کے گن گایا کروں

تجھ سے میں سب کیلئے مانگا کروں
یوں تیری رحمت کو میں بانٹا کروں

دوستوں کو پھول ہی دیتا رہوں
دشمنوں سے دور میں کانٹا کروں

چھوڑدوں اندیشہ سود و زیاں
تیری چاہت ہی میں یہ سودا کروں

ذکر کرکے خوب تیرا چار سو
سب کو تیری ذات کا شیدا کروں

نقشِ پائے مصطفٰے ہی پر چلوں
ہاں نمونہ آپؐ کا اُسوا کروں

وہ صحابہ کی ذواتِ قدسیہ
گیت ان کی شان کے گایا کروں

صدقہ ہے دین عظمتِ اسلاف کا
ان پہ رحمت کی دُعاء مانگا کروں

جو بھی ان کے حق میں گستاخی کرے
منہ پہ اس کے خاک میں ڈالا کروں

ذاکرؔ رطب اللسان بن کر رہوں
ہر گھڑی مولا کے گن گایا کروں

خدا ہم نعمتیں گن کر بتا سکتے کہاں تیری

بدن تیرا قویٰ تیرے عطا کردہ ہے جاں تیری
خدا ہم نعمتیں گن کر بتا سکتے کہاں تیری

زمین میں آسمان میں بحر و بر میں اور پہاڑوں میں
ہر ایک شے میں نظر آتی ہے شانِ کن فکاں تیری

تیرے چاہے بنا پتا بھی ہل جائے یہ ناممکن
سبھی جا تیری قدرت ہے یہاں تیری وہاں تیری

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مُفَرِّد لوگ بہت آگے بڑھ گئے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مُفَرِّد لوگ کون ہیں؟ ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مر مٹنے والے، ذکر ان کے بوجھوں کو ہلکا کر دے گا، چنانچہ وہ قیامت کے دن ہلکے پھلکے آئیں گے۔ (ترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو کیونکہ جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے رب کی جانب سے میرے پاس ابھی یہ پیغام لے کر آئے تھے کہ روئے زمین پر جو کوئی مسلمان آپ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا تو میں اس پر دس رحمتیں نازل کروں گا اور میرے فرشتے اس کیلئے دس مرتبہ دُعائے مغفرت کریں گے۔ (طبرانی، ترغیب)

سورۃ الفاتحہ

ہے بہت تعریف اللہ کے لئے
عالموں کا جو پالن ہار ہے

ہے مہربان رحم والا ہے وہی
روزِ محشر کا بھی مالک ہے وہی

پوجتے ہیں ہم تجھی کو اے خدا
اور تجھی سے مانگتے ہیں ہم مدد

راستہ سیدھا دکھا ہم کو تو ہی
راہ ان کی جن کو نعمت تو نے دی

نا وہ جن پر قہر اُترا تھا ترا
اور نہ وہ قوم جو گمراہ ہوئی

آیۃ الکرسی

خدا معبود بر حق ہے　　نہیں اس کے سوا کوئی

وہ زندہ اور ہے قیّوم　　نہ اونگ اس کو نہ نیند آئے

اسی کے ہیں یہ جو کچھ ہیں　　زمین میں آسمانوں میں

ہے کون اس کی اجازت کے　　بدوں کردے سفارش ہی

وہ جانے گا لوگوں کے　　جو آگے اور پیچھے ہے

کوئی کیا کرسکے گا بھی　　احاطہ علم کا اس کے

مگر ہاں جتنا وہ چاہے　　کسی کو علم دیتا ہے

زمین پر آسمانوں پر　　حکومت اس کی بھاری ہے

نہیں تھکتا ہے تھوڑا بھی　　وہ دونوں کی حفاظت سے

وہ عالی شان والا ہے　　وہی ہے عظمتوں والا

یادداشت

AL-MAARIF

By: JAMIA RAHEEMIA KHAIRUL MADARIS
(UNDER SUPERVISION OF RAHEEMI TRUST)
BESIDE: MASJID -E- ASHRAF
Deeramathi 2nd Street, Pernambut - 635810
Vlr Dist. Tamil Nadu (India) P.O. Box No: 32
Cell: +91 9894306751, +91 9894641484